



مُصْطَفَى شَارِحِي

عَلَيْهِ السَّلَامُ



تأليف: أبو حمزة عبد الحق صديقي

اصطافه: حافظ عمران الأيوب لاہوری تقریظ: شیخ الحدیث عبداللہ ناصر رحمانی مدظلہ العالی

انصار السنہ پبلیکیشنز لاہور

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

معزز قارئین توجہ فرمائیں!

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب

← عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔

← مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق و اجازت کے بعد آپ لوڈ (Upload)

کی جاتی ہیں۔

← دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹوکاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات نشر و اشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

☆ تنبیہ ☆

← کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔

← ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی و شرعی جرم ہے۔

﴿اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں﴾

← نشر و اشاعت، کتب کی خرید و فروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں۔

kitabosunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

فہرستِ مضامین

- 17 ----- مقدمہ مؤلف ❀
- باب نمبر 1
- 22 ----- محمد مصطفیٰ ﷺ کی صورت ❀
- 22 ----- ولادت باسعادت ❀
- 23 ----- نبی کریم ﷺ کے پیارے اسماء مبارکہ ❀
- 23 ----- اسم محمد اور احمد ❀
- 24 ----- مزید چند اسمائے مبارکہ ❀
- 26 ----- بشر اور نذیر نبی ﷺ ❀
- 27 ----- شاہد اور مبشر نبی ﷺ ❀
- 28 ----- علامہ قسطلانی کا بیان ❀
- 28 ----- چشمان و دھن مبارک ❀
- 29 ----- دست مبارک کی خوشبو ❀
- 29 ----- قلب مصطفیٰ ﷺ ❀
- 31 ----- سر مبارک ❀
- 31 ----- موئے مبارک ❀
- 32 ----- کندھے اور سینہ مبارک ❀
- 32 ----- مہر نبوت ❀
- 33 ----- بازو اور ہاتھ مبارک ❀
- 33 ----- چہرہ انور کی چاند کے ٹکڑے کی طرح چمک ❀
- 33 ----- چودھویں رات کے چاند کی طرح چہرہ مبارک کی خوبصورتی ❀
- 34 ----- چاند کی طرح خوبصورت چہرہ مبارک ❀
- 34 ----- چاند سے بھی خوبصورت چہرہ مبارک ❀

- 35 ----- ❁ چہرہ مصطفیٰ ﷺ میں سورج کا عکس بنا
- 36 ----- ❁ چہرہ مصطفیٰ ﷺ کی طلوع آفتاب سے تشبیہ
- 36 ----- ❁ نبی کریم ﷺ سے زیادہ حسین میں نے نہیں دیکھا
- 37 ----- ❁ ڈھالی ہوئی چاندی کی طرح سفید و چمکتا چہرہ
- 37 ----- ❁ سونے کی طرح چمکتا چہرہ مبارک
- 38 ----- ❁ چہرہ مبارک گویا کہ قرآن کا ایک ورق
- 39 ----- ❁ پھول کی مثل کھلا ہوا چہرہ مبارک
- 40 ----- ❁ بے مثل حسن و جمال
- 41 ----- ❁ تجھ سا حسین کسی آنکھ نے دیکھا ہی نہیں
- 42 ----- ❁ سچا چہرہ مبارک دیکھ کر قبول ایمان
- 43 ----- ❁ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے مشابہہ چہرہ مبارک
- 43 ----- ❁ جمالِ مصطفیٰ اور نمازِ صحابہ (رضی اللہ عنہم) کا ایک منظر
- 44 ----- ❁ چہرہ مصطفیٰ ﷺ کی نماز میں آخری جھلک کا منظر
- 45 ----- ❁ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی نماز سے سلام پھرتے وقت، چہرہ مبارک پر نظر
- 46 ----- ❁ جمالِ مصطفیٰ ﷺ سے متعلق تقاضائے ایمان
- 47 ----- ❁ خوشبوئے بدنِ محبوب رب العالمین ﷺ
- 47 ----- ❁ مشک و عنبر سے خوشتر خوشبو مبارک
- 48 ----- ❁ تہسمِ مصطفیٰ ﷺ
- 48 ----- ❁ پسینہ مبارک کی خوشبو
- 49 ----- ❁ رنگ مبارک
- 49 ----- ❁ ایک جامع لفظی تصویر

49 ----- جلال مبارک ❀

50 ----- نبوت سے پہلے کی اجمالی سیرت ❀

باب نمبر 2

53 ----- نبی کریم ﷺ کی شان ساری مخلوق سے بڑھ کر ہے

53 ----- ❀ آپ ﷺ ساری مخلوق سے اعلیٰ و افضل ہیں

53 ----- ❀ دیگر انبیاء کے مقابلہ میں رسول اکرم ﷺ کو دی گئی چھ فضیلتیں

54 ----- ❀ دنیا میں سب سے زیادہ چرچا آپ کے نام نامی کا ہے

باب نمبر 3

58 ----- نبی کریم ﷺ سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے

58 ----- ❀ قیامت کے روز آپ کے امتیوں کی تعداد سب سے زیادہ ہوگی

58 ----- ❀ سب سے پہلے رسول اکرم ﷺ جنت میں داخل ہوں گے

باب نمبر 4

61 ----- اللہ تعالیٰ نبی کریم ﷺ کو حوض کوثر اور مقام محمود عطا فرمائے گا

61 ----- ❀ حوض کوثر

63 ----- ❀ مقام محمود

باب نمبر 5

65 ----- نبی کریم سب سے بڑے شافعِ محشر ہونگے

65 ----- ❀ اللہ کے اذن کے بغیر کوئی سفارشی نہ ہوگا

66 ----- ❀ روزِ قیامت رسول اکرم ﷺ سب کے سفارشی ہوں گے

باب نمبر 6

70 ----- نبی کریم ﷺ پر اللہ تعالیٰ کا خاص فضل ہے

72 ----- ❀ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے لیے دیگر انبیاء علیہم السلام سے عہد لیا

- 73 ----- اہل کتاب کے ہاں بھی آپ ﷺ کے متعلق یقینی علم موجود تھا
- 74 ----- آپ ﷺ کو اول المسلمین کہہ کر پکارا
- 75 ----- آپ ﷺ کو بھیج کر اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر احسان کیا
- 75 ----- آپ ﷺ کی زندگی اور آپ کے شہر کی قسم اٹھائی

باب نمبر 7

- 77 ----- نبی کریم ﷺ سے محبت ایمان کا جز ہے
- 80 ----- نبی کریم ﷺ سے اپنی جان سے بھی زیادہ محبت کرنے کا حکم ہے
- 82 ----- نبی کریم ﷺ سے جمادات و نباتات بھی محبت کرتے ہیں

باب نمبر 8

- 84 ----- نبی کریم ﷺ کا ادب احترام کرنا واجب ہے
- 88 ----- نبی کریم ﷺ کو اذیت دینے والے کیلئے دردناک عذاب ہے

باب نمبر 9

- 94 ----- نبی کریم ﷺ پر درود پڑھنا واجب ہے
- 94 ----- درود شریف کی اہمیت
- 95 ----- رسول اللہ ﷺ پر درود نہ بھیجنے والا بخیل ہے
- ایک مرتبہ درود پڑھنے سے اللہ تعالیٰ دس رحمتیں نازل فرماتا ہے، دس گناہ معاف کرتا
- 95 ----- ہے اور دس درجات بلند فرماتا ہے
- 95 ----- کثرتِ درود قیامت کے دن رسول اللہ ﷺ کی قربت کا باعث ہوگا
- 96 ----- جب تک نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجا جاتا رہے، فرشتے دعائے رحمت کرتے رہتے ہیں
- 96 ----- درود شریف کے مسنون الفاظ
- 97 ----- کثرتِ درود سے حقوقِ مصطفیٰ ﷺ کی ادائیگی

باب نمبر 10

- 98 ----- نبی کریم ﷺ رحمة للعالمین ہیں
- 98 ----- رسول اللہ ﷺ سارے جہان والوں کے لیے رحمت ہیں
- 98 ----- آپ ﷺ کا وجود ذریعہ آمان ہے
- 99 ----- رسول اللہ ﷺ کی اہل ایمان پر رحمت
- 101 ----- اپنے گھر والوں پر آپ ﷺ کی رحمت
- 102 ----- بچوں پر آپ ﷺ کی رحمت
- 102 ----- مریضوں اور کمزوروں پر آپ ﷺ کی رحمت
- 102 ----- خدمت گزاروں اور غلاموں پر آپ ﷺ کی رحمت
- 103 ----- کفار اور مشرکین پر آپ ﷺ کی رحمت
- 106 ----- حیوانات اور جمادات پر آپ ﷺ کی رحمت

باب نمبر 11

- 108 ----- نبی کریم ﷺ کی بشارت تورات و انجیل میں بھی ہے
- 110 ----- توراہ میں ذکر مصطفیٰ ﷺ
- 110 ----- انجیل میں ذکر مصطفیٰ ﷺ

باب نمبر 12

- 114 ----- رضائے رسول مقبول ﷺ
- 114 ----- اللہ تعالیٰ بھی نبی کریم ﷺ کی خواہش کا احترام کرتا ہے
- 116 ----- رضائے رسول ﷺ سے رضائے الہی کا حصول
- 117 ----- اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کی رضا سے حلاوت و ایمان کا حصول
- 117 ----- رسول اللہ ﷺ کی رضا چاہنا
- 118 ----- سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا نبی کریم ﷺ کو سکون پہنچا کر راضی ہونا

- 119 ----- رسول ﷺ کیلئے کوشش ❀
- 120 ----- صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا جلالِ نبوی کے موقع پر رضائے رسول ﷺ چاہنا ❀
- 120 ----- رضائے رسول توشہ آخرت ہے ❀
- 122 ----- بوقت وصال سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا رضائے رسول اللہ ﷺ پر اطمینان ❀
- 123 ----- سیدنا حیدر کرار پر رسول اللہ ﷺ کا راضی ہونا ❀
- 123 ----- سیدنا مصعب رضی اللہ عنہ پر رسول اللہ ﷺ کا راضی ہونا ❀

باب نمبر 13

- 125 ----- نبی کریم ﷺ اللہ تعالیٰ کی بہت زیادہ عبادت کیا کرتے تھے ❀
- 125 ----- نبی کریم ﷺ کو آخر وقت تک اللہ کی عبادت کا حکم تھا ❀
- 126 ----- فارغ اوقات میں بھی آپ ﷺ کو عبادت کا ہی حکم دیا گیا تھا ❀
- 126 ----- آپ ﷺ کو نماز تہجد کی ادائیگی کا بھی حکم دیا گیا تھا ❀
- 127 ----- آپ ﷺ کو یہ بھی حکم تھا کہ اپنے گھر والوں کو عبادت کرائیں ❀
- 128 ----- آپ ﷺ اتنا لمبا قیام فرماتے کہ آپ کے قدم مبارک سو جھ جاتے ❀
- 128 ----- آپ ﷺ لوگوں کو بھی رات کے قیام کی ترغیب دلایا کرتے تھے ❀
- 129 ----- آپ ﷺ ہر وقت اللہ کے ذکر میں مشغول رہتے تھے ❀
- 129 ----- آپ ﷺ بکثرت توبہ واستغفار کیا کرتے تھے ❀

باب نمبر 14

- 131 ----- نبی کریم ﷺ کا خلقِ عظیم ❀
- 135 ----- نبی کریم ﷺ کی اخلاقی تعلیمات ❀
- 135 ----- حقوق و فرائض ❀
- 135 ----- آداب ❀
- 135 ----- فضائلِ اخلاق و زائلِ اخلاق ❀

- 135 ----- حقوق و فرائض ایک نظر میں ❀
- 136 ----- آداب ایک نظر میں ❀
- 136 ----- فضائل اخلاق ایک نظر میں ❀
- 136 ----- رزائل اخلاق ایک نظر میں ❀

باب نمبر 15

- 137 ----- نبی کریم ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بہت زیادہ محبت کیا کرتے تھے۔۔۔ ❀
- 140 ----- وہ عاصیوں کے بجا و ماویٰ ❀
- 141 ----- بارگاہِ نبوی ﷺ کے تازیانے بھی۔۔۔ ❀

باب نمبر 16

- 142 ----- نبی کریم ﷺ امت کے بہت زیادہ ہمدرد اور خیر خواہ تھے۔۔۔۔۔ ❀
- 142 ----- محبین کے لیے رحمت کے پر بچانے والے ❀
- 142 ----- حضور ﷺ کا امت کے لیے مغموم ہونا ❀
- 143 ----- امت کے لیے ایک مقبول دعا کا ایثار۔۔۔۔۔ ❀
- 144 ----- امت کے لیے محبت۔۔۔۔۔ ❀

باب نمبر 17

- 146 ----- نبی کریم ﷺ قیام امن کیلئے آئے تھے۔۔۔۔۔ ❀
- 146 ----- قیام امن اور نبی کریم ﷺ ❀
- 146 ----- توحید کا صاف اور واضح عقیدہ ❀
- 147 ----- وحدت انسانی کا تصور۔۔۔۔۔ ❀
- 148 ----- انسان کی شرافت و عظمت کا اعلان ❀
- 149 ----- عورت کی حیثیت عربی کی بحالی ❀
- 150 ----- دین و دنیا کا اجتماع ❀

- 152 ----- حد و اور تعزیر قوانین کا نفاذ ❀
- 153 ----- زنا ❀
- 153 ----- قذف ❀
- 153 ----- چوری ❀
- 154 ----- رہزنی و قزاقی ❀
- 154 ----- شراب ❀
- 155 ----- نبی کریم ﷺ کی جنگی پالیسی ❀
- 157 ----- نبی کریم ﷺ کی جنگوں میں جانی نقصانات کے اعداد و شمار ❀
- 158 ----- امن پسند ”مہذبوں“ کی امن پسندی ❀

باب نمبر 18

- 162 ----- سیرتِ مصطفیٰ ﷺ ❀
- 162 ----- نبی کریم ﷺ کی شجاعت و بہادری ❀
- 165 ----- نبی کریم ﷺ کا رعب و دبدبہ ❀
- 167 ----- نبی کریم ﷺ کی بے مثال سخاوت ❀
- 170 ----- آپ ﷺ کی دعوتِ توحید ❀
- 174 ----- نبی کریم ﷺ لوگوں کو سیدھی راہ کی طرف دعوت دیتے ❀
- 178 ----- نبی کریم ﷺ دینِ حق لے کر مبعوث ہوئے تھے ❀
- 180 ----- نبی کریم ﷺ شاعر اور مجنون نہ تھے ❀
- 185 ----- نبی کریم ﷺ لوگوں کی خواہش کے مطابق نہ چلتے ❀
- 188 ----- نبی کریم ﷺ پر سب سے زیادہ آزمائشیں آئیں ❀
- 189 ----- نبی کریم ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں ❀
- 197 ----- رسول اللہ ﷺ کا سایہ مبارک ❀

- 199 ----- آپ ﷺ خاتم النبیین ہیں ❀
- 202 ----- نبی کریم ﷺ کی عالمگیر رسالت ❀
- 206 ----- نبی کریم ﷺ کی نبوت کے بعد انبیاء کرام ﷺ کو بھی آپ کی اتباع کا حکم دیا گیا --- ❀
- 209 ----- نبی کریم ﷺ اُمت کے لیے بہترین نمونہ ہیں ----- ❀
- 210 ----- نبی کریم ﷺ کی اتباع ایمان اور ہدایت ہے ----- ❀
- 213 ----- اختلاف کی صورت میں نبی کریم ﷺ کو فیصلہ ماننا ----- ❀
- 218 ----- اطاعت رسول سے روگردانی اعمال کے ضیاع کا ذریعہ ہے ----- ❀
- 219 ----- نبی کریم ﷺ کا حکم رد کرنے کا کسی کو اختیار نہیں ----- ❀
- 220 ----- نبی کریم ﷺ کی مخالفت ضلالت اور گمراہی ہے ----- ❀
- 222 ----- نبی کریم ﷺ کی نافرمانی جہنم میں داخلے کا ذریعہ ہے ----- ❀
- 224 ----- نبی کریم ﷺ کی اطاعت کرنے والے کو نہ خوف ہوگا نہ غم ----- ❀
- 226 ----- اطاعت رسول، اللہ تعالیٰ کی رحمت کا ذریعہ ہے ----- ❀
- 228 ----- اطاعت رسول کا میابی کا ذریعہ ہے ----- ❀
- 229 ----- اطاعت رسول سے جنت میں داخلے کا ذریعہ ہے ----- ❀
- 231 ----- مصطفیٰ ﷺ کی معیشت ----- ❀
- 231 ----- اتنی سادہ زندگی کہ آٹا چھاننے کے لیے چھلنی کا انتظام نہ تھا ----- ❀
- 232 ----- مدینہ منورہ آمد کے بعد کبھی تین دن مسلسل پیٹ بھر کر گندم کی روٹی نہیں کھائی ----- ❀
- 232 ----- کبھی ایک دن میں دو مرتبہ کھایا تو ان میں ایک مرتبہ کھانا ضرور کھجور ہوتی ----- ❀
- 232 ----- بچھاون گدیلابھی چمڑے کا تھا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوتی تھی ----- ❀
- 233 ----- آنحضرت ﷺ نے لباس تجمل زیب تن نہیں فرمایا ----- ❀
- 233 ----- عمر کے آخری حصہ میں جو کی روٹی بھی پیٹ بھر کر نصیب نہیں ہوئی ----- ❀
- 233 ----- بعض اوقات بھوک کی وجہ سے پیٹ پر پٹی یا پتھر باندھ لیتے ----- ❀
- 234 ----- وفات مبارک سے قبل آپ ﷺ کی غذا کھجور اور پانی پر مشتمل تھی ----- ❀

بوقتِ وفات آپ ﷺ کی زرہ ایک یہودی کے پاس تیس (30) صاع کے عوض

- 234 ----- رہن تھی
- 234 ----- رسول اللہ ﷺ کی دعائے رزق و توشہ
- 235 ----- مصطفیٰ ﷺ رفیقِ اعلیٰ کی جانب
- 235 ----- تجہیز و تکفین اور تدفین
- 236 ----- قبر مبارک

باب نمبر 19

237 ----- معراجِ مصطفیٰ ﷺ کا بیان

باب نمبر 20

- 244 ----- نبی کریم ﷺ کے معجزات کا بیان
- 244 ----- قرآن مجزہ رسول اللہ ﷺ
- 245 ----- کفار کی قتل گاہیں..... ایک عظیم معجزہ
- 246 ----- تھوڑا سا کھانا اہل خندق کیلئے کافی ہو گیا
- 248 ----- درخت کا چلنا
- 249 ----- معجزہ شقِ قمر
- 249 ----- انگلیوں کے درمیان سے پانی کا ابلنا
- 250 ----- کھجوروں کا گر کر واپس لگ جانا
- 250 ----- ایک پیالہ دودھ بے شمار لوگوں کیلئے کافی ہو گیا
- 251 ----- سراقہ کے گھوڑے کا زمین میں دھنس جانا
- 252 ----- سیدنا جبرئیل ﷺ کا اونٹ کی شکل اختیار کر کے ابو جہل کی طرف لپکنا

باب نمبر 21

- 254 ----- نبی کریم ﷺ کی پیش گوئیوں کا بیان
- 254 ----- قتل عام ہو جائے گا
- 255 ----- جھوٹے نبی اور دجال ظاہر ہوں گے

- 255 ----- امانت کم ہو جائے گی اور خیانت بڑھ جائے گی ❀
- 256 ----- ظالم حکمران ظاہر ہوں گے ❀
- 256 ----- فحاشی و عریانی عام ہو جائے گی ❀
- 257 ----- عورتیں کپڑے پہننے کے باوجودنگی ہوں گی ❀
- 257 ----- علم ختم ہو جائے گا اور جہالت بڑھ جائے گی ❀
- 258 ----- بدکاری عام ہو جائے گی ❀
- 258 ----- شراب اور گانے بجانے کو حلال سمجھ لیا جائے گا ❀
- 259 ----- جھوٹ کثرت کے ساتھ بولا جائے گا ❀
- 259 ----- جھوٹی گواہیاں دی جائیں گی ❀
- 259 ----- لوگوں میں بخل پھیل جائے گا ❀
- 260 ----- لوگ مساجد کو مزین کر کے فخر کریں گے ❀
- 260 ----- حرام خوری عام ہو جائے گی ❀
- 260 ----- عورتیں بھی کاروبار میں شریک ہو جائیں گی ❀
- 260 ----- زلزلوں کی کثرت ہو جائے گی ❀
- 261 ----- صرف جان پہنچان کے لوگوں کو سلام کیا جائے گا ❀
- 261 ----- نشر و اشاعت کا ظہور ہوگا ❀
- 261 ----- زمانہ سمٹ جائے گا ❀
- 262 ----- دنیا سے محبت اور موت سے نفرت کی جائے گی ❀
- 263 ----- نیک لوگ معدوم ہو جائیں گے ❀
- 264 ----- مرد کم اور عورتیں زیادہ ہو جائیں گی ❀
- 265 ----- نا اہل لوگ حاکم بن جائیں گے ❀
- 265 ----- فقیر و محتاج لوگ مالدار ہو جائیں گے ❀
- 266 ----- دین کو اجنبی سمجھا جائے گا ❀

باب نمبر 22

- 267 ----- مصطفیٰ ﷺ دنیا کے ممتاز غیر مسلم محققین کی نظر میں
- 267 ----- لین پول ❁
- 267 ----- کاونٹ ٹالسٹائی ❁
- 267 ----- نپولن بوناپاٹ ❁
- 268 ----- جارج برنارڈ شاہ ❁
- 268 ----- جی ہکنز ❁
- 269 ----- ایم ایم واٹ ❁
- 269 ----- مسٹر سیل ❁
- 269 ----- مورخ ولیم ڈاڈ ❁
- 270 ----- ریورنڈ آرمیکو آئیل ❁
- 270 ----- پروفیسر بارسوا سمٹھ ❁
- 270 ----- اسٹیلے لین پول ❁
- 271 ----- کارلائل ❁
- 272 ----- لارڈ ہائینڈلی ❁
- 272 ----- مائیکل ہارٹ ❁
- 274 ----- ڈاکٹر گرینیہ ❁
- 274 ----- رینیہ گینو ❁
- 275 ----- الفونس ڈینیا ❁
- 276 ----- ٹولسٹ دی ❁
- 276 ----- مہاتما گاندھی ❁
- 277 ----- دلورام کوثری ❁
- 277 ----- ہری چند اختر ❁



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

مقدمہ

الحمد لله رب العالمين ، والصلاة والسلام على سيد الانبياء
والمرسلين أما بعد!

اے میرے پروردگار! ہر قسم کی تعریف تجھے لائق ہے۔

﴿الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ﴾^(۱) (الفتحہ: ۱)

تیری حمد و ثناء میں ساری کائنات کا ذرہ ذرہ مشغول ہے۔ تیری تسبیح و تحمید ساتوں آسمان
کے چپے چپے پر نوری مخلوق کر رہی ہے۔

﴿وَلَهُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَنْ عِنْدَهُ لَا يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ

عِبَادَتِهِ وَلَا يَسْتَحْسِرُونَ﴾^(۱۹) يُسَبِّحُونَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُونَ ﴿۲۰﴾

(الانبیاء: ۱۹-۲۰)

تو ہمیشہ سے زندہ ہے، اور تمام کائنات کی تدبیریں کرنے والا ہے، تو ہر قسم کی غفلت
و نیند سے پاک ہے۔

﴿اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ ۚ لَا تَأْخُذُهُ سِنَّةٌ وَلَا نَوْمٌ ۗ

(البقرة: ۲۵۵)

تو نے اپنی تعریف اپنی شان کے مطابق خود ہی قرآن مجید میں بیان فرمائی ہے۔ تیرے
بندے تیری توحید پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور تیری بندگی میں کسی کو بال برابر بھی شریک نہیں
کرتے۔ تیری پاک بارگاہ میں انبیاء و مرسلین کی پاک جبینیں سیسیں نواتی ہیں، اور سید الانبیاء
والمرسلین محمد ﷺ نے سب سے زیادہ تیری بندگی کی اور تیری بندگی کے ذوق سے اپنی امت
مرحومہ کو محولذت کیا۔

اس پاک اور مبارک ہستی پر بے شمار درود و سلام ہوں کہ جن پر اللہ رب العزت بھی درود بھیجتا ہے۔

﴿ إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ٥٦ ﴾ (الأحزاب: ٥٦)

اور جس مبارک ہستی کا اللہ تعالیٰ نے عالم ارواح میں اپنے انبیاء و مرسلین علیہم السلام سے خود میثاق لیا، اور فرمایا کہ جب تمہیں دنیا میں کتاب و حکمت سے نواز دیا جائے، اور پھر تمہارے پاس وہ رسول تشریف لے آئے جو تمہاری تصدیق کرے، تو تم اس پر ایمان لے آنا، اور اس کی مدد کرنا۔

﴿ وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُمْ مِنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنْصُرُنَّهُ قَالَ أَأَقْرَرْتُمْ وَأَخَذْتُمْ عَلَىٰ ذَلِكُمْ إِصْرِي قَالُوا أَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوا وَآنَا مَعَكُمْ مِنَ الشَّاهِدِينَ ١١ ﴾ (آل عمران: ٨١)

اور جس مبارک ہستی کے لیے سیدنا ابراہیم خلیل علیہ السلام نے دعا فرمائی:

﴿ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ١٢٥ ﴾

(البقرة: ١٢٩)

اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو مزید جانفزا سنا یا:

﴿ وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدٌ ﴾ (الصف: ٦)

جن کی آمد سے پہلے بنی اسرائیل ان کی وجہ سے اپنے دشمنوں پر فتح کی تمنا کرتے تھے۔

﴿ فَلَمَّا جَاءَهُمْ مَا عَرَفُوا كَفَرُوا بِهِ فَلَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْكٰفِرِينَ ١١٩ ﴾

(البقرة: ٨٩)

وہ ہستی مبارک جس نے بھٹکی ہوئی انسانیت کو معبود واحد کی بندگی کی لذت سے آشنا کیا:

((أَيُّهَا النَّاسُ! أَعْبُدُوا رَبَّكُمْ، فَصَلُّوا حَمْسَكُمْ، وَصُومُوا

شَهْرُكُمْ وَأَطِيعُوا إِذَا أَمَرُكُمْ، تَدْخُلُوا جَنَّةَ رَبِّكُمْ. ((①

اس نے انسانیت کو ظلمت و جہالت کے اندھیروں سے نکالا، فرمایا:

((أَلَا كُلُّ شَيْءٍ مِنْ أَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ تَحْتَ قَدَمِي مَوْضُوعٌ.)) ②

(لوگو! یاد رکھو) جاہلیت کے تمام دستور میرے پاؤں کے نیچے رسوا ہیں۔“

بندہ و آقا کے امتیاز کو ختم کیا، انہیں ذہنی غلامی سے نجات دلائی۔

((أَيُّهَا النَّاسُ: أَلَا إِنَّ رَبَّكُمْ وَاحِدٌ، وَإِنَّ آبَاءَكُمْ وَاحِدٌ، لَا فَضْلَ

لِعَرَبِيٍّ عَلَى عَجَمِيٍّ وَلَا لِعَجَمِيٍّ عَلَى عَرَبِيٍّ، وَلَا حُمْرَ عَلَى

أَسْوَدَ وَلَا لَأَسْوَدَ عَلَى أَحْمَرَ إِلَّا بِالتَّقْوَى.)) ③

”لوگو! بے شک تمہارا رب ایک ہے، اور بے شک تمہارا باپ بھی ایک ہے، یاد رکھو!

کسی عربی کو عجمی پر اور عجمی کو عربی پر، سرخ کو سیاہ فام پر اور سیاہ فام کو سرخ پر کوئی

فضیلت نہیں، ہاں! جس میں تقویٰ (زیادہ ہو) وہ زیادہ عزت والا ہے۔“

اور اخلاقِ حسنہ سے مزین کیا، انہیں اللہ تعالیٰ کے احکامات کی تعمیل کا اپنی سنت کے ذریعے

عملی طور پر خوگر بنایا، اور ذلت سے نکال کر حرمتِ کعبہ کی طرح معزز بنا دیا:

((فَإِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ وَأَعْرَاضَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ كَحَرَمَةِ

يَوْمِكُمْ هَذَا فِي شَهْرِكُمْ هَذَا.)) ④

یقیناً تمہارا خون، تمہارا مال اور تمہاری عزت (تاقیامت) اسی طرح محترم ہے جس طرح

یہ دن، اس مہینہ میں اور اس شہر میں محترم ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب بندہ و رسول ﷺ کی محبت کو ملتِ اسلامیہ پر فرض کر دیا، اور

دنیا و آخرت کی تمام سعادتوں کو ذاتِ مصطفیٰ ﷺ کی اطاعت و محبت سے وابستہ کر دیا ہے۔

﴿قُلْ إِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ

① صحیح بخاری مع الفتح: ۲۰/۱۱.

② صحیح بخاری مع الفتح: ۲۰/۱۱۔ مسند أحمد: ۶۱۸۶/۹.

③ صحیح بخاری: ۲۳۴/۱۔ مسند أحمد: ۶۱۸۶/۹. ④ حوالہ ایضاً.

وَأَمْوَالٌ اقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسْكِينٌ تُرَضُّوْنَهَا
أَحَبُّ إِلَيْكُمْ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُوا حَتَّى
يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرٍ ۗ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ﴿٢٤﴾ (التوبة: ٢٤)

وہ ذاتِ رسول ﷺ ہی تھی کہ جس نے بھنگی ہوئی انسانیت کو صراطِ مستقیم پر لا کھڑا کیا، توحید کا جام پلا کر ایک طرف تو انہیں اس بت پرستی سے نکالا جو صدیوں سے ان کے رگ و پے میں سرایت کر گئی تھی، تو دوسری طرف ان کو تمام رشتوں ناطوں کی محبت سے آزاد کر دیا جو اللہ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کے مخالفین تھے۔ ذاتِ رسول ﷺ سے محبت ہی وہ جذبہ تھی جس نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اپنے خونی رشتے داروں سے بدر اور خندق وغیرہ کے مواقع پر لڑنے پر تیار کر دیا۔ اسی ذاتِ رسول اللہ ﷺ کے جلو میں مدینہ منورہ میں اللہ اور رسول ﷺ کی محبت کی فضاء خوب پروان چڑھی اور وہ اہل ایمان کے قلوب و اذہان میں سرایت کر گئی۔ آپ ﷺ کی سیرت طیبہ پر اتنا کچھ لکھا جا چکا ہے کہ اتنا اور کسی شخصیت کے بارے قطعاً نہیں لکھا گیا۔ مسلمانوں نے تو اپنے پیغمبر ﷺ کی سیرت و صورت پر لکھنا ہی تھا، خود غیر مسلم دنیا میں بھی آپ ﷺ کی حیاتِ طیبہ کو موضوعِ تحریر بنایا گیا، اور یہ سلسلہ تا حال جاری و ساری ہے، اور ختم ہوتا نظر نہیں آ رہا۔ بلکہ جوں جوں زمانہ ترقی کرتا جا رہا ہے، اسی رفتار سے آپ ﷺ کی حیاتِ مبارکہ کی اہمیت بڑھتی جا رہی ہے اور اس کے اثرات مسلم و غیر مسلم ہر دو اقوام پر نمایاں ہوں رہے ہیں۔

دورِ حاضر میں ایک طرف تو مغربی کلچر اپنی پوری آب و تاب سے مائل کر رہا ہے، تو دوسری طرف تعلیمی محاذ پر محبتِ رسول کو نابود کرنے کے لیے رسالتِ مآب ﷺ کی شانِ اقدس میں گستاخیاں کی جا رہی ہیں۔ دین سے دوری و بد عملی، تعیش، و ہوس پرستی اور دیگر تمام خطرات سے اس وقت ہی نبرد آزما ہونا ممکن ہے کہ جب ملتِ اسلامہ سوزِ صدیق اور جذبہٴ بلال رضی اللہ عنہ کو اپنا لے کیونکہ اس پر فتن دور میں اسوہ رسول ﷺ پر چل کر ہی مسلمان اندرونی و بیرونی فتنوں سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے بندہ ناچیز نے اس ”شانِ مصطفیٰ ﷺ“ نامی کتاب کو قرآن و سنت کی روشنی میں مرتب کرنے کی سعی کی ہے۔ یاد رہے کہ اس کتاب کا باب ”نبی

کریم ﷺ کی اخلاقی تعلیمات، اور بابِ نبی کریم ﷺ قیام امن کے لیے آئے تھے، جناب منیر احمد وقار صاحب کی کتاب ”پیغمبر امن“ سے ماخوذ ہے، مگر تبدیلی کے ساتھ۔ آخر میں میں جناب عمران ایوب لاہوری صاحب کا شکریہ ادا کرنا انتہائی ضروری سمجھتا ہوں کہ جنہوں نے اس کتاب کی نظر ثانی کا کام سرانجام دیا۔ جزاہ اللہ عنی و عن المسلمین خیر الجزاء۔

اس کے ساتھ ساتھ میں اپنے محترم و مخلص بھائی حافظ حامد محمود الخضریٰ کا شکریہ ادا کرتا ہوں جن کی تخریج، اضافہ جات اور ترتیب نے کتاب کو چار چاند لگا دیے۔ تصنیف کے میدان میں مجھے ان کی رہنمائی اور علمی تعاون نے بڑا حوصلہ بخشتا ہے۔ اور جملہ علمی کاموں میں وہ میرے شریک سفر ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل یہ ہے کہ وہ فضیلتہ الشیخ عبداللہ ناصر رحمانی حفظہ اللہ منج سلف کی حامل عظیم شخصیت کی رہنمائی میں کام کر رہے ہیں۔ ہمارے لیے فضیلتہ الشیخ کی سرپرستی بہت بڑی سعادت کی بات ہے۔ والحمد لله على ذلك .

میں ”انصار السنۃ پہلی یکشنز“ کے ممبران جناب محمد طارق جاوید، جناب محمد شاہد انصاری، محمد اکرم سلفی، ابو طلحہ، محمد ناظر سدھو اور جناب منصور سلیم کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں جن کا تعاون داسے درمے سخنے قدمے میرے ساتھ ہے۔ آخر میں انتہائی مناسب ہوگا کہ میں ابو مومن منصور احمد حفظہ اللہ کا شکریہ ادا کروں جو ہمارے ادارے کی کتب کی اشاعت کا بیڑہ اٹھاتے ہیں۔ اور ایسے ہی محمد رمضان محمدی صاحب جو کتاب کی پرنٹنگ اور مارکیٹنگ کے ذمہ داری بخوبی نبھاتے ہیں۔ اور بھائی عبدالرؤف جنہوں نے کمپوزنگ کی، بھائی سلیم اختر الہلالی، محمد الیاس دانش اور ندیم بھائی جنہوں نے کتاب کی پروف ریڈنگ کا کام سرانجام دیا۔ اللہ تعالیٰ کے حضور میں دعا گو ہوں کہ وہ میری اس کاوش کو شرف قبولیت سے نواز دے، اور ہمارے لیے ذخیرہ آخرت بنائے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد و علی آلہ و صحبہ وسلم .

و کتبہ

ابوحزہ عبدالخالق صدیقی

(مدیر) انصار السنۃ پہلی یکشنز، لاہور

باب نمبر 1

محمد مصطفیٰ ﷺ کی صورت

ولادت باسعادت:

آپ ﷺ مکہ میں شعب بنی ہاشم کے اندر ۹ ربیع الاول ۱ عام الفیل یوم دوشنبہ کو صبح کے وقت پیدا ہوئے۔ اس وقت نوشیرواں کی تخت نشینی کا چالیسواں سال تھا اور ۲۰ یا ۲۲ اپریل ۵۷۱ء کی تاریخ تھی۔ علامہ محمد سلیمان صاحب سلمان منصور پوری رحمہ اللہ اور محمود پاشا فلکی کی تحقیق یہی ہے۔^①

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

((وُلِدَ النَّبِيُّ ﷺ عَامَ الْفِيلِ .))^②

”نبی کریم ﷺ کی ولادت باسعادت عام الفیل میں ہوئی۔“

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ہی مروی ہے:

((وُلِدَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَوْمَ الْإِثْنَيْنِ فِي رَبِيعِ الْأَوَّلِ .))^③

”رسول اللہ ﷺ ربیع الاول کے مہینے میں بروز سوموار پیدا ہوئے۔“

① تاریخ حضری : ۱/۶۲ - رحمة للعالمین : ۱/۳۸، ۳۹ - اپریل کی تاریخ کا اختلاف عیسوی تقویم کے

اختلاف کا نتیجہ ہے۔ بحوالہ الرحیق المختوم، ص : ۸۳.

② مستدرک حاکم : ۲/۶۰۲، رقم : ۶۲۰۳۶ - حاکم نے اسے ”صحیح علی شرط الثمینی“ قرار دیا ہے۔ طبرانی

کبیر، رقم : ۱۲۴۳۲ - مجمع الزوائد : ۱/۱۹۶ - بیہقی نے اس کے رجال کو ”ثقة“ قرار دیا ہے۔

③ تاریخ ابن عساکر بحوالہ البداية والنهاية : ۳/۳۲ - طبع دار ابن کثیر، بیروت.

نبی کریم ﷺ کے پیارے اور بابرکت اسماء مبارکہ

اسم محمد اور احمد:

قرآن کریم میں آپ ﷺ کے دو نام ذکر ہوئے ہیں؛ ایک محمد اور دوسرا احمد۔ نام محمد چار مرتبہ ذکر ہوا ہے، چنانچہ محمد نام والی چار آیات درج ذیل ہیں:

﴿وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ﴾

(آل عمران : ۱۴۴)

”اور محمد نہیں ہیں مگر رسول، تحقیق ان سے پہلے بھی رسول گزر چکے ہیں۔“

﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ

النَّبِيِّينَ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا ﴿۴۰﴾﴾ (الاحزاب : ۴۰)

”(لوگو! تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ محمد نہیں، لیکن آپ اللہ تعالیٰ کے رسول

ہیں اور تمام نبیوں کے ختم کرنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔“

﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَآمَنُوا بِمَا نُزِّلَ عَلَى مُحَمَّدٍ وَهُوَ

الْحَقُّ مِنْ رَبِّهِمْ﴾ (محمد : ۲)

”اور جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کیے اور اس (کتاب) پر بھی ایمان لائے جو محمد

پر اتاری گئی ہے، دراصل ان کے رب کی طرف سے سچا دین بھی وہی ہے۔“

﴿مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ﴾

(الفتح : ۲۹)

”محمد اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں کافروں پر سخت ہیں اور آپس

میں رحمدل ہیں۔“

اور احمد نام صرف ایک بار سورۃ ”الصف“ میں ذکر ہوا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَإِذْ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ يَبْنِيْ اِسْرَءٰئِيْلَ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ

مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيِّ مِنَ التَّوْرَةِ وَ مُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّاتِيْ مِنْ

بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدٌ فَلَمَّا جَاءَهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ قَالُوا هَذَا سِحْرٌ مُّبِينٌ ﴿٦﴾

(الصف : ٦)

”اور جب مریم کے بیٹے عیسیٰ نے کہا: اے (میری قوم) بنی اسرائیل! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں، مجھ سے پہلے کی کتاب تورات کی میں تصدیق کرنے والا ہوں اور اپنے بعد آنے والے ایک رسول کی میں تمہیں خوشخبری سنانے والا ہوں، جن کا نام احمد ہے۔ پھر جب وہ ان کے پاس کھلی دلیلیں لائے تو یہ کہنے لگے، یہ تو کھلا جادو ہے۔“

”محمد“ کا معنی ہے قابل تعریف یا جس کی تعریف کی گئی ہو۔ اور ”احمد“ اگر فاعل سے مبالغہ کا صیغہ ہو تو معنی ہوں گے ”دوسرے تمام لوگوں سے زیادہ اللہ کی حمد کرنے والا“۔ اور اگر یہ مفعول سے ہو تو معنی ہوں گے کہ آپ ﷺ کی خوبیوں اور کمالات کی وجہ سے جتنی تعریف آپ ﷺ کی کی گئی اتنی کسی کی بھی نہیں کی گئی۔¹

مزید چند اسمائے مبارکہ:

”محمد“ اور ”احمد“ کے علاوہ بھی آپ ﷺ کے چند اسماء مبارکہ ہیں جن کا بیان مختلف احادیث صحیحہ میں موجود ہے جیسا کہ سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

((كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُسَمِّي لَنَا نَفْسَهُ أَسْمَاءً ، فَقَالَ : أَنَا مُحَمَّدٌ ، وَأَحْمَدٌ ، وَالْمُقْتَبِيُّ ، وَالْحَاشِرُ ، وَنَبِيُّ التَّوْبَةِ ، وَنَبِيُّ الرَّحْمَةِ))²

”ہمیں رسول اللہ ﷺ نے اپنے بہت سے ناموں سے آگاہ فرمایا۔ چنانچہ آپ نے بتایا کہ میں محمد ہوں، میں احمد ہوں، میں مقتبی ہوں، میں حاشر ہوں، میں نبی التوبہ ہوں اور میں نبی الرحمہ ہوں۔“

¹ تفسیر احسن البیان، ص: ۱۰۷۳.

² صحیح مسلم، کتاب الفضائل، رقم: ۶۱۰۸.

سیدنا جبر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

((اِنِّ لِيْ اَسْمَاءَ، اَنَا مُحَمَّدٌ، وَاَنَا اَحْمَدُ، وَاَنَا الْمَاجِي الَّذِي يَمْحُو اللّٰهُ بِى الْكُفْرَ، وَاَنَا الْحَاشِرُ الَّذِي يُحْشِرُ النَّاسُ عَلٰى قَدَمِيَّ، وَاَنَا الْعَاقِبُ وَالْعَاقِبُ الَّذِي لَيْسَ بَعْدَهُ نَبِيٌّ))^①

”میرے کئی نام ہیں؛ میں محمد ہوں، میں احمد ہوں، میں ماجی (مٹانے والا) ہوں جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کفر کو مٹائے گا، میں حاشر (اکٹھا کرنے والا) ہوں کہ لوگ میری پیروی کرتے ہوئے اکٹھے کیے جائیں گے، اور میں عاقب ہوں اور عاقب سے مراد وہ نبی ہے جس کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔“

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے بھی ایک مقام پر آپ ﷺ کے اسماء مبارکہ کا ذکر فرماتے

ہوئے ”محمد، احمد، ماجی، حاشر اور عاقب“ کا ذکر فرمایا ہے۔^②

امام ابن قیم رحمہ اللہ نے فرمایا ہے:

”نبی کریم ﷺ کے تمام نام محض نام نہیں، بلکہ صفات بھی ہیں، جو آپ ﷺ کی

مدح اور آپ کے کمال پر دلالت کرتی ہیں۔“^③

امام زرقانی رحمہ اللہ نے نقل فرمایا ہے:

”نبی کریم ﷺ کے تمام اسماء مبارکہ انتہائی معزز اور پروقار معانی پر دلالت کرتے

ہیں۔ اسی لیے امام ابن قیم رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ ”محمد“ صرف نام نہیں، بلکہ

آپ ﷺ کے حق میں صفت بھی ہے، جبکہ آپ ﷺ کے علاوہ ہر ایک کے حق

میں صرف نام ہے۔“^④

① صحیح بخاری، کتاب المناقب، رقم: ۳۵۳۲۔ صحیح مسلم، کتاب الفضائل، رقم: ۶۱۰۶۔

② الرسالة التدميرية، ص: ۴۲۔

③ زاد المعاد: ۸۶/۱۔

④ شرح المواهب: ۱۱۳/۳۔

شیخ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ نے فرمایا ہے:

”نبی کریم ﷺ کے تمام اسماء مبارکہ نام بھی ہیں، اور صفات بھی۔“^①

بشیر اور نذیر نبی ﷺ:

اس سلسلے میں چند آیات حسب ذیل ہیں:

﴿إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ بِالْحَقِّ بَشِيرًا وَنَذِيرًا ۗ وَلَا تُسْأَلُ عَنْ أَصْحَابِ الْجَحِيمِ ﴿١١٩﴾﴾

(البقرة: ۱۱۹)

”(اے پیغمبر!) ہم نے آپ کو حق کے ساتھ خوش خبری دینے والا، اور ڈرانے والا بنا

کر بھیجا ہے۔ اور جہنمیوں کے بارے میں آپ سے پرش نہیں ہوگی۔“

﴿يَا أَهْلَ الْكِتَابِ قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ عَلَى فَتْرَةٍ مِّنَ

الرُّسُلِ أَنْ تَقُولُوا مَا جَاءَنَا مِن بَشِيرٍ وَلَا نَذِيرٍ ۚ فَقَدْ جَاءَكُمْ بَشِيرٌ

وَنَذِيرٌ ۗ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿١٩﴾﴾ (المائدة: ۱۹)

”اے اہل کتاب! بالیقین ہمارا رسول تمہارے پاس رسولوں کی آمد کے ایک وقفے

کے بعد آ پہنچا ہے۔ جو تمہارے لیے صاف صاف بیان کر رہا ہے تاکہ تمہاری یہ

بات نہ رہ جائے کہ ہمارے پاس تو کوئی بھلائی، برائی سنانے والا آیا ہی نہیں۔ پس

اب تو یقیناً خوش خبری سنانے والا، اور آگاہ کرنے والا، آ پہنچا۔ اور اللہ ہر چیز پر

پوری طرح قادر ہے۔“

﴿وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا ۗ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ

لَا يَعْلَمُونَ ﴿٢٨﴾﴾ (سبا: ۲۸)

”ہم نے آپ کو تمام لوگوں کے لیے خوش خبریاں سنانے والا، اور دھمکا دینے والا بنا

کر بھیجا ہے، ہاں! یہ صحیح ہے کہ لوگوں کی اکثریت بے علم ہے۔“

﴿وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِّن رَّبِّهِ ۗ إِنَّمَا أَنْتَ

① المحلی شرح القواعد المثلی: ۱/۵.

﴿الرعد : ۷﴾ مُنْذِرٌ وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ﴿۷﴾

”اور کافر کہتے ہیں کہ اس پر اس کے رب کی طرف سے کوئی نشان (معجزہ) کیوں نہیں اتارا گیا۔ بات یہ ہے کہ آپ تو صرف ڈرانے والے ہیں اور ہر قوم کے لیے ہادی ہیں۔“

﴿قُلْ مَا كُنْتُ بِدَعَاءِ مَنْ الرُّسُلِ وَمَا أَدْرِي مَا يُفْعَلُ بِي وَلَا بِكُمْ ۖ إِنَّا نَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَىٰ إِلَيَّ وَمَا أَنَا إِلَّا نَذِيرٌ مُّبِينٌ ﴿۹﴾﴾ (الاحقاف : ۹)

”آپ کہہ دیجئے کہ میں کوئی بالکل نیا پیغمبر تو نہیں، نہ مجھے یہ معلوم ہے کہ میرے ساتھ اور تمہارے ساتھ کیا کیا جائے گا۔ میں تو صرف اسی کی پیروی کرتا ہوں جو میری طرف وحی بھیجی جاتی ہے۔ اور میں تو صرف علی الاعلان آگاہ کر دینے والا ہوں۔“

شہاد اور مبشر نبی ﷺ:

﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ﴿۳۵﴾ وَدَاعِيًا إِلَى اللَّهِ بِآذَانِهِ وَسِرَاجًا مُنِيرًا ﴿۳۶﴾﴾ (الاحزاب : ۴۵، ۴۶)

”اے نبی! یقیناً ہم نے ہی آپ کو رسول بنا کر بھیجا ہے، گواہیاں دینے والا، خوشخبریاں سنانے والا، ڈرانے والا، اور اللہ کے حکم سے اس کی طرف بلانے والا اور روشن چراغ۔“

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”مجھ پر یہ آیت نازل ہوئی ہے ”یقیناً ہم نے آپ کو حق کے ساتھ خوشخبریاں سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر مبعوث کیا ہے“ تو میں جنت کی خوشخبری دینے والا اور جہنم سے ڈرانے والا ہوں۔“^①

عبدالرحمن السعدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”﴿بشیر﴾ یعنی آپ ﷺ اس شخص کو دنیاوی اور اخروی سعادت کی خوشخبری

① تفسیر ابن ابی حاتم : ۳۵۴/۱.

سنانے والے ہیں جس نے آپ ﷺ کی اطاعت کی۔ ﴿نذیر﴾ اور اس شخص کو دنیاوی اور اخروی بدبختی اور ہلاکت سے ڈرانے والے ہیں، جس نے آپ ﷺ کی نافرمانی کی۔“^①

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو حسی و ظاہری اوصافِ کاملہ سے معمور فرمایا ہے۔ جس قدر بدنی خوبیاں نبی کریم ﷺ میں جمع فرمادی گئی ہیں وہ کسی اور کے بدن میں نہیں رکھی گئیں۔ آپ ﷺ بدنی محاسن اور ظاہری خوبصورتی کے لحاظ سے بھی بے مثل ہیں، اور بدنی محاسن میں اکمل ترین ہیں اور آپ ﷺ کو ہر جسمانی نقص سے پاک و مبرا پیدا کیا گیا ہے۔ ذیل کی سطور میں ہم آپ کے حلیہ مبارک کے متعلق علماء کرام کے چند اقوال اور احادیث رسول ﷺ پیش کرتے ہیں۔

علامہ قسطلانی کا بیان:

((اعْلَمَ أَنَّ مِنْ تَمَامِ الْإِيْمَانِ بِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْإِيْمَانُ بِأَنَّ اللَّهَ تَعَالَى جَعَلَ خَلْقَ بَدْنِهِ الشَّرِيفِ عَلَى وَجْهِ لَمْ يَطْهَرُ قَبْلَهُ وَلَا بَعْدَهُ خَلْقَ آدَمِيٍّ مِثْلَهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .))^②

”معلوم ہو کہ نبی کریم ﷺ پر ایمان لانے کی تکمیل تب ہوتی ہے کہ اس بات پر ایمان ہو کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کے بدن شریف کی پیدائش اس طریقہ پہ کی کہ نبی کریم ﷺ سے پہلے اور آپ کے بعد کسی آدمی کی خلقت اس طرح نہ ہوئی۔“

چشمانِ ودہن مبارک:

((عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ سَمْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ضَلِيعَ الْفَمِ أَشْكَلَ الْعَيْنِ مَنْهُوشَ

① تفسیر السعدی: ۱/۱۵۶.

② زرقانی علی المواہب: ۴/۷۰.

العقب .)) ❶

”سماک رحمہ اللہ بن حرب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں نے سیدنا جابر بن سمیرہ رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ کا دہن مبارک کشادہ، آنکھیں فراخ اور سرخی مائل، اور ایڑیاں مبارک دہلی پتلی تھیں۔“

دست مبارک کی خوشبو:

((عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمْرَةَ قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ صَلَاةَ الْأُولَى، ثُمَّ خَرَجَ إِلَىٰ أَهْلِهِ وَخَرَجْتُ مَعَهُ، فَاسْتَقْبَلَهُ وِلْدَانٌ، فَجَعَلَ يَمْسَحُ خَدِّي أَحَدِهِمْ وَاحِدًا وَاحِدًا، قَالَ: وَآمَأَ أَنَا فَمَسَحَ خَدِّي، قَالَ: فَوَجَدْتُ لِيَدِهِ بَرْدًا أَوْ رِيحًا كَأَنَّمَا أَخْرَجَهَا مِنْ جُودَةِ عَطَّارٍ.)) ❷

”سیدنا جابر بن سمیرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھی، پھر آپ اپنے گھر کی طرف گئے۔ میں بھی آپ کے ساتھ گیا، سامنے سے کچھ بچے آئے، آپ ﷺ نے ان میں سے ہر ایک کے رخسار پر ہاتھ پھیرا، اور میرے رخسار پر بھی ہاتھ پھیرا۔ میں نے آپ ﷺ کے دست اقدس کی ٹھنڈک اور خوشبو یوں محسوس کی جیسے آپ نے عطار کے ڈبہ سے ہاتھ باہر نکالا ہو۔“

قلبِ مصطفیٰ ﷺ:

قلبِ مصطفیٰ ﷺ علوم و اسرار کا مرکز ہے جس کی کیفیت سے پروردگار ہی واقف ہے، نبی

❶ سنن ترمذی، ابواب المناقب، رقم: ۶۳۴۷۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ”صحیح“ کہا ہے۔

❷ صحیح مسلم، کتاب الفضائل، رقم: ۶۰۵۲۔

کریم ﷺ کا قلب پاک ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے سرشار رہتا۔ آپ جب سوتے تو آپ ﷺ کا قلب مبارک بیدار رہتا۔ اگر آپ ﷺ کے پاس نیند کے دوران بات کی جاتی تو آپ اسے سنتے۔ ایک دفعہ آپ ﷺ سوئے ہوئے تھے کہ دو فرشتے آپ کے پاس آئے اور انہوں نے آپ کی دعوت مبارک اور قلب انور کی خصوصیات بیان کیں۔ آپ ﷺ نے ان کی گفتگو سے امت کو آگاہ کیا۔ صحیح بخاری کی روایت میں ہے۔

((عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ يَقُولُ: جَاءَتْ مَلَائِكَةٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ نَائِمٌ، فَقَالَ بَعْضُهُمْ: إِنَّهُ نَائِمٌ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: إِنَّ الْعَيْنَ نَائِمَةٌ وَالْقَلْبَ يَقْظَانُ، فَقَالُوا: إِنَّ لِرِصَاحِكُمْ هَذَا مَثَلًا فَاضْرِبُوا لَهُ مَثَلًا، فَقَالَ بَعْضُهُمْ: إِنَّهُ نَائِمٌ، وَقَالَ بَعْضُهُمْ: إِنَّ الْعَيْنَ نَائِمَةٌ وَالْقَلْبَ يَقْظَانُ فَقَالُوا: مِثْلُهُ كَمِثْلِ رَجُلٍ بَنَى دَارًا وَجَعَلَ فِيهَا مَادُبَةً، وَبَعَثَ دَاعِيًا فَمَنْ أَجَابَ الدَّاعِيَ دَخَلَ الدَّارَ وَأَكَلَ مِنَ الْمَادِبَةِ، وَمَنْ لَمْ يُجِبِ الدَّاعِيَ لَمْ يَدْخُلِ الدَّارَ وَلَمْ يَأْكُلْ مِنَ الْمَادِبَةِ فَقَالُوا: أَوَلَوْهَا لَهُ يَفْقَهُهَا فَقَالَ بَعْضُهُمْ: إِنَّهُ نَائِمٌ وَقَالَ بَعْضُهُمْ: إِنَّ الْعَيْنَ نَائِمَةٌ وَالْقَلْبَ يَقْظَانُ فَقَالُوا: فَالدَّارُ الْجَنَّةُ وَالدَّاعِيَ مُحَمَّدٌ ﷺ، فَمَنْ أَطَاعَ مُحَمَّدًا ﷺ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ، وَمَنْ عَصَى مُحَمَّدًا ﷺ فَقَدْ عَصَى اللَّهَ، وَمُحَمَّدٌ ﷺ فَرَقٌ بَيْنَ النَّاسِ.)) ❶

”سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ کچھ فرشتے نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوئے جبکہ آپ سوئے ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک نے کہا کہ یہ تو سوئے ہوئے ہیں۔ دوسرے نے کہا کہ ان کی آنکھ سوتی اور دل جاگتا رہتا ہے۔ پس انہوں نے کہا کہ آپ کے اس صاحب کی مثال ہے لہذا وہ مثال بیان کرو۔ ایک

❶ صحیح بخاری کتاب الاعتصام، رقم: ۷۲۸۱۔

نے کہا کہ وہ تو سوئے ہوئے ہیں۔ دوسرے نے کہا کہ ان کی آنکھ سوتی اور دل بیدار رہتا ہے۔ پس انہوں نے کہا کہ ان کی مثال اس آدمی جیسی ہے جس نے ایک گھر بنایا، اور اس میں دسترخوان بچھایا اور بلانے والے کو بھیجا۔ پس جس نے دعوت قبول کر لی وہ گھر میں داخل ہوا، اور دسترخوان سے کھانا کھایا۔ اور جس نے دعوت قبول نہ کی وہ گھر میں داخل ہوا اور نہ دسترخوان سے کھانا کھاسکا۔ ایک نے ان میں سے کہا کہ اس کا مطلب بیان کیجئے تاکہ بات سمجھ میں آ جائے۔ چنانچہ ان میں سے ایک نے کہا کہ یہ تو سوئے ہوئے ہیں۔ دوسرے نے کہا کہ آنکھ سوتی ہے اور دل بیدار رہتا ہے۔ پس انہوں نے کہا کہ گھر سے مراد جنت ہے۔ بلانے والے سے محمد ﷺ مراد ہیں۔ پس جس نے محمد ﷺ کی اطاعت کی اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی، اور جس نے محمد ﷺ کی نافرمانی کی تو اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی۔ محمد ﷺ اچھے اور برے لوگوں میں فرق کرنے والے ہیں۔“

سر مبارک:

سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”آپ کا سر بڑا مگر اعتدال اور مناسبت کے ساتھ۔“^①

موئے مبارک:

سیدنا قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

((قُلْتُ لَانَسِ بْنِ مَالِكٍ كَيْفَ كَانَ شَعْرُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَالَ:

كَانَ شَعْرًا رَجُلًا لَيْسَ بِالْجَعْدِ وَلَا السَّبْطِ بَيْنَ أُذُنَيْهِ وَعَاتِقِهِ))^②

”میں نے انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا رسول اللہ ﷺ کے بال کیسے تھے؟ انہوں نے کہا

کہ آپ ﷺ کے بال درمیان تھے، نہ بہت گھنگھریالے تھے، نہ بالکل سیدھے۔

وہ (بال) کانوں اور کندھوں کے درمیان تک تھے۔“

① سنن ترمذی، کتاب المناقب، رقم: ۳۶۳۷۔ البانی رضی اللہ عنہ نے اسے ”صحیح“ کہا ہے۔

② صحیح مسلم، کتاب الفضائل، رقم: ۶۰۶۷۔

سیدنا حنیفہ سوانی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے:

((قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ وَرَأَيْتُ بَيَاضاً مِنْ تَحْتِ شَفْتَيْهِ الْعَنْفَقَةَ)) ①

”میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا ہے کہ آپ ﷺ کے نچلے ہونٹ کے نیچے

ٹھوڑی مبارک میں کچھ بال سفید تھے۔“

کندھے اور سینہ مبارک:

ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ:

”آپ ﷺ کا سینہ چوڑا، سینہ اور پیٹ ہموار تھے۔“ ②

براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

”آپ ﷺ کا سینہ چوڑا تھا۔“ ③

ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ اور براء بن عازب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

”آپ ﷺ کے کندھوں کا درمیانی فاصلہ عام پیمانے سے زیادہ تھا۔“ ④

امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”کندھوں کا درمیان حصہ پر گوشت تھا۔“ ⑤

مہر نبوت:

((عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ: كَانَ خَاتَمُ رَسُولِ ﷺ يَعْنِي الَّذِي بَيْنَ

كَتْفَيْهِ عُدَّةٌ حُمْرَاءٌ مِثْلَ بَيْضَةِ الْحَمَامَةِ)) ⑥

”جابر بن سمرة رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ دونوں کندھوں کے درمیان مہر نبوت کبوتری کے

① صحیح بخاری، کتاب المناقب، رقم: ۳۵۴۵۔

② دلائل النبوة: ۲۱۲/۱۔

③ صحیح بخاری، کتاب المناقب، رقم: ۳۵۵۱۔

④ دلائل النبوة: ۳۱۲/۱۔

⑤ دلائل النبوة: ۲۰۱/۱۔

⑥ سنن ترمذی، ابواب المناقب رقم: ۳۶۴۴۔ علامہ البانی رضی اللہ عنہ نے اسے ”صحیح“ کہا ہے۔

انڈے کی طرح گوشت کی سرخ گلٹی تھی۔“

بازو اور ہاتھ مبارک:

ہند بن ابی ہالہ کا بیان ہے:

”آپ ﷺ کی کلائیاں دراز، ہتھیلیاں فراخ، انگلیاں موزوں حد تک لمبی تھیں۔“ ❶

سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((مَا مَسَسْتُ حَرِيرًا وَلَا دِيْبَانًا أَلَيْنَ مِنْ كَفِّ النَّبِيِّ ﷺ)) ❷

”ریشم کا دبیز یا باریک کوئی کپڑا یا کوئی اور چیز ایسی نہیں جسے میں نے چھوا ہوا اور وہ نبی کریم ﷺ کی ہتھیلیوں سے زیادہ نرم و گزار ہو۔“

چہرہ انور کی چاند کے ٹکڑے کی طرح چمک:

((وَعَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا سُرَّ اسْتَنَارَ وَجْهُهُ حَتَّى كَأَنَّهُ قِطْعَةُ قَمَرٍ ، وَكُنَّا نَعْرِفُ ذَلِكَ مِنْهُ)) ❸

”سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ جب خوش ہوتے تو چہرہ انور دمک اٹھتا تھا۔ پر نور چہرہ یوں محسوس ہوتا کہ گویا چاند کا ٹکڑا ہے، اور ہم اس بات کو پہچان لیا کرتے۔“

چودھویں رات کے چاند کی طرح چہرہ مبارک کی خوبصورتی:

((عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: سَأَلْتُ خَالِيَّ هِنْدًا بْنَ أَبِي هَالَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَكَانَ وَصَافِعًا عَنْ حِلْيَةِ النَّبِيِّ ﷺ ، وَاشْتَهَى أَنْ يَصِفَ لِي مِنْهَا شَيْئًا فَقَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَخِمًا مُفَخَّمًا يَتَلَا

❶ دلائل النبوة : ۱/۲۱۳ .

❷ صحيح بخارى، كتاب المناقب، رقم: ۳۵۶۱ .

❸ صحيح بخارى، كتاب المناقب، رقم: ۳۵۵۶ - صحيح مسلم، كتاب التوبة، رقم: ۷۰۱۶ .

لَا وَجْهَهُ تَلَا لَا الْقَمَرَ لَيْلَةَ الْبَدْرِ)) ❶

”سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے ماموں ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے نبی کریم ﷺ کے حلیہ مبارک کے بارے میں پوچھا۔ آپ (ہند بن ابی ہالہ) حلیہ مبارک سے زیادہ واقف تھے۔ اور میں چاہتا تھا کہ وہ مجھ سے نبی کریم ﷺ کے بارے میں کچھ بیان کریں۔ انہوں نے یعنی (ہند بن ابی ہالہ) نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نہایت ذیشان معزز تھے۔ اور آپ کا چہرہ مبارک چودھویں کے چاند کی طرح چمکتا تھا۔“

چاند کی طرح خوبصورت چہرہ مبارک:

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے اپنے محبوب کے چہرہ انور کے حسن کو چاند سے مشابہ فرمایا ہے:

((عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَكَانَ وَجْهُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ مِثْلَ السَّيْفِ؟ قَالَ: لَا، بَلْ مِثْلَ الْقَمَرِ.)) ❷

”سیدنا ابواسحاق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا نبی کریم ﷺ کا چہرہ مبارک تلوار کی طرح تھا؟ انہوں نے کہا نہیں، چاند کی طرح تھا۔“ (یعنی چہرہ مبارک لمبائیں تھا بلکہ قدرے گول تھا۔)

چاند سے بھی خوبصورت چہرہ مبارک:

سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ نے چودھویں رات میں بار بار چاند اور چہرہ مصطفیٰ ﷺ کو دیکھ

کر یہ فیصلہ کیا کہ رسول اللہ ﷺ چودھویں رات کے چاند سے بھی زیادہ حسین ہیں۔

((عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فِي لَيْلَةٍ

❶ الشمائل النبويه، رقم: ۸ - شعب الايمان، رقم: ۱۴۳۰ - شرح السنة، رقم: ۳۷۰۵ - مجمع الزوائد:

۳۴۹/۸ - یہ حدیث ”حسن الخیرہ“ ہے۔

❷ صحیح بخاری، کتاب المناقب، رقم: ۳۵۵۲.

أَضْحِيَانٍ وَعَلَيْهِ حُلَّةٌ حَمْرَاءُ، فَلَهُوَ عِنْدِي أَحْسَنُ مِنَ الْقَمَرِ)) ❶
 ”سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں نے رسول اللہ ﷺ کو چودھویں
 رات میں دھاری دار سرخ یعنی جوڑا پہنے ہوئے دیکھا، میں (کبھی) آپ کی
 طرف دیکھتا اور کبھی چاند کی طرف۔ تو آپ میرے نزدیک یقیناً چاند سے زیادہ
 حسین تھے۔“

چہرہ مصطفیٰ ﷺ میں سورج کا عکس بنا:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک چہرہ مصطفیٰ ﷺ کی لطافت آئینہ کی طرح تھی۔ وہ اپنا
 مشاہدہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ رخِ مصطفیٰ ﷺ اس قدر چمکتا تھا کہ سورج کی چمک
 اس مبارک چہرے میں نظر آتی اور یوں لگتا کہ سورج چہرہ مصطفیٰ ﷺ کے آئینہ مبارک میں چل
 رہا ہے۔

((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: مَا رَأَيْتُ شَيْئًا أَحْسَنَ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ
 كَانَ الشَّمْسُ تَجْرِي فِي مِثْلِهِ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، كَأَنَّهَا
 الْأَرْضُ تُطْوِي لَهُ إِنَّا لَنُجْهِدُ أَنْفُسَنَا وَإِنَّهُ لَغَيْرُ مُكْتَرٍ)) ❷

”سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم ﷺ سے زیادہ حسین
 کوئی چیز نہیں دیکھی گویا کہ چہرہ انور میں سورج چلتا تھا۔ اور میں نے رسول
 اللہ ﷺ سے زیادہ تیز چلنے والا بھی کوئی نہیں دیکھا۔ گویا کہ آپ ﷺ کیلئے
 زمیں لپیٹ دی جاتی تھی۔ ہم (چلتے وقت) اپنے آپ کو مشقت میں ڈالتے تھے او
 آپ ﷺ بلا تکلف چلتے تھے۔“

❶ الشمائل النبویہ، باب ماجاء فی خلق رسول اللہ ﷺ، رقم: ۱۰۔ مستدرک حاکم، رقم: ۷۴۶۱۔
 امام حاکم نے اسے ”صحیح الاسناد“ کہا ہے۔

❷ مسند احمد: ۲/۳۵۰۔ رقم: ۸۰۴۱۔ شعیب ارناؤ نے اسے ”حسن“ کہا ہے۔

دن کو اسی سے روشنی شب کو اسی سے چاندنی

سچ تو یہ ہے کہ رُخِ یارِ شمس بھی ہے قمر بھی ہے

چہرہ مصطفیٰ ﷺ کی طلوع آفتاب سے تشبیہ:

مکھڑائے مصطفیٰ ﷺ کی تمثیل طلوع آفتاب کے حسین منظر سے بیان کرنا بھی نبی کریم ﷺ کے جمال مبارک کو سمجھانے کی کوشش ہے، اور بیان کرنے والے کی عقیدت کا اظہار ہے اور مجانبِ مصطفیٰ ﷺ کی مدح سرائی کا ایک طریقہ ہے۔

((وَعَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ قَالَ ، قُلْتُ لِلرَّبِيِّعِ

بِنْتِ مُعَوِذِ بْنِ عَفْرَاءَ صِفَى لَنَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَتْ: يَا بَنِي!

لَوْ رَأَيْتَهُ رَأَيْتَ الشَّمْسَ طَالِعَةً.)) ❶

”سیدنا ابو عبیدہ بن عمار یاسر کا بیان ہے کہ میں ربیع بنت معوذ بن عفراء رضی اللہ عنہا کی

خدمت میں عرض گزار ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کا ہمارے لیے حلیہ بیان فرمائیے۔

چنانچہ انہوں نے فرمایا: اے بیٹے! اگر تم انہیں دیکھتے تو سمجھتے گویا طلوع ہوتا ہوا

سورج دیکھ لیا۔“

صحابی رسول اللہ ﷺ نے حضور نبی اکرم ﷺ کے جمال کو بڑی اعلیٰ مثال کے ساتھ

بیان کر کے جمالِ مصطفیٰ ﷺ کا نقشہ بعد میں آنے والوں کے قلوب میں نقش کیا ہے۔

فارسی کا شعر بھی حضور نبی کریم ﷺ کے حسن مبارک کی ایک جھلک پیش کرتا ہے۔

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضاداری

آنچه خوبان همه دارند تو تنها داری

نبی کریم ﷺ سے زیادہ حسین میں نے نہیں دیکھا:

ابو الطفیل رضی اللہ عنہ کے قربان جائیں کہ انہوں نے جمال نبی ﷺ کو بیان کرتے ہوئے

❶ مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الفضائل، رقم: ۵۷۹۳۔ سنن دارمی، رقم: ۶.

سفید اور لیچ فرمایا یعنی اس حسن مبارک کی محبت کا ذائقہ کی مثال نمک ہے کہ اس کے سوا کوئی کھانا دل کو اچھا نہیں لگتا اور نہ کسی چیز کا ذائقہ پسند آتا ہے۔

((عَنْ أَبِي الطُّفَيْلِ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ وَمَا عَلِيٌّ وَجْهَهُ
الْأَرْضِ رَجُلٌ رَأَاهُ غَيْرِي قَالَ: فَقُلْتُ لَهُ: فَكَيْفَ رَأَيْتَهُ؟ قَالَ: كَانَ
أَبْيَضَ مَلِيحًا مُقَصَّدًا)) ❶

”سیدنا ابو الطفیل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا تھا اور اب میرے سواروئے زمین پر کوئی شخص نہیں ہے جس نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہو۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا، آپ نے رسول اللہ ﷺ کو کس حلیہ میں دیکھا تھا؟ انہوں نے کہا کہ آپ سفید لیچ اور میانہ قامت تھے۔“

ڈھالی ہوئی چاندی کی مثل سفید و چمکتا چہرہ:

نبی کریم ﷺ کے چہرہ مبارک کی سفیدی کی چمک کی جاذبیت ڈھالی گئی چاندی سے زیادہ ہے۔ سر مبارک پر سیاہ موئے مبارک نے آپ ﷺ کے حسن مبارک کو چار چاند لگا دیئے۔ یہ تمثیل بعد میں آنے والوں کے دلوں میں اس حسن کامل کا ایک خاص احساس پیدا کرتی ہے۔

((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَبْيَضَ كَأَنَّمَا
صِغَعُ مِنْ فِضَّةٍ رَجُلَ الشَّعْرِ)) ❷

”سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سفید رنگ تھے گویا کہ چاندی ڈھالی گئی ہو، اور آپ کے بال کسی قدر سیدھے گھنگریالے تھے۔“

سونے کی طرح چمکتا چہرہ مبارک:

سیدنا جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ حضور ﷺ کو انتہائی مسرت و انبساط میں دیکھا تو ان کے ایمان نے حضور ﷺ کے چہرہ مبارک کے حسن کی تصویر کھینچ لی، اور پھر اپنے الفاظ

❶ صحیح مسلم، کتاب الفضائل، رقم: ۶۰۷۲۔

❷ الشمائل النویہ، باب ماجاء فی خلق رسول اللہ، رقم: ۱۲۔ صحیح الجامع الصغیر، رقم: ۴۶۱۹۔

میں اس چہرہ اقدس کی تابانی کو بیان فرمایا۔ انہوں نے اپنے ایمان اور عقیدت کی روشنی میں نبی کریم ﷺ کے چہرہ مبارک کی چمک کو سونے کی چمک کی مانند قرار دیا۔ آئیے اس بیان کو ان کی زبانی سنئے:

سیدنا جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ شروع دن میں ایسا وفد حاضر ہوا جن میں سے اکثر کا تعلق قبیلہ ”مضر“ سے تھا۔ فاقہ کشی سے ان کا حال خستہ ہو چکا تھا۔ ان کے بدن اور پاؤں بھی ننگے تھے۔ نبی کریم ﷺ ان کی حالت دیکھ کر مغموم ہو گئے اور آپ ﷺ کا چہرہ مبارک ان پر رحم و شفقت کی بنا پر بدل گیا۔ اس کے متعلق راوی کا بیان یہ ہے:

((فَتَغَيَّرَ وَجْهَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ لَمَّا رَأَى بِهِمْ مِنَ الْفَاقَةِ))

”رسول اللہ ﷺ نے جب ان کی مفلسی اور ضرورت کو دیکھا تو آپ کا چہرہ انور بدل گیا۔“

پھر آپ ﷺ کے حکم سے مسلمانوں کو اکٹھا کرنے کیلئے اذان کہی گئی۔ جب وہ مسجد نبوی میں حاضر ہو گئے تو آپ ﷺ نے مسلمانوں کو آنے والے وفد کی مالی مدد کیلئے ابھارا۔ اس کے بعد لوگ اپنے اپنے گھروں سے کھجور، کپڑے، اشرفیاں، روپیہ، گندم وغیرہ لالا کر مسجد میں رکھتے گئے، حتیٰ کہ ان چیزوں کے مسجد میں دو ڈھیر لگ گئے۔

نبی کریم ﷺ صحابہ رضی اللہ عنہم کے اس عمل سے بہت خوش ہوئے، اور اس خوشی میں آپ ﷺ کا چہرہ مبارک چمکنے لگا۔ صحابی رسول نے اسے سونے کی چمک سے تشبیہ دے کر یوں بیان کیا:

((حَتَّى رَأَيْتُ وَجْهَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ يَتَهَلَّلُ كَأَنَّهُ مُذَهَبَةٌ.)) ❶

”میں نے دیکھا کہ سرور کونین ﷺ کا رخ انور ایسے چمک رہا تھا جیسے سونا۔“

چہرہ مبارک گویا کہ قرآن کا ایک ورق:

قرآن کریم کی ضیا پاشیوں کی طرح چہرہ مصطفیٰ ﷺ کی چمک بے مثل ہے۔ اس لیے

❶ سنن نسائی، کتاب الزکاة رقم: ۲۵۵۴۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ”صحیح“ کہا ہے۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے آپ کے چہرہ اقدس کو قرآن کے ورق سے تشبیہ دی ہے۔

((عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: أَخِرُ نَظْرَةَ نَظَرْتَهَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ كَشَفَ السِّتَارَةَ يَوْمَ الْإِثْنَيْنِ فَنَظَرْتُ إِلَى وَجْهِهِ كَانَ وَرَقَةً مُصْحَفٍ، وَالنَّاسُ يُصَلُّونَ خَلْفَ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَكَادَ النَّاسُ أَنْ يَضْطَرِبُوا فَأَشَارَ إِلَى النَّاسِ أَنْ اسْتَوُوا وَأَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يُؤْمَهُمْ، وَالْقَى السَّجْفَ، وَتَوَقَّى مِنْ آخِرِ ذَلِكَ الْيَوْمِ)) ①

”سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں نے آخری مرتبہ رسول کریم ﷺ کی طرف اس وقت دیکھا جب آپ نے سوموار کے دن کھڑکی سے پردہ ہٹایا۔ میں نے آپ کے چہرہ انور کی طرف دیکھا تو ایسا معلوم ہوا گویا کہ قرآن پاک کا ایک ورق ہے۔ اس وقت صحابہ کرام، سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے۔ قریب تھا کہ لوگوں میں حرکت پیدا ہوتی، آپ ﷺ نے انہیں اپنی جگہ ٹھہرنے کا حکم فرمایا۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ان کی امامت فرما رہے تھے۔ پھر آپ ﷺ نے پردہ ڈال دیا۔ اسی دن پچھلے پہر آپ کا وصال ہو گیا۔“

چہرہ مصطفیٰ ﷺ مثل قرآن ہے

پھول کی مثل کھلا ہوا چہرہ مبارک:

کھلے ہوئے پھول کا منظر بھی بڑا مسحور کن اور دلکش ہوتا ہے مگر اسے دوام نہیں۔ وہ چند لمحوں کیلئے اپنی خوشبو بکھیر کر چلتا بنتا ہے، مگر مکھڑائے مصطفیٰ ﷺ کی مہک و شادابی کو اللہ تعالیٰ نے بقا و دوام عطا کر دیا ہے اور اس کی مہک تا قیامت آنے والے محبین کے دلوں کو معطر کرتی رہے گی۔ ایک صحابی اس چہرہ مبارک کو کھلے ہوئے پھول کی طرح کہہ کر حسن سرور کو نبین ﷺ کو بڑے دلکش انداز میں بیان فرماتے ہیں:

((عَنْ رَبِيعَةَ بِنِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ

① صحیح مسلم، کتاب الصلوٰۃ، رقم: ۰۹۴۴

يَصِفُ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: كَانَ رُبْعَةً مِنَ الْقَوْمِ لَيْسَ بِالطَّوِيلِ وَلَا بِالْقَصِيرِ ، أَزْهَرَ اللَّوْنِ لَيْسَ بِأَبْيَضَ أَهْمَقَ وَلَا بِالْقَصِيرِ وَلَا آدَمَ- لَيْسَ بِجَعْدٍ قَطِطٍ وَلَا سَبِطٍ رَجُلٍ ، أَنْزَلَ عَلَيْهِ وَهُوَ ابْنُ أَرْبَعِينَ فَلَبِثَ بِمَكَّةَ عَشْرَ سِنِينَ يُنْزَلُ عَلَيْهِ وَبِالْمَدِينَةِ عَشْرَ سِنِينَ ، فَقُبِضَ وَلَيْسَ فِي رَأْسِهِ وَلَحْيَتِهِ عَشْرُونَ شَعْرَةً بَيْضَاءَ قَالَ رَبِيعَةُ: فَرَأَيْتُ شَعْرًا مِنْ شَعْرِهِ فَإِذَا هُوَ أَحْمَرٌ فَسَأَلْتُ فَقِيلَ: أَحْمَرٌ مِنَ الطَّيْبِ .)) ❶

”سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کے اوصاف بیان کرتے ہوئے فرمایا، آپ لوگوں میں میانہ قد تھے یعنی نہ زیادہ لمبے تھے اور نہ پست قد۔ پھول جیسا کھلا ہوا رنگ، نہ بالکل سفید اور نہ گندمی۔ سر کے موئے مبارک نہ گھنگھریالے تھے اور نہ بالکل سیدھے۔ چالیس سال کی عمر میں آپ پر وحی کا نزول شروع ہوا۔ مکہ مکرمہ میں آپ نے تیرہ سال قیام فرمایا اور مدینہ منورہ میں آپ ﷺ دس سال جلوہ افروز رہے۔ آپ کے سر اور ریش مبارک میں بیس بال بھی سفید نہ تھے۔ ربیعہ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ کے بالوں میں سے ایک بال مبارک کی زیارت کی ہے تو اس کا رنگ سرخ تھا۔ میں نے اس بارے میں پوچھا تو بتایا گیا کہ وہ خوشبو سے سرخ ہو گیا تھا۔“

بے مثل حسن و جمال:

حقیقت یہی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ بدنی خصائل و جمال میں بے مثل ہیں۔ مثالیں تو صرف بعد میں آنے والوں کے لئے ہیں کہ انہیں جمالِ مصطفیٰ ﷺ کی خوبصورتی و مٹھاس کا کچھ اندازہ ہو جائے، اس لیے سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کے حسن کو بے مثل قرار دیا۔ ((عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَيْسَ بِالطَّوِيلِ وَلَا بِالْقَصِيرِ ضَخَمَ الرَّأْسِ وَاللِّحْيَةَ شَثْنُ الْكَفَّيْنِ

وَالْقَدَمَيْنِ ، مُشْرَبًا حَمْرَةً ضَخْمَ الْكَرَادَيْسِ طَوِيلَ الْمَسْرُبَةِ ، إِذَا
مَشَى تَكْفَأً تَكْفُؤًا كَأَنَّمَا يَنْحَطُّ مِنْ صَبَبٍ ، لَمْ أَرْ قَبْلَهُ وَلَا بَعْدَهُ
مِثْلَهُ ﴿١﴾

”سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ دراز قد اور پست قامت نہیں تھے۔
سراقدس بڑا اور ریش مبارک گھنی تھی۔ ہتھیلیاں اور تلوے پر گوشت تھے۔ رنگ سفید
سرخن مائل، جوڑ موٹے، سینہ و شکم پہ لمبی لکیر، چلتے تو آگے کوچھکے ہوئے گویا ڈھلوان
سے اتر رہے ہیں۔ میں نے آپ ﷺ سے پہلے اور آپ کے بعد، آپ جیسا
خوب صورت شخص نہیں دیکھا۔“

تجھ سا تو حسین کسی آنکھ نے دیکھا ہی نہیں:

سیدنا احمد مصطفیٰ ﷺ سے زیادہ حسین نہ دیکھا گیا نہ سنا گیا۔ بات تو دراصل یہ ہے کہ
آپ سے بڑھ کر حسین خالق کائنات نے تخلیق ہی نہیں کیا۔

((عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ: مَا رَأَيْتُ مِنْ ذِي لِمَّةٍ فِي حُلَّةٍ حَمْرَاءَ أَحْسَنَ مِنْ
رَسُولِ اللَّهِ ﷺ ، لَهُ شَعْرٌ يَضْرِبُ مَنْكَبَيْهِ ، بَعِيدٌ مَا بَيْنَ الْمَنْكَبَيْنِ ،
لَمْ يَكُنْ بِالْقَصِيرِ وَلَا بِالطَّوِيلِ .)) ﴿٢﴾

”سیدنا براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: میں نے سرخ لباس میں لمبے
بالوں والے کسی شخص کو آنحضرت ﷺ سے زیادہ حسین نہیں دیکھا۔ آپ کے
بال مبارک کندھوں پر پڑے ہوتے۔ دونوں شانوں کے درمیان فاصلہ تھا۔ آپ
بہت پست قد تھے، اور نہ ہی زیادہ دراز قد۔“

اور سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

① سنن ترمذی، کتاب المناقب رقم: ۳۶۷۵۔ المشکوٰۃ، رقم: ۱۷۹۰۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ”صحیح“ کہا ہے۔

② سنن ترمذی، ابواب المناقب، رقم: ۳۶۳۵۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ”صحیح“ کہا ہے۔

وَ أَحْسَنَ مِنْكَ لَمْ تَرْقُطْ عَيْنِي
وَأَجْمَلَ مِنْكَ لَمْ تَلِدِ النَّسَاءُ
خُلِقْتَ مُبْرَأً مِنْ كُلِّ عَيْبٍ
كَأَنَّكَ قَدْ خُلِقْتَ كَمَا تَشَاءُ

” (یا رسول اللہ!) میری آنکھوں نے کبھی آپ ﷺ سے زیادہ حسین نہیں دیکھا، نہ کسی ماں نے آپ ﷺ سے زیادہ کوئی صاحب جمال جنا۔ آپ ﷺ کو ہر عیب سے پاک پیدا کیا گیا۔ جیسے آپ اپنی مرضی سے پیدا کیے گئے ہوں۔“

ایک اور شاعر کا کہنا ہے!

وَلَعِنَ مَدَحْتُ مُحَمَّدًا بِمَقَالَتِي
فَلَقَدْ مَدَحْتُ مَقَالَتِي بِمُحَمَّدٍ

” (سچ تو یہ ہے کہ) اگر میں نے اپنی کتاب میں نبی کریم ﷺ کی مدح کی ہے تو درحقیقت میں نے نبی کریم ﷺ کی وساطت سے اپنی کتاب کی مدح کی ہے۔“

سچا چہرہ مبارک دیکھ کر قبول ایمان:

سیدنا عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ، ایک بڑے یہودی عالم تھے۔ ان کا بیان پڑھیے۔

((عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَلَامٍ، قَالَ: لَمَّا قَدِمَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الْمَدِينَةَ
انْجَفَلَ النَّاسُ إِلَيْهِ، وَقِيلَ: قَدِمَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَجِئْتُ فِي النَّاسِ
لَأَنْظُرَ إِلَيْهِ، فَلَمَّا اسْتَبْتُ وَجْهَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ عَرَفْتُ أَنَّ وَجْهَهُ
لَيْسَ بِوَجْهِ كَذَّابٍ وَكَانَ أَوَّلَ شَيْءٍ تَكَلَّمُ بِهِ أَنْ قَالَ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ!
أَفْشُوا السَّلَامَ، وَأَطْعِمُوا الطَّعَامَ، وَصَلُّوا وَالنَّاسُ نِيَامٌ تَدْخُلُوا
الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ.)) ①

”سیدنا عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، جب نبی کریم ﷺ مدینہ طیبہ تشریف لائے تو لوگ دوڑتے ہوئے آپ ﷺ کی طرف آئے، اور مشہور ہو

① مسند احمد: ۲/۴۵۱۔ سنن ترمذی، ابواب صفة القيامة، رقم: ۲۴۸۵۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ”صحیح“ کہا ہے۔

گیا کہ نبی کریم ﷺ تشریف لے آئے۔ میں بھی لوگوں کے ساتھ آیا تاکہ رسول کریم ﷺ کو دیکھوں۔ جب میں نے غور سے آپ ﷺ کا چہرہ دیکھا تو پہچان گیا کہ یہ کسی جھوٹے شخص کا چہرہ نہیں۔ آنحضرت ﷺ کا سب سے پہلا کلام یہ تھا، اے لوگو! سلام پھیلاؤ، (کثرت سے ایک دوسرے کو سلام کرو) کھانا کھلاؤ، نماز پڑھو جبکہ لوگ سوئے ہوئے ہوں سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو گے۔“

صداقت و امانت تو مصطفیٰ ﷺ کی بکھیری ہوئی خوشبو ہے جس نے چار سو عالم میں سلیم الطبع لوگوں کے قلوب کو فرحت آشنا کر دیا ہے۔ جو اس صداقت کو اپناتا ہے یہ اس کے چہرے کو مظہر حق بنا دیتی ہے۔ ایسے چہروں کو دیکھ کر حق تعالیٰ یاد آ جاتا ہے تو اس مقصود کائنات ﷺ کے چہرہ مبارک کی نورانیت و حق نمائی کا کیا عالم ہوگا کہ جسے جب ایک سلیم الطبع یہودی عالم نے دیکھا تو پکارا اٹھا کہ یہ کسی جھوٹے کا چہرہ نہیں۔

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے مشابہ چہرہ مبارک:

((عَنْ جَابِرٍ ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ: وَرَأَيْتُ إِبْرَاهِيمَ فَإِذَا أَقْرَبُ مَنْ رَأَيْتُ بِهِ شَبَهًا صَاحِبِكُمْ يَعْنِي نَفْسَهُ ، وَرَأَيْتُ جِبْرَائِيلَ فَإِذَا أَقْرَبُ مَنْ رَأَيْتُ بِهِ شَبَهًا دَحِيَّةً)) ①

”سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”میں نے ابراہیم (علیہ السلام) کو دیکھا تو وہ تمہارے صاحب (نبی کریم ﷺ) سے زیادہ مشابہ تھے۔ اور میں نے جبرائیل امین (علیہ السلام) کو دیکھا تو جن کو میں نے دیکھا ہے ان میں سے وہ دحیہ سے زیادہ مشابہ تھے۔“

جمالِ مصطفیٰ ﷺ اور نماز صحابہ کرام کا ایک منظر:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اتنے انہماک سے نماز ادا فرماتے کہ نماز کے دوران ان کی توجہ الی اللہ کا

① سنن ترمذی، رقم: ۳۶۴۹۔ سلسلۃ الصحیحۃ، رقم: ۱۱۰۔

یہ حال ہوتا کہ وہ دنیا کی ہر چیز سے کٹ جاتے۔ دل میں خشوع و خضوع اور آنکھوں سے خوف و امید میں آنسوؤں کی جھڑیاں بہہ رہی ہوتیں۔ بظاہر تو جبین زمین پر اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکی ہوتی مگر روح و قلب سے مشاہد حق میں مستغرق ہوتے۔ اگر جسم پر گہرے زخم بھی ہوتے تو نماز میں ان پر ذرا بھی درد یا تکلیف محسوس نہ ہوتی۔ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی پنڈلی مبارک سے عین نماز کی حالت میں تیر کا پھالا نکالا گیا مگر انہیں ذرا خبر نہ ہوئی۔ یہی حال دوسرے اصحاب رسول ﷺ کا تھا، مگر اس کے باوجود بھی ان کے دل جلوہ محبوب ﷺ کے لیے ہمہ وقت مضطرب ہوتے، اور ان کی نگاہیں حضور نبی کریم ﷺ پر مرکوز ہوتیں۔

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں آتا ہے کہ وہ نماز میں اتنے محو ہوتے کہ ارد گرد کی خبر تک نہ ہوتی:

((كَانَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ لَا يَلْتَفِتُ فِي صَلَاتِهِ.)) ❶

”سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نماز کی حالت میں اپنی تمام توجہ نماز میں رکھتے تھے۔“

چہرہ مصطفیٰ ﷺ کی نماز میں آخری جھلک کا منظر:

جب حضور نبی کریم ﷺ پر مرض وصال کی شدت میں اضافہ ہوا تو آپ ﷺ نے نمازوں کی امامت کا فریضہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دیا۔ اس طرح کئی روز گزر گئے۔ نبی کریم ﷺ نماز کی امامت کیلئے مسجد نبوی میں تشریف نہ لائے، جس سے صحابہ کرام زیارت مصطفیٰ ﷺ کے لیے ترس گئے۔

ایک روز ان کی قسمت نے یاور کی۔ وہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اقتدا میں نماز ادا کر رہے تھے کہ نبی کریم ﷺ نے مرض میں آفاقے کے بعد مسجد نبوی کی طرف دروازے کا پردہ اٹھا کر نماز صحابہ کا منظر دیکھا تو بہت مسرور ہوئے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نماز میں ہی چہرہ مصطفیٰ ﷺ کی زیارت میں ایسے منہمک ہوئے کہ انہیں اپنی نماز کا خیال تک نہ رہا اور قریب

تھا کہ صحابہ کرام اسی اسنہاک میں نماز توڑ دیتے کہ نبی کریم ﷺ نے ہاتھ سے اشارہ فرمایا کہ اپنی نماز جاری رکھو اور خود پردہ لٹکا کر پیچھے ہٹ گئے۔ اسی روز اخیر دن آپ ﷺ وصال فرما گئے۔ صحابہ کرام کی نماز میں حالت، اور چہرہ مصطفیٰ ﷺ کی خوبصورتی کا بیان خود صحابہ کرام کی زبانی سنئے۔

((فَكَشَفَ النَّبِيُّ ﷺ سِتْرَ الْحُجْرَةِ يَنْظُرُ إِلَيْنَا وَهُوَ قَائِمٌ كَانَ وَجْهُهُ وَرَفَهُ مُصْحَفٍ ، ثُمَّ تَبَسَّمَ .)) ❶

”نبی کریم ﷺ نے اپنے حجرہ مبارک کا پردہ اٹھا کر ہمیں دیکھنا شروع فرمایا (ہم نے دیکھا، آپ ﷺ مسکرا رہے تھے، اور آپ ﷺ کا چہرہ انور قرآن کے ورق کی طرح پر نور تھا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی نماز سے سلام پھیرتے وقت چہرہ مصطفیٰ ﷺ پر نظر:

نماز کی ادائیگی کے بعد سلام پھیرتے وقت بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی نظریں چہرہ مصطفیٰ ﷺ پر ہوتیں، اور اس عمل میں سیدنا ابوبکر صدیق اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما شامل ہوتے۔ اس کا ذکر نسائی شریف کی دو روایات میں آتا ہے۔

((عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَكْبُرُ فِي كُلِّ خَفْضٍ وَرَفَعٍ وَقِيَامٍ وَقُعُودٍ ، وَيَسْلَمُ عَنْ يَمِينِهِ وَعَنْ شِمَالِهِ ، أَلَسَلَامٌ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ حَتَّى يُرِيَا ضُحْدِهِ ، وَرَأَيْتُ أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ يَفْعَلَانِ ذَلِكَ .)) ❷

”سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ، سرور کونین ﷺ کو تکبیر فرماتے دیکھا اور آپ جھکتے، اٹھتے، کھڑے ہوتے اور بیٹھتے

❶ صحیح البخاری : ۱ : ۹۳۔

❷ سنن نسائی، کتاب القبلة، رقم: ۱۱۲۴۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ”صحیح“ کہا ہے۔

تھے، اور دائیں بائیں سلام پھیرتے وقت کہتے تھے: السلام علیکم ورحمۃ اللہ، حتیٰ کہ آپ کے رخ انور کی سفیدی نظر آتی، اور میں نے ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کو بھی ایسے کرتے دیکھا۔“

((عَنْ سَعْدِ، كُنْتُ أَرَى رَسُولَ اللَّهِ ﷺ عَنْ يَمِينِهِ وَعَنْ يَسَارِهِ حَتَّى يُرَى بَيَاضُ خَدِّهِ .)) ❶

”سیدنا سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم رسول کریم ﷺ کو دائیں اور بائیں طرف سے دیکھتے، اور سلام پھیرتے وقت آپ ﷺ کے رخ انور کی چمک اور سفیدی دائیں طرف سے معلوم ہوتی۔“

جمالِ مصطفیٰ ﷺ کے متعلق تقاضائے ایمان:

تمام آئمہ، فقہاء، اور محدثین کرام نے اس بات کی وضاحت کی ہے کہ ایمان کا تقاضا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے حسن مبارک کو بے مثل تسلیم کیا جائے، کیونکہ آپ ﷺ کے ظاہری و باطنی محاسن تمام مخلوق سے وراہ ہیں۔ اتنے اوصاف کسی اور کے بدن میں نہ جمع ہوئے، نہ جمع ہوں گے۔ اس حقیقت کی وضاحت کرتے ہوئے ملا علی قاری فرماتے ہیں:

((مِنْ تَمَامِ الْإِيمَانِ بِهِ إِعْتِقَادُ أَنَّهُ لَمْ يَجْتَمِعْ فِي بَدَنِ آدَمِيٍّ مِنَ الْمَحَاسِنِ الظَّاهِرَةِ الدَّالَّةِ عَلَى مَحَاسِنِهِ الْبَاطِنَةِ مَا اجْتَمَعَ فِي بَدَنِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .)) ❷

”نبی کریم ﷺ پر ایمان لانے کی تکمیل اس وقت ہوتی ہے جب یہ اعتقاد رکھا جائے کہ کسی آدمی کے بدن میں اتنے اور ایسے محاسن ظاہرہ جو محاسن باطنہ پہ دلالت کرنے والے ہوتے ہیں جمع نہ ہوئے جتنے اور جیسے حضور ﷺ کے بدن شریف

❶ سنن نسائی کتاب القبلة، رقم: ۱۳۱۷۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ”صحیح“ کہا ہے۔

❷ جمع الوسائل: ۹/۱۔

میں جمع ہیں۔“

خوشبوئے بدن محبوب رب العالمین ﷺ:

نبی کریم ﷺ کے بدن مبارک کی خوشبو کی مہک دنیا کی ہر چیز کی خوشبو سے خوشتر ہے۔ آپ ﷺ جس راستے سے گزرتے تو وہ راستے آپ ﷺ کے بدن مبارک کی خوشبو سے مہک اٹھتے، جس سے مہمان کو نبی کریم ﷺ کو تلاش کرنے میں بہت آسانی ہوتی۔ وہ ان خوشبوؤں کو سونگھتے ہوئے سرکار نبی کریم ﷺ تک پہنچ جاتے۔

((عَنْ جَابِرٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَمْ يَسْلُكْ طَرِيقًا فَيَتَّبِعُهُ أَحَدٌ إِلَّا عَرَفَ

أَنَّهُ قَدْ سَلَكَهُ مِنْ طَيْبٍ عَرَفَهُ، أَوْ قَالَ مِنْ رِيحٍ عَرَفَهُ.)) ①

”سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جب کسی راستے سے گزرتے تو

اگر کوئی آپ کے بعد گزرتا وہ پسینے کی خوشبو کے باعث جان لیتا کہ آپ ادھر سے

گزرے ہیں۔

مشک و عنبر سے خوشتر خوشبو مبارک:

حضور نبی کریم ﷺ سے اٹھنے والی خوشبو مشک و عنبر میں نہیں ہے۔ اس بات کی گواہی وہ معزز فرد دے رہا ہے جس نے دس سال تک لگاتار اس خوشبوئے مبارک سے اپنے دماغ کو معطر کئے رکھا۔

((عَنْ ثَابِتٍ، قَالَ أَنَسٌ: مَا شَمَمْتُ عَنَبْرًا وَلَا مِسْكَ وَلَا شَيْئًا

أَطْيَبَ مِنْ رِيحِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، وَلَا مَسَسْتُ شَيْئًا فَطُ دِيْبًا جَا

وَلَا حَرِيرًا أَلَيْنَ مَسًّا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ.)) ②

”سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے جسم اقدس کی جیسی خوشبو

تھی ایسی خوشبو مشک میں تھی نہ عنبر میں، نہ کسی اور چیز میں۔ اور میں نے رسول اللہ ﷺ

① إسناده صحيح: المشكوة، رقم: ۵۷۹۲۔ سنن دارمی، رقم: ۴۶۔

② صحيح مسلم، كتاب الفضائل، رقم: ۶۰۵۳۔

کے جسم سے زیادہ ملائم دیباچ کو پایا نہ حریر کو۔ (یہ ریشم کی اقسام ہیں)۔“

تبسم مصطفیٰ ﷺ:

نبی کریم ﷺ کی تبسم ریزی کا منظر اہل ایمان کیلئے انتہائی روح افزا ہے۔ آپ ﷺ جب تبسم ریزی فرماتے تو محسوس ہوتا کہ گویا منہ مبارک سے پھول کی پتیاں بکھر کر سارے ماحول کو مہک سے معمور کر رہی ہیں۔

((عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ جُزَيْءٍ، قَالَ: مَا كَانَ ضَحِكَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ إِلَّا تَبَسُّمًا.))^①

”سیدنا عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ کا ہنسنا صرف تبسم ہوتا تھا۔“

پسینہ مبارک کی خوشبو:

نبی کریم ﷺ کے پسینہ مبارک کو خوشبو میں ملا کر خوشبو کو خوب تر کر لیا جاتا تھا۔

”سیدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ ان کے پاس تشریف لایا کرتے اور قیلولہ فرماتے۔ یہ آپ کے لیے چمڑے کا بستر بچھا دیتیں تو اس پر قیلولہ فرماتے۔ آپ کو پسینہ بہت آتا لہذا یہ آپ ﷺ کا پسینہ جمع کر لیتیں اور اسے خوشبو میں ڈال لیتیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اے ام سلیم! یہ کیا ہے؟ عرض گزار ہوئیں کہ آپ کا پسینہ ہے، میں نے خوشبو میں ڈال لیا ہے۔ اور یہ خوشبو سے زیادہ خوشبودار ہے۔ دوسری روایت میں ہے کہ عرض گزار ہوئیں، یا رسول اللہ! ہم اس سے اپنے بچوں کے لیے برکت کی امید رکھتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم نے اچھا کیا۔“^②

① صحیح مسلم، کتاب الفضائل، رقم: ۶۰۵۳۔

② صحیح بخاری، کتاب الاستئذان، رقم: ۶۲۸۱۔ صحیح مسلم، کتاب الفضائل، رقم: ۶۰۵۷۔

رنگ مبارک:

ابو الطفیل رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ”نبی کریم ﷺ سفید قام، خوبصورت اور میانہ قد تھے۔“^①

ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ”آپ ﷺ کا رنگ سفید تھا۔“^②

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ”رسول اللہ ﷺ کا رنگ چمک دار تھا۔“^③

ایک جامع لفظی تصویر:

پاکیزہ اور کشادہ چہرہ، پسندیدہ خو، نہ پیٹ باہر نکلا ہوا، نہ سر کے بال گرے ہوئے زیبا، صاحب جمال آنکھیں سیاہ و فراخ بال لمبے اور آواز میں بھاری پن، بلند گردن، روشن مردک، سرگیں چشمہ، باریک و پیوستہ ابرو، سیاہ گھنگھریالے بال، خاموش وقار کے ساتھ، گویا دلہنگی لیے ہوئے دور سے دیکھنے میں رمیزہ و دلفریب قریب سے نہایت شیریں و کمال حسین، شیریں کلام، واضح الفاظ کلام، کمی و بیشی سے معراء تمام گفتگو موتیوں کی طرح لٹری پروئی ہوئی، میانہ قد کہ کوتاہی نظر سے حقیر نظر نہیں آتے نہ طویل کہ آنکھ اس سے نفرت کرے۔ رمیزہ نہال کی تازہ شاخ رمیزہ منظر والا قد، رفیق ایسے کہ ہر وقت اس کے گرد پیش رہتے ہیں جب وہ کچھ کہتا ہے تو چپ چاپ سنتے ہیں، جیسا حکم دیتا ہے تو تعمیل کے لیے جھپٹتے ہیں۔ مخدوم، مطاع، نہ کوتاہ سخن نہ فضول گو۔^④

جلال مبارک:

اگر کوئی پہلی مرتبہ حضور نبی کریم ﷺ کا چہرہ مبارک دیکھتا تو اس پر آپ ﷺ کے جلال مبارک کی ہیبت طاری ہو جاتی، مگر دوسری بار اور بعد میں وہ آپ کا ہمیشہ کیلئے محبت بن جاتا۔

① صحیح مسلم، کتاب الفضائل، رقم: ۲۳۴۰۔

② صحیح بخاری، کتاب المناقب، رقم: ۳۵۴۴۔

③ دلائل النبوة: ۱۵۸/۱۔

④ زاد المعاد: ۳۰۷/۱۔

((عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ حَسَّانَ الْعَنْبَرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي جَدَّتَايَ صَفِيَّةُ وَدُحْيَةُ ابْتِنَا عَلِيَّةَ قَالَ مُوسَى بِنْتُ حَرْمَلَةَ وَكَانَتَا رَيْبَتِي قِيلَةَ بِنْتِ مَحْرَمَةٍ وَكَانَتْ جَدَّةَ أَبِيهِمَا أَنَّهُمَا أَخْبَرْتُهُمَا أَنَّهُمَا رَأَتِ النَّبِيَّ ﷺ وَهُوَ قَاعِدُ الْقُرْفُصَاءِ، فَلَمَّا رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ الْمُخْتَشِعَ - وَقَالَ مُوسَى الْمُتَخَشِّعَ - فِي الْجَلِيسَةِ، أُرْعِدْتُ مِنْ الْفَرَقِ .)) ❶

”عبداللہ بن حسان عنبری ان کی دادیاں صفیہ اور دھیہ ان کے والد محترم کی دادی جان قیلہ بنت محرمہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا کہ آپ قرفصاء کی حالت میں (گھٹنے کھڑے کر کے اور ہاتھوں سے حلقہ بنا کر) بیٹھے ہوئے ہیں۔ جب میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا تو رعب طاری ہو گیا۔ موئی راوی نے کہا کہ ”المختشع“ رعب طاری ہونے کو کہتے ہیں۔“

((عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ قَالَ: أَتَى النَّبِيَّ ﷺ رَجُلٌ فَكَلَّمَهُ فَجَعَلَ تَرَعَدُ فَرَائِصُهُ، فَقَالَ لَهُ: هَوِّنْ عَلَيْكَ فَإِنِّي لَسْتُ بِمَلِكٍ إِنَّمَا أَنَا ابْنُ امْرَأَةٍ تَأْكُلُ الْقَدِيدَ .)) ❷

”سیدنا ابو مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک دن ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے اس سے گفتگو کی لیکن وہ ڈر سے کانپ رہا تھا۔ آپ ﷺ نے اس کی حالت دیکھ کر فرمایا تم خوف نہ کرو۔ میں کوئی بادشاہ نہیں۔ میں ایسی عورت کا بیٹا ہوں جو سوکھا ہوا گوشت کھایا کرتی تھی۔“

❶ سنن ابی داؤد، کتاب الاداب، رقم: ۴۸۴۷۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ”صحیح“ کہا ہے۔

❷ سنن ابن ماجہ، کتاب الاطعمہ، رقم: ۳۳۱۲۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ”صحیح“ کہا ہے۔

نبوت سے پہلے کی اجمالی سیرت:

نبی کریم ﷺ کا وجود ان تمام خوبیوں اور کمالات کا جامع تھا جو متفرق طور پر لوگوں کے مختلف طبقات میں پائے جاتے ہیں۔ آپ ﷺ اصابت فکر، دور بینی اور حق پسندی کا مینار تھے۔ آپ ﷺ کو حسن فراست، پختگی فکر اور وسیلہ و مقصد کی درستی سے حظ وافر عطا ہوا تھا۔ آپ ﷺ اپنی طویل خاموشی سے مسلسل غور و خوض، دائمی تفکر اور حق کی کرید میں مدد لیتے تھے۔ آپ ﷺ نے اپنی شاداب عقل اور روشن فطرت سے زندگی کے صحیفے، لوگوں کے معاملات اور جماعتوں کے احوال کا مطالعہ کیا، اور جن خرافات میں یہ سب لٹ پٹ تھیں ان سے سخت بیزاری محسوس کی۔ چنانچہ آپ ﷺ نے ان سب سے دامن کش رہتے ہوئے پوری بصیرت کے ساتھ لوگوں کے درمیان زندگی کا سفر طے کیا۔ یعنی لوگوں کا جو کام اچھا ہوتا اس میں شرکت فرماتے، ورنہ اپنی مقررہ تنہائی کی طرف پلٹ جاتے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے شراب کو کبھی منہ نہ لگایا، آستانوں کا ذبیحہ نہ کھایا، اور بتوں کے لیے منائے جانے والے تہوار اور میلوں ٹھیلوں میں کبھی شرکت نہ کی۔

آپ کو شروع ہی سے ان باطل معبودوں سے اتنی نفرت تھی کہ ان سے بڑھ کر آپ کی نظر میں کوئی چیز مبغوض نہ تھی حتیٰ کہ لات و عزی کی قسم سننا بھی آپ کو گوارا نہ تھا۔^① اس میں شبہ نہیں کہ تقدیر نے آپ پر حفاظت کا سایہ ڈال رکھا تھا۔ چنانچہ بعض دنیاوی تمیعات کے حصول کے لیے نفس کے جذبات متحرک ہوئے یا بعض ناپسندیدہ رسم و رواج کی پیروی پر طبیعت آمادہ ہوئی تو عنایت ربانی ذخیل ہو کر رکاوٹ بن گئی۔

نبی کریم ﷺ اپنی قوم میں شیریں کردار، فاضلانہ اخلاق اور کریمانہ عادات کے لحاظ سے ممتاز تھے۔ چنانچہ آپ سب سے زیادہ بامروت، سب سے خوش اخلاق، سب سے معزز ہمسایہ، سب

① بحیرا کے واقعہ میں اس کی دلیل موجود ہے۔ دیکھئے: ابن ہشام: ۱/۲۸۔

سے بڑھ کر دور اندیش، سب سے زیادہ راست گو، سب سے نرم پہلو، سب سے زیادہ پاک نفس، خیر میں سب سے زیادہ کریم، سب سے نیک عمل، سب سے بڑھ کر پابند عہد اور سب سے بڑے امانت دار تھے، حتیٰ کہ آپ کی قوم نے آپ کا نام ہی ”امین“ رکھ دیا تھا، کیونکہ آپ احوالِ صالحہ اور خصالِ حمیدہ کا پیکر تھے اور جیسا کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی شہادت ہے:

”آپ ﷺ در ماندوں کا بوجھ اٹھاتے تھے، تہی دستوں کا بند و بست فرماتے تھے،

مہمان کی میزبانی کرتے تھے اور مصائبِ حق میں اعانت فرماتے تھے۔“^①



① صحیح بخاری: ۳/۱ بحوالہ الرحیق المختوم، ص: ۹۳-۹۵.

باب نمبر 2

نبی کریم ﷺ کی شان ساری مخلوق سے بڑھ کر ہے

آپ ﷺ ساری مخلوق سے اعلیٰ و افضل ہیں:

اس مسئلے میں ملتِ اسلامیہ کے کسی بھی فرد کو نہ تو کوئی اختلاف ہے اور نہ کوئی اعتراض۔ مزید برآں اس سلسلے میں چند احادیثِ صحیحہ کا بیان درج ذیل ہے:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((أَنَا سَيِّدٌ وُلِدَ آدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ، وَ أَوَّلُ مَنْ يَنْشَقُّ عَنْهُ الْقَبْرُ ، وَ أَوَّلُ شَافِعٍ وَ أَوَّلُ مُشْفَعٍ .)) ❶

”روزِ قیامت میں اولادِ آدم کا سردار ہوں گا۔ اور میں ہی ہوں گا، جس کی قبر سب سے پہلے کھلے گی۔ اولین شفاعت کرنے والا بھی میں ہوں گا اور میری ہی شفاعت سب سے پہلے قبول کی جائے گی۔“

دیگر انبیاء کے مقابلہ میں رسول اکرم ﷺ کو دی گئی چھ فضیلتیں:

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((أُعْطِيتُ خَمْسًا لَمْ يُعْطَهُنَّ أَحَدٌ قَبْلِي: نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ مَسِيرَةً شَهْرٍ ، وَ جُعِلَتْ لِي الْأَرْضُ مَسْجِدًا وَ طَهُورًا ، فَأَيُّمَا رَجُلٍ مِنْ أُمَّتِي أَدْرَكْتُهُ الصَّلَاةُ فَلْيَصِلْ ، وَ أُحِلَّتْ لِي الْمَعَانِمُ ، وَ لَمْ تَحِلَّ لِأَحَدٍ قَبْلِي ، وَ أُعْطِيتُ الشَّفَاعَةَ ، وَ كَانَ النَّبِيُّ يُبْعَثُ إِلَى قَوْمِهِ

❶ صحیح مسلم، کتاب الفضائل، رقم: ۲۳۷۰.

خَاصَّةً وَبُعِثْتُ إِلَى النَّاسِ عَامَّةً .)) ❶

”مجھے پانچ ایسی خوبیاں عطا کی گئی ہیں، جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں دی گئیں۔ (۱) میں ایسے رعب کے ذریعے مدد کیا گیا ہوں، جو ایک مہینے کی مسافت سے اثر انداز ہوتا ہے، (۲) میرے لیے ساری زمین مسجد اور پاک کر دینے والی بنا دی گئی ہے، چنانچہ میرا ہر امتی جہاں نماز کا وقت پائے نماز پڑھ لے، (۳) میرے لیے مالِ غنیمت حلال کر دیا گیا ہے حالانکہ مجھ سے پہلے کسی پر حلال نہیں کیا گیا، (۴) مجھے شفاعت کا حق دیا گیا ہے، (۵) میں تمام بنی نوع انسان کی طرف مبعوث کیا گیا ہوں جبکہ اس سے پہلے نبی خاص طور پر اپنی قوم کی طرف بھیجے جاتے تھے۔“

رسول اللہ ﷺ کی شان ساری مخلوق سے بڑھ کر ہے، اس بات کا ثبوت یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کا ذکر دنیا کے کونے کونے میں قیامت تک کے لیے جاری فرما دیا ہے۔
دنیا میں سب سے زیادہ چرچا آپ کے نام نامی کا ہے:

چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ﴾ (الانشراح : ۴)

”اور ہم نے آپ کے لیے آپ کا ذکر بلند کر دیا۔“

اس آیت کی تفسیر میں قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کا ذکر دنیا اور آخرت میں بلند فرما دیا ہے۔ چنانچہ کوئی

بھی خطیب، تشہد پڑھنے والا اور نمازی ایسا نہیں، جو یہ کلمات نہ پڑھتا ہو ”أَشْهَدُ

أَنَّ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ .“ ❷

مولانا عبد الرحمن کیلانی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

”آپ کے ذکر خیر کی بلندی کا آغاز ابتدائے نبوت سے ہی شروع ہو گیا تھا اور لطف کی

❶ صحیح بخاری، کتاب التیمم، رقم: ۳۳۵۔ صحیح مسلم، کتاب المساجد و مواضع الصلوة،

رقم: ۱۱۶۳۔

❷ تفسیر ابن کثیر: ۴۲۹/۸۔

بات یہ ہے کہ یہ کام اللہ تعالیٰ نے کفارِ مکہ ہی سے لیا۔ مثل مشہور ہے کہ ”عدو شرے برانگیز دکہ خیر مادران باشد“ یعنی بعض دفعہ دشمن بھی ایسی شرارتیں کرنے لگتا ہے، جس میں ہماری بھلائی ہوتی ہے۔ کفارِ مکہ نے اسلام کو زک پہنچانے اور آپ ﷺ کی دعوت کے سدباب کے طور پر جو ذریعے اختیار کیے تھے، ان میں ایک یہ بھی تھا کہ حج کے موقع پر تمام عرب قبائل حج کی غرض سے مکہ آتے تھے تو کفار نے آپس میں یہ طے کیا کہ ان وفود کو مل کر انہیں محمد ﷺ کی دعوت سے متنفر کیا جائے، اور کہا جائے کہ کہیں فلاں شخص کے دام فریب میں نہ آ جانا، اس کے پاس ایسا جادو ہے کہ جو بھائی کو بھائی سے، باپ کو بیٹے سے اور بیوی کو شوہر سے جدا کر دیتا ہے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں کافروں کے وفود حاجیوں کے ایک ایک ڈیرے پر جاتے، اور آپ ﷺ کے خلاف مہم چلاتے اور آپ ﷺ کو بدنام کرتے۔ لیکن باہر سے آنے والے لوگ بھی آخر اتنے بدھوتو نہیں ہوتے تھے جو فوراً کافروں کی بات کا یقین کر لیتے۔ لہذا ان کی اس مخالفا نہ مہم سے آپ ﷺ کو دو فائدے پہنچے۔ ایک یہ کہ آپ ﷺ کا ذکر خیر عرب کے کونے کونے میں ہونے لگا۔ دوسرے لوگوں کے ذہنوں میں یہ جستجو پیدا ہوئی کہ جس شخص کے خلاف یہ پروپیگنڈہ کیا جا رہا ہے اس کی اصل حقیقت تو معلوم کرنی چاہیے۔ چنانچہ آپ ﷺ کی ہجرت کے پیشتر عرب کا کوئی قبیلہ ایسا نہیں رہا تھا جس میں کوئی نہ کوئی مسلمان موجود نہ ہو اور وہاں آپ کا ذکر خیر نہ کیا جاتا ہو۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ اسلام میں داخل ہونے کے لیے جس طرح ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ“ کا اقرار ضروری تھا، اسی طرح ”مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللَّهِ“ کا اقرار بھی ضروری تھا۔

علاوہ ازیں مکہ میں تو آپ ﷺ کے دشمن صرف قریش مکہ تھے مگر مدینہ پہنچنے کے بعد آپ ﷺ کے مخالف گروہ ایک کی بجائے چار بن گئے۔ ایک قریش مکہ، دوسرے یہودِ مدینہ، تیسرے مدینہ اور عرب بھر کے مشرک قبائل اور چوتھے منافقین جو مدینہ کے علاوہ دوسری بستیوں میں بھی موجود تھے اور ان کی ہمدردیاں ہر اسلام دشمن گروہ سے وابستہ ہوتی تھیں۔ انہوں نے اسلام کی راہ روکنے کے لیے قریش مکہ کی روش اور اس سے ملتے جلتے طریقے اختیار کیے اور یہ سب لوگ آپ کو بدنام کرنے میں سرگرم تھے۔ لیکن ان کے نتائج بھی ان کی توقعات کے برعکس

برآمد ہوئے اور دس سال کے قلیل عرصہ میں سارا عرب مسلمان ہو کر دن میں کئی کئی بار ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ“ کے ساتھ ساتھ ”مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللَّهِ“ کی صدائیں بلند کرنے لگا۔ اذان میں، اقامت میں، درود میں آپ کا ذکر خیر لازمی تھا۔ پھر آپ ﷺ کی وفات کے بعد اسلامی تحریک عرب سے باہر نکل کر ساری دنیا میں پھیل گئی۔ پھر یہ حالت ہو گئی کہ دنیا کے مختلف علاقوں میں مختلف اوقات اذان و نماز کی وجہ سے غالباً دن میں ایک لمحہ بھی ایسا نہیں گزرتا، جس میں آپ ﷺ کے ذکر کا آوازہ بلند نہ کیا جا رہا ہو اور یہ سلسلہ تا قیامت بڑھتا ہی چلا جائے گا۔ لطف کی بات یہ ہے کہ یہ پیشین گوئی اللہ تعالیٰ نے اس وقت کی تھی جب مکہ کے لوگوں کے علاوہ آپ کو کوئی جانتا تک نہ تھا۔ اور وہ بھی آپ کے دشمن اور آپ کی ہستی کو دنیا سے ختم کر دینے پر تلے ہوئے تھے۔ قرآن کی یہ پیشین گوئی خود قرآن کی صداقت پر کھلا ہوا ثبوت ہے۔ اس وقت کون یہ اندازہ کر سکتا تھا کہ آپ ﷺ کا ذکر خیر اس شان کے ساتھ اور اتنے وسیع پیمانے پر ہوگا۔^①

امام رازی رحمہ اللہ نے اس آیت کے متعلق نقل فرمایا ہے:

”اس میں آپ ﷺ کی نبوت سے متعلقہ تمام امور شامل ہیں۔ آپ کی شہرت آسمانوں اور زمین میں ہے، شہادت و شہد میں آپ کا ذکر کیا جاتا ہے، سابقہ کتب میں اللہ تعالیٰ نے آپ کا ذکر فرمایا ہے، آپ کا ذکر آفاق عالم میں پھیل چکا ہے، آپ پر نبوت ختم ہو چکی ہے، خطبات، اذنان اور خطوط کی ابتدا و انتہا میں آپ کا ذکر کیا جاتا ہے، قرآن میں اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذکر کو اپنے ذکر کے ساتھ ملا دیا ہے، آپ ﷺ کو رسول اور نبی کہہ کر پکارا ہے جبکہ دیگر انبیاء علیہم السلام کو ان کے ناموں کے ساتھ پکارا ہے، جیسے کہ ”یاموسی“ اور ”یاعیسی“ وغیرہ۔ سارے جہان کو آپ کے پیروکاروں سے بھر دیا ہے اور وہ آپ ﷺ پر درود و سلام بھیجتے رہتے ہیں، آپ کی ثنائیں کرتے ہیں، آپ کی سنت کی حفاظت کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کی اطاعت کو اپنی اطاعت اور آپ کی بیعت کو اپنی بیعت قرار دیا ہے۔ قراء حضرات آپ کے سکھائے ہوئے کلمات حفظ کر رہے ہیں۔ مفسرین آپ ﷺ کے بتائے ہوئے معانی کے ساتھ تفسیر بیان کر

رہے ہیں۔ واعظین و مبلغین آپ کا وعظ آگے پہنچا رہے ہیں۔ علماء و حکام (سب) آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ پر درود پڑھتے ہیں، آپ کے دروازے کے پیچھے سے آپ پر سلام بھیجتے ہیں، آپ ﷺ کے روضہ مبارک کی مٹی کو اپنے چہروں پر ملتے ہیں اور آپ کی شفاعت کی امید رکھتے ہیں، بلاشبہ آپ کا شرف تا قیامت باقی رہے گا۔“^①

عصر حاضر کے معروف محدث علامہ محمد ناصر الدین البانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”میرا اعتقاد یہ ہے کہ ہر سچے مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ امام الانبیاء علیہم السلام کو عطا کردہ اخلاقِ عالیہ کی ایک معقول تعداد اور ان فضائل سے آگاہ ہو جن کی رو سے اللہ تعالیٰ نے انہیں تمام جنوں اور انسانوں پر، بلکہ برگزیدہ فرشتوں پر بھی فضیلت عطا فرمائی ہے، اور یہ بات کتاب و سنت کے ٹھوس دلائل سے ثابت ہے اور اس کے ذریعے آپ ﷺ پر ایمان اور آپ ﷺ کے ساتھ مخلصانہ محبت میں اضافہ ہوتا ہے اور یہ ایسی محبت ہے، جس کا ہر مومن کے دل میں ہونا شرط ہے۔“^②

شیخ عبدالرزاق بن عبدالحسن البدر فرماتے ہیں:

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک فضیلت یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی تمام مخلوق میں شفاعت کے لیے خاص فرمایا ہے۔“^③

بلاشبہ کائنات میں کوئی ایسا نہیں جسے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسا بلند مقام اور عظیم مرتبہ حاصل ہو۔ اور اسی طرح آپ کی بات (حدیث) بھی سب سے اعلیٰ ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔



① تفسیر الکبیر ، للامام فخر الدین الرازی : ۹۱/۱۷ .

② بداية السؤل فی تفضیل الرسول صلی اللہ علیہ وسلم ، ص : ۴ .

③ تذکرۃ المؤمنین شرح عقیدۃ الحافظ عبد الغنی المقدسی : ۱ / ۳۴۴ .

نبی کریم ﷺ سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے

قیامت کے روز آپ کے امتیوں کی تعداد سب سے زیادہ ہوگی:

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((أَنَا أَكْثَرُ الْأَنْبِيَاءِ تَبَعًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ ، وَ أَنَا أَوَّلُ مَنْ يَقْرَعُ بَابَ الْجَنَّةِ .)) ❶

”روزِ قیامت میرے پیروکاروں کی تعداد تمام انبیاء علیہم السلام کے پیروکاروں سے زیادہ ہوگی، اور جنت کے دروازے کو جو سب سے پہلے کھٹکھٹائے گا وہ میں ہی ہوں گا۔“

سب سے پہلے رسول اکرم ﷺ جنت میں داخل ہوں گے:

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے ہی مروی ایک دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اَتَى بَابَ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَاسْتَفْتَحَ ، فَيَقُولُ الْخَازِنُ: مَنْ أَنْتَ؟ فَيَقُولُ: مُحَمَّدٌ ، فَيَقُولُ: بِكَ أُمِرْتُ أَنْ لَا أَفْتَحَ لِأَحَدٍ قَبْلَكَ .)) ❷

❶ صحیح مسلم، کتاب الایمان، رقم: ۴۸۴.

❷ صحیح مسلم، کتاب الایمان، رقم: ۴۸۶۔ مسند ابی عوانة: ۱۰۹/۱۔ صحیح ابن حبان،

رقم: ۶۴۸۱۔ مصنف ابن ابی شیبہ: ۵۰۳/۱۱.

”روزِ قیامت میں جنت کے دروازے پر آؤں گا اور اسے کھولنے کے لیے کہوں گا۔ جنت کا دربان پوچھے گا، آپ کون ہیں؟ میں کہوں گا، میں محمد ہوں۔ تب وہ بتائے گا کہ مجھے آپ سے پہلے کسی کے لیے بھی دروازہ نہ کھولنے کا حکم دیا گیا تھا۔“

سیدنا انس اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اَنَا سَيِّدُ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا فَخْرَ ، وَ اَنَا اَوَّلُ مَنْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا فَخْرَ .)) ❶

”میں روزِ قیامت لوگوں کا سردار ہوں گا اور میں یہ بات بطورِ فخر نہیں کہہ رہا۔ اور روزِ قیامت سب سے پہلے میں ہی جنت میں داخل ہوں گا اور میں یہ بات بطورِ فخر نہیں کہہ رہا۔“

”شرح البراک“ للواسطیہ میں ہے:

”یومِ آخرت پر ایمان کے ساتھ ساتھ اس بات پر ایمان لانا بھی ضروری ہے کہ سب سے پہلے جنت کا دروازہ ہمارے پیارے نبی محمد ﷺ کھلوائیں گے۔“ ❷

علاوہ ازیں خلیل ابراہیم ملا خاطر نے اُن امور کا تذکرہ فرمایا ہے، جن کے ذریعے اللہ تعالیٰ آخرت میں رسول اللہ ﷺ کی تکریم فرمائے گا، ان میں سے چند پیش خدمت ہیں:

- 1- آپ ﷺ کو شفاعت عطا فرمائی جائے گی۔
- 2- آپ ﷺ گواہی دیں گے۔
- 3- آپ ﷺ کو سب سے پہلے اٹھایا جائے گا۔
- 4- تمام انبیاء کرام ﷺ آپ ﷺ کے جھنڈے کے نیچے ہوں گے۔
- 5- آپ ﷺ سب سے پہلے پل صراط عبور کریں گے۔

❶ السلسلة الصحيحة، رقم: ۱۵۷۱۔ مسند احمد: ۱۴۴/۳۔ سنن دارمی، رقم: ۵۳۔

❷ شرح البراک للواسطیہ: ۲۲۵/۱۔

- 6- آپ ﷺ سب سے پہلے جنت کا دروازہ کھٹکھٹائیں گے۔
- 7- آپ ﷺ سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔
- 8- آپ ﷺ کو مقامِ محمود عطا کیا جائے گا۔
- 9- آپ ﷺ کو حوضِ کوثر (جنت کی ایک نہر) عطا کی جائے گی۔
- 10- آپ ﷺ کے پیروکاروں کی تعداد دیگر تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے پیروکاروں سے زیادہ ہوگی۔^①



① حاشیة موسوعة الدفاع عن رسول الله صلى الله عليه وسلم : ۱۴/۲.

اللہ تعالیٰ نبی کریم ﷺ کو حوضِ کوثر اور مقام محمود عطا فرمائے گا

1- حوضِ کوثر:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّا آعْطَيْنَاكَ الْكُوْثَرَ ۖ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَأَمْحُرْ ۗ إِنَّ شَأْنَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ ۝﴾ (الکوثر: ۱-۳)

”(اے پیغمبر!) یقیناً ہم نے تجھے (حوض) کوثر عطا فرمایا ہے۔ پس تو اپنے رب کے لیے نماز پڑھ اور قربانی کر۔ یقیناً تیرا دشمن ہی لاوارث اور بے نام و نشان ہے۔“

لفظ ”کوثر“ کثر سے مشتق ہے، جس میں مبالغہ پایا جاتا ہے۔ اور اہل لغت نے اس کا معنی ”خیر کثیر“ لکھا ہے۔ اور احادیث سے ثابت ہے کہ ”کوثر“ بہشت میں ایک نہر کا نام ہے جو آپ کو عطا کی گئی۔ چنانچہ احمد، ابوداؤد اور نسائی میں حدیث ہے۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”ایک دفعہ آپ ﷺ کو اُوگھ آگئی، اٹھے تو تبسم فرمایا، اور تبسم کی وجہ یہ بتائی کہ ابھی ابھی مجھ پر ایک سورت نازل ہوئی، پھر آپ ﷺ نے یہی سورہ ”کوثر“ تلاوت فرمائی۔ اور فرمایا، جانتے ہو کہ کوثر کیا چیز ہے؟ صحابہ نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: وہ ایک نہر ہے، جو اللہ نے مجھے بہشت میں عطا فرمائی ہے۔“

اسی طرح بعض احادیث میں اس کا مصداق حوض بتلایا گیا ہے جس سے اہل ایمان جنت

میں جانے سے قبل نبی ﷺ کے دست مبارک سے پانی پیئیں گے۔

(تیسیر الرحمن، ص: ۱۷۵۷-۱۷۵۸-احسن البیان، ص: ۱۷۴۹)

نیز اس سلسلے میں درج ذیل احادیث بھی ملاحظہ فرمائیے:

سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”رسول اللہ ﷺ نے معراج کے قصہ میں فرمایا: میں ایک نہر پر پہنچا جس کے دونوں کناروں پر خولدار موتیوں کے ڈھیر لگے تھے۔ میں نے جبرئیل سے پوچھا یہ نہر کیسی ہے؟ انہوں نے جواب دیا، یہ کوثر ہے (جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمائی ہے)۔“^①

سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ کوثر سے کیا مراد ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ کوثر ایک نہر ہے، جو تمہارے پیغمبر ﷺ کو عطا کی گئی ہے۔ اس کے دونوں کناروں پر خولدار موتیوں کے ڈھیر ہیں، وہاں ستاروں کی تعداد کے برابر آنخورے رکھے ہیں۔^②

سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ”کوثر سے ہر وہ بھلائی مراد ہے جو اللہ نے آپ ﷺ کو عطا کی۔“^③

ابو بشر بیان کرتے ہیں کہ ”میں نے سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ لوگ تو کہتے ہیں کہ کوثر جنت میں ایک نہر کا نام ہے؟ سعید رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ جنت والی نہر بھی اس بھلائی میں داخل ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عنایت فرمائی ہے۔“^④

علاوہ ازیں کوثر سے مراد حوضِ کوثر بھی ہے جو آپ ﷺ کو قیامت کے دن میدانِ محشر میں عطا کیا جائے گا۔ جس دن سب لوگ پیاس کی شدت سے انتہائی بے تاب ہوں گے اور ہر شخص ”العطش، العطش“ پکار رہا ہوگا۔ آپ ﷺ اس حوض پر بیٹھ کر اہل ایمان کو پانی پلائیں گے، اور جس خوش قسمت کو اس حوضِ کوثر کا پانی میسر آ جائے گا، اسے قیامت کے دن

② صحیح بخاری، ایضاً، رقم: ۴۹۶۵

① صحیح بخاری، کتاب التفسیر، رقم: ۴۹۶۴

④ تیسیر الرحمن، ص: ۱۷۷۵

③ صحیح بخاری، ایضاً، رقم: ۴۹۶۶

پیارا نہیں لگے گی۔ اور اس سلسلے میں اتنی احادیث صحیحہ موجود ہیں کہ جو تواتر کو پہنچتی ہیں (یہاں یہ بات یاد رہے کہ بدعتی لوگ اس حوض کے پانی سے محروم رہیں گے۔ آہ! کتنے ہی بد قسمت یہ لوگ ہیں)۔

اوپر جو کچھ ذکر ہوا اس ”خیر کثیر“ کا تعلق تو اخروی زندگی سے ہے۔ تاہم دنیا میں بھی آپ ﷺ کو ”خیر کثیر“ سے نوازا گیا تھا۔ آپ ﷺ کو نبوت دی گئی اور قرآن جیسی عظیم نعمت دی گئی جس نے ایک وحشی اور اجد قوم کی ۲۳ سال کے مختصر عرصہ میں کایا پلٹ کے رکھ دی۔ آپ ﷺ کا ذکر بلند کیا گیا۔ آپ نے اپنے مشن کو اپنے جیتے جی پوری طرح کامیاب ہوتے دیکھ لیا۔ عرب میں کفر و شرک کا کلی طور پر استیصال ہو گیا، اور آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ایک ایسی جماعت چھوڑی جو تھوڑے ہی عرصہ میں تمام دنیا پر چھا گئی۔ ❶

دشت تو دشت دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے
بحرِ ظلمات میں دوڑا دیئے گھوڑے ہم نے

2۔ مقام محمود:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهِ نَافِلَةً لَّكَ عَسَىٰ أَنْ يَبْعَثَنَّ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُودًا ۝۷۹﴾ (الاسراء : ۷۹)

”رات کے کچھ حصے میں نماز تہجد میں قرآن کی تلاوت کریں، یہ زیادتی آپ کے لیے ہے۔ عنقریب آپ کا پروردگار آپ کو ”مقام محمود“ میں کھڑا کرے گا۔“

”مقام محمود“ وہ مقام ہے جو قیامت والے دن اللہ تعالیٰ نبی کریم ﷺ کو عطا فرمائے گا، اور اس مقام پر ہی آپ ﷺ وہ شفاعت عظمیٰ فرمائیں گے، جس کے بعد لوگوں کا حساب کتاب ہوگا۔ ❷

سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
”لوگ قیامت کے دن اٹھائے جائیں گے، اور میں اور میری امت (کے لوگ)

❶ أحسن البیان، ص: ۷۸۹.

❷ تیسیر القرآن : ۶۹۹/۴ - ۷۰۰.

ایک ٹیلے پر ہوں گے۔ مجھے میرا پروردگار سبز حلقہ پہنائے گا، پھر مجھے کلام اور شفاعت کی اجازت دی جائے گی۔ اور پھر جو بھی اللہ تعالیٰ چاہے گا، میں عرض کروں گا۔ یہ ہے مقامِ محمود۔“ ❶

”مقامِ محمود“ کو بعض روایات میں وسیلہ کا نام بھی دیا گیا ہے، اور آپ ﷺ نے افراد امت کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ آپ کے لیے اللہ تعالیٰ سے یہ وسیلہ طلب کریں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ((سَلُّوا اللّٰهَ لِي الْوَسِيْلَةَ ، قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ! وَمَا الْوَسِيْلَةُ؟ قَالَ : اَعْلَى دَرَجَةٍ فِي الْجَنَّةِ لَا يَنْالُهَا اِلَّا رَجُلٌ وَّاحِدٌ وَّ اَرْجُوْا اَنْ اَكُوْنَ اَنَا .)) ❷

”اللہ تعالیٰ سے میرے لیے وسیلہ کا سوال کیا کرو۔ لوگوں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! وسیلہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا، جنت میں سب سے اونچا درجہ ہے، جو ایک ہی شخص کو حاصل ہوگا اور مجھے یقین ہے کہ وہ میں ہوں۔“

رسول اللہ ﷺ کے لیے اللہ تعالیٰ سے کیسے وسیلہ طلب کرنا ہے؟ اس سلسلے میں آپ ﷺ نے خود ہی ایک دعا سکھائی ہے، جسے ہر اذان کے بعد پڑھنے کی تاکید فرمائی ہے۔ اور وہ یہ ہے:

((اللّٰهُمَّ رَبَّ هَذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ ، وَالصَّلَاةِ الْقَائِمَةِ ، آتِ مُحَمَّدًا الْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ ، وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا الَّذِي وَعَدْتَهُ .)) ❸

”اے اللہ! اس دعوتِ کامل اور قائم ہونے والی نماز کے رب! محمد (ﷺ) کو وسیلہ اور فضیلت عطا فرما، اور انہیں اس مقامِ محمود پر فائز کر دے، جس کا تو نے ان سے وعدہ کیا ہے۔“

- ❶ مسند احمد : ۴۵۶/۳ - صحیح ابن حبان : ۳۹۹/۱۴ - مستدرک حاکم : ۳۶۳/۲ - امام حاکم نے کہا ہے کہ یہ حدیث ”شیخین کی شرط پر صحیح“ ہے۔
- ❷ سنن ترمذی، کتاب المناقب، رقم: ۳۶۱۲ - علامہ البانی نے اسے ”صحیح“ کہا ہے۔
- ❸ صحیح بخاری، کتاب الأذان، باب الدعاء عند النداء، رقم: ۶۱۴.

باب نمبر 5

نبی کریم ﷺ سب سے بڑے شافع محشر ہوں گے

اللہ کے اذن کے بغیر کوئی سفارشی نہ ہوگا:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَوْمَ مَبْدِ لَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمَنُ وَرَضِيَ لَهُ قَوْلًا﴾ (طہ : ۱۰۹)

”اس روز یعنی روزِ قیامت شفاعت کچھ کام نہ آئے گی، مگر جسے رحمن حکم دے اور اس کی بات کو پسند فرمائے۔“

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

”قیامت کے دن اسی شخص کی شفاعت کسی دوسرے کے حق میں قبول ہوگی جس کو اللہ تعالیٰ شفاعت کرنے کی اجازت دے گا، اور جس کی بات اس کی جناب میں قابل قبول ہوگی۔ اور اس کی شفاعت اسی شخص کے حق میں قبول ہوگی جس کے لیے شفاعت کی اجازت دی جائے گی، اور جس کی خاطر شفاعت کرنے والے کی شفاعت قابل قبول ہوگی۔“^①

نیز ایک دوسرے مقام پر رقمطراز ہیں:

”مفسرین لکھتے ہیں کہ اس آیت میں کفار کے اس قول کی تکذیب ہے کہ ان کے جھوٹے معبودان کے لیے سفارشی بنیں گے۔“^②

② تیسیر الرحمن : ۱۲۲۱/۲

① تیسیر الرحمن : ۹۰۹/۱

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهُ إِلَّا لِمَنْ أَذِنَ لَهُ﴾ (سبا : ۲۳)

”اس (یعنی اللہ تعالیٰ) کے پاس شفاعت کچھ نفع نہیں دے گی سوائے ان کے جن کے لیے اجازت ہوگی۔“

اور سورۃ الانبیاء میں فرمایا:

﴿وَلَا يَشْفَعُونَ إِلَّا لِمَنْ ارْتَضَى﴾ (الانبیاء : ۲۸)

”وہ کسی کی سفارش نہیں کریں گے سوائے ان کے جس سے اللہ خوش ہو۔“

روزِ قیامت رسول اکرم ﷺ سب کے سفارشی ہوں گے:

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”جنت کے لیے سب سے پہلا شفاعت کرنے والا میں ہوں گا، اور کسی بھی نبی کی

اتنی تصدیق نہیں کی گئی جتنی میری۔ حتیٰ کہ روزِ قیامت بعض انبیاء علیہم السلام ایسے بھی

ہوں گے جن کی امت میں سے صرف ایک ہی شخص ان پر ایمان لایا ہوگا۔“ ❶

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”میں اولادِ آدم کا سردار ہوں اور میں یہ بات بطورِ فخر نہیں کہتا۔ اور میں ہی وہ پہلا

شخص ہوں، سب سے پہلے جس کی قبر کھلے گی اور میں یہ بات بطورِ فخر نہیں کہتا۔ اور

میں پہلا شفاعت کرنے والا اور پہلا مقبول الشفاعت ہوں اور میں یہ بات بطورِ فخر

نہیں کہتا۔ اور میں ہی وہ شخص ہوں جس کے ہاتھوں میں حمد کا جھنڈا ہوگا اور میں یہ

بات بطورِ فخر نہیں کہتا۔“ ❷

رسول اللہ ﷺ پہلے شفاعت کرنے والے اور پہلے مقبول الشفاعت کیسے ہوں گے،

❶ صحیح مسلم، کتاب الایمان، رقم: ۱۹۶۔ مسند احمد: ۱۴۰/۳۔ مسند ابی یعلیٰ: ۵۲۵/۷، رقم: ۳۹۷۰، ۳۹۷۳۔

❷ سنن ابن ماجہ، کتاب الزہد، رقم: ۴۳۰۷۔ مسند احمد: ۱۲/۳، رقم: ۱۰۹۸۷۔ صحیح ابن حبان، رقم: ۶۲۴۲۔ ابن حبان نے اسے ”صحیح“ کہا ہے

اس کے متعلق سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے ایک طویل روایت ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”ایماندار لوگ قیامت کے روز اکٹھے ہوں گے، اور کہیں گے، کاش! ہم اپنے رب کی طرف کوئی سفارش تلاش کریں۔ پس وہ سیدنا آدم علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور عرض کریں گے، آپ انسانیت کے باپ ہیں، اللہ نے آپ کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا، اور آپ کے لیے اپنے فرشتوں سے سجدہ کرایا اور آپ کو ہر چیز کے نام سکھائے۔ آپ اپنے رب کے پاس ہماری سفارش کریں! تاکہ ہم اپنی اس جگہ سے آرام پائیں۔ وہ جواب دیں گے، میں یہاں تمہارے کام نہیں آ سکتا، اور اپنے گناہ کا ذکر کریں گے شرمائیں گے اور کہیں گے: تم نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ پس وہ پہلے رسول ہیں، جنہیں اللہ نے زمین والوں کی طرف بھیجا۔ پس لوگ ان کے پاس آئیں گے۔ (اور ان سے بھی وہی درخواست کریں گے) وہ جواب دیں گے، میں یہاں تمہارے کام نہیں آ سکتا، اور اپنے سوال کا ذکر کریں گے جو انھوں نے اپنے رب سے کیا تھا، اور ان کے پاس اس کا علم نہیں تھا (بیٹے کے متعلق جبکہ وہ غرق ہو رہا تھا) اور شرمائیں گے اور کہیں گے: تم خلیل اللہ (ابراہیم علیہ السلام) کے پاس جاؤ۔ لوگ ان کے پاس آئیں گے، وہ بھی کہیں گے، میں یہاں تمہارے کام نہیں آ سکتا۔ تم موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ وہ ایسا بندہ ہے جس سے اللہ نے کلام کیا اور اسے تورات دی۔ لوگ ان کے پاس آئیں گے۔ وہ بھی کہیں گے میں یہاں تمہارے کام نہیں آ سکتا، اور بغیر قصاص کے انھوں نے جو قتل کیا تھا اس کا ذکر کریں گے، اور اپنے رب سے شرمائیں گے اور کہیں گے، تم عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ، وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، اور اللہ کا کلمہ اور اس کی روح ہیں۔ لوگ ان کے پاس آئیں گے۔ وہ کہیں گے: میں یہاں تمہارے کام نہیں آ سکتا۔ تم محمد ﷺ کے پاس جاؤ۔ جن کے اللہ نے اگلے پچھلے گناہ معاف کر دیے۔ پس لوگ میرے پاس آئیں گے، میں چلوں گا حتیٰ کہ اپنے رب سے اجازت مانگوں گا، مجھے اجازت

دی جائے گی اور جب میں اپنے رب کو دیکھوں گا، تو سجدے میں گر جاؤں گا جتنی دیر اللہ چاہے گا مجھے رہنے دے گا۔ پھر کہا جائے گا اپنا سراٹھاؤ، اور مانگو اور شفاعت کرو (آپ کی شفاعت) قبول کی جائے گی۔ پس میں اپنا سراٹھاؤں گا اور اللہ کی ایسے کلمات سے حمد کروں گا جو وہ مجھے سکھائے گا۔ پھر میں سفارش کروں گا میرے لیے حد مقرر کی جائے گی۔ میں ان کو جنت میں داخل کروں گا، پھر اللہ کی طرف واپس آؤں گا، جب اپنے رب کو دیکھوں گا تو اسی طرح کروں گا (جیسے پہلے کیا)۔ پھر سفارش کروں گا اور میرے لیے حد بندی کی جائے گی۔ انھیں جنت میں داخل کروں گا۔ پھر تیسری مرتبہ پھر چوتھی مرتبہ واپس لوٹ کر آؤں گا، اور کہوں گا، آگ میں صرف وہ لوگ رہ گئے ہیں، جنہیں قرآن نے روک رکھا ہے اور ان پر ہمیشگی لازم ہو چکی ہے۔ (مشرک لوگ مراد ہیں)۔“^①

واضح رہے کہ روز قیامت رسول اللہ ﷺ کی شفاعت صرف اس شخص کو نصیب ہوگی جو موحد ہوگا۔ مشرک آپ ﷺ کی شفاعت سے محروم رہے گا۔ درج ذیل احادیث اس کا واضح ثبوت ہیں:

سیدنا عوف بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”میرے پاس میرے رب کی طرف سے ایک آنے والا پیغام لے کر آیا۔ پیغام یہ تھا کہ میرے رب نے مجھے دو باتوں میں اختیار دیا ہے کہ میں ان میں سے کسی ایک کو اپنے لیے منتخب کر لوں۔ اختیار یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ میری نصف امت کو جنت میں داخل فرمادیں یا مجھے شفاعت کا موقع ملے، تو میں نے حق شفاعت کو اختیار کر لیا۔ اور میری شفاعت ان لوگوں کے لیے ہوگی جو میری ایمان اور توحید کی دعوت کو قبول کر کے اس حال میں مریں کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے تھے۔“^②

① صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب قول اللہ تعالیٰ ﴿وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ﴾، رقم: ۴۷۶۶۔

② سنن ترمذی، کتاب صفة القيامة والرقاق والورع، رقم: ۲۴۴۱۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ”صحیح“ کہا ہے۔ سنن ابن ماجہ، رقم: ۴۳۱۷۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
 ”ہر نبی کو ایک دعا کا حق دیا جاتا ہے (جسے اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے حتمی طور پر قبول فرماتا ہے) جو اس نبی نے اپنی اُمت کے لیے دعا کی، اور میں نے اپنی اس دعا کو قیامت کے دن اپنی اُمت کی شفاعت کے لیے محفوظ کر لیا ہے۔“ ❶

ایک دوسری روایت میں یہ اضافہ ہے:

”میں نے اپنی دعا اُمت کی شفاعت کے لیے محفوظ کر رکھی ہے، اور میری شفاعت ہر اس شخص کے لیے ہوگی جو اس حال میں مرا ہو کہ اس نے اللہ کے ساتھ ذرہ برابر بھی شرک نہ کیا ہو۔“ ❷



❶ صحیح مسلم، کتاب الایمان، رقم: ۴۹۸.

❷ صحیح مسلم، کتاب الایمان، رقم: ۴۹۱۔ سنن ابن ماجہ، ابواب الزہد، رقم: ۲۱۱۱.

نبی کریم ﷺ پر اللہ تعالیٰ کا خاص فضل ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَيْنَ شِئْنًا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ بِهِ عِلْمًا وَاكْبِلًا﴾ (بنی اسرائیل: ۸۶)

”اور اگر ہم چاہیں تو جو کچھ ہم نے آپ پر وحی کی ہے اسے واپس لے لیں، پھر اس کا روئی پر ہمارے خلاف آپ اپنا کوئی مددگار نہ پائیں گے۔“

﴿رَحْمَةً مِّن رَّبِّكَ إِنَّ فَضْلَهُ كَانَ عَلَيْكَ كَبِيرًا﴾ (۸۷)

(بنی اسرائیل: ۸۷)

”آپ کے رب کی طرف سے رحمت ہے، یقیناً آپ پر اس کا بڑا ہی فضل ہے۔“

امام رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”اس آیت کی تفسیر میں دو قول ہیں:

(1) فضل سے مراد آپ ﷺ پر نزولِ قرآن اور علم کی بقاء ہے۔

(2) فضل سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اولادِ آدم کا سردار بنایا،

آپ پر نبوت کا خاتمہ فرمایا، اور آپ کو مقامِ محمود عطا فرمایا (بہر حال دونوں قول اپنی

اپنی جگہ درست ہیں)۔^①

امام بیضاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”آپ ﷺ پر اللہ کے بڑا فضل ہے“ کہ ”اللہ تعالیٰ نے

آپ کو رسول بنایا، آپ پر اپنی کتاب کو نازل فرمایا اور پھر اسے آپ کے حافظے میں محفوظ فرمادیا۔“^②

① تفسیر الکبیر، للرازی: ۱۳۱/۱۰۔

② تفسیر بیضاوی: ۴۴۷/۳۔

سورہ نساء میں ہے:

﴿وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ وَرَحْمَتُهُ لَهَيَّبْتَ قَلْبَهُمْ مِّنْهُمْ أَنْ يُضِلُّوكَ وَمَا يُضِلُّونَ إِلَّا أَنْفُسَهُمْ وَمَا يَصُرُّونَكَ مِنْ شَيْءٍ وَأَنْزَلَ اللَّهُ عَلَيْكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُن تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا ﴿١١٣﴾﴾ (النساء : ۱۱۳)

”اگر اللہ کا فضل و رحم تجھ پر نہ ہوتا تو ان کی ایک جماعت نے تو تجھے بہکانے کا قصد کر لیا تھا، مگر دراصل یہ اپنے آپ کو ہی گمراہ کرتے ہیں، یہ تیرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ اللہ نے تجھ پر کتاب و حکمت اتاری ہے، اور تجھے وہ سکھایا ہے جسے تو نہیں جانتا تھا۔ اور اللہ کا تجھ پر بڑا بھاری فضل ہے۔“

سورۃ القصص میں ارشاد فرمایا:

﴿وَمَا كُنْتَ تَرْجُو أَنْ يُلْقَىٰ إِلَيْكَ الْكِتَابُ إِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَبِّكَ فَلَا تَكُونَنَّ ظَهِيرًا لِّلْكَافِرِينَ ﴿٨٦﴾﴾ (القصص : ۸۶)

”آپ کو تو کبھی اس کا خیال بھی نہ گزرا تھا کہ آپ کی طرف کتاب نازل فرمائی جائے گی لیکن یہ آپ کے رب کی مہربانی سے اُترا۔ اب آپ کو ہرگز کافروں کا مددگار نہیں ہونا چاہیے۔“

سورۃ الشوریٰ میں ارشاد ہے:

﴿وَكَذَلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ رُوحًا مِّنْ أَمْرِنَا مَا كُنْتَ تَدْرِي مَا الْكِتَابُ وَلَا الْإِيمَانُ﴾ (الشوریٰ : ۵۲)

”اور اسی طرح ہم نے تیری طرف (قرآن دے کر) ایک فرشتہ اپنے حکم سے بھیجا، تو نہیں جانتا تھا کہ کتاب کیا ہے اور ایمان کیا ہے؟“

امام ابن کثیر رحمہ اللہ مذکورہ بالا آیات کی تفسیر میں رقمطراز ہیں:

”یہ سب باتیں اللہ کا فضل ہیں جو آپ کے شامل حال ہے۔“^①

حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ فرماتے ہیں:

”ان تمام آیات سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر فضل و احسان فرمایا اور کتاب و حکمت بھی عطا فرمائی، ان کے علاوہ دیگر بہت سی باتوں کا آپ کو علم دیا گیا، جن سے آپ بے خبر تھے۔ یہ بھی گویا آپ ﷺ کے عالم الغیب ہونے کی نفی ہے، کیونکہ جو خود عالم الغیب ہو، اسے تو کسی اور سے علم حاصل کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہوتی۔ اور جسے دوسرے سے معلومات حاصل ہوں، وحی کے ذریعے سے یا کسی اور طریقے سے، وہ عالم الغیب نہیں ہوتا۔“^②

دنیا میں اللہ تعالیٰ نے جو آپ ﷺ پر خاص انعامات فرمائے، ان میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے لیے دیگر تمام انبیاء علیہم السلام سے عہد لیا:

اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام سے لے کر عیسیٰ علیہ السلام تک ہر نبی سے یہ عہد و پیمان لیا کہ جب بھی کوئی نیا رسول آئے گا جو گزشتہ انبیاء کی تصدیق کر رہا ہوگا، تو گزشتہ نبی اور اس کے پیروکاروں پر لازم ہوگا کہ اُس پر ایمان لے آئیں، اور اُس کی مدد کریں۔ چنانچہ تمام انبیاء نے اس کا اقرار کیا، اور اس اقرار کے گواہ بنے، اور اللہ نے بھی شہادت دی۔ اس عمومی اقرار و عہد نامے کا تقاضا یہ تھا کہ جب محمد ﷺ دنیا میں تشریف لائیں گے تو وہ تمام لوگ جو موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام کے پیروکار ہوں گے، ان پر ایمان لے آئیں گے، اس لیے اب اگر کوئی شخص محمد ﷺ کی اتباع نہیں کرتا تو وہ فاسق، اللہ کا نافرمان اور اُس نبی کو جھٹلانے والا ہوگا جس کی محبت کا دم بھر رہا ہے اور جس پر ایمان لانے کا دعویٰ کر رہا ہے، اور اگر نصاریٰ بھی عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں، اور محمد ﷺ پر ایمان نہیں لاتے، تو وہ اپنے دعویٰ میں کاذب ہیں۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

① تفسیر ابن کثیر: ۱/۷۶۰.

② تفسیر أحسن البیان، ص: ۲۵۴.

﴿وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُمْ مِنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنْصُرُنَّهُ قَالَ أَأَقْرَرْتُمْ وَأَخَذْتُمْ عَلَىٰ ذَلِكُمْ أَصْرِي ط قَالُوا أَأَقْرَرْنَا ط قَالَ فَاشْهَدُوا وَآنَا مَعَكُمْ مِنَ الشَّاهِدِينَ ﴿٨١﴾ فَمَنْ تَوَلَّىٰ بَعْدَ ذَلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ﴿٨٢﴾﴾ (آل عمران: ٨١، ٨٢)

”اور جب اللہ نے نبیوں سے ميثاق کیا کہ میں تمہیں جو کچھ کتاب و حکمت دوں، پھر تمہارے پاس کوئی رسول آئے جو تمہاری چیزوں کی تصدیق کرے، تو اُس پر ضرور ایمان لے آؤ گے، اور اُس کی ضرور مدد کرو گے، اللہ نے کہا کہ کیا تم لوگوں نے اقرار کر لیا اور اُس پر میرا عہد قبول کر لیا، انہوں نے کہا کہ ہم نے اقرار کر لیا، اللہ نے کہا، پس تم لوگ گواہ رہو، اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں، پس جس نے اس کے بعد اعراض کیا وہی لوگ فاسق ہیں۔“

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ لکھتے ہیں:

”علی بن ابی طالب اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ: ”اللہ نے جب بھی کسی نبی کو مبعوث کیا، تو اس سے یہ عہد لیا کہ اگر اللہ نے اس کی زندگی میں محمد ﷺ کو مبعوث کیا، تو وہ محمد پر ایمان لائے گا اور اس کی مدد کرے گا۔ ہر نبی کو یہ بھی حکم دیا کہ وہ اپنی امت سے اس بات کا عہد لے گا کہ اگر محمد مبعوث ہوئے اور وہ لوگ زندہ رہے، تو ان پر ایمان لائیں گے اور ان کی مدد کریں گے“ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اسی اثر کے پیش نظر بعض علماء نے کہا ہے کہ آیت کریمہ میں مذکور عہد نبی کریم ﷺ کے ساتھ خاص ہے، جیسا کہ قاضی عیاض نے اپنی کتاب ”الشفاء“ میں بیان کیا ہے۔“ (تیسیر الرحمن: ۱/۱۹۰)

اہل کتاب کے ہاں بھی آپ ﷺ کے متعلق یقینی علم موجود تھا:

اہل کتاب رسول اللہ ﷺ کے رسول ہونے پر ایسا ہی یقین رکھتے ہیں جیسے انہیں اپنی

صلبی اولاد کے بارے میں یقین ہے کہ یہ ہماری اولاد ہیں۔

﴿الَّذِينَ آتَيْنَهُمُ الْكِتَابَ يَعْرِفُونَهُ كَمَا يَعْرِفُونَ آبْنَاءَهُمْ وَإِنَّ فَرِيقًا
مِّنْهُمْ لَيَكْتُمُونَ الْحَقَّ وَهُمْ يَعْلَمُونَ﴾ (البقرہ: ۱۴۶)

”جنہیں ہم نے کتاب دی ہے، وہ رسول اللہ کو ایسا ہی پہچانتے ہیں، جیسے وہ اپنی
صلبی بیٹوں کو پہچانتے ہیں، اور ان کی ایک جماعت حق کو جانتے ہوئے چھپاتی
ہے۔“

وہ یہود عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کا انکار کرتے تھے اور رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے پہلے آپ
کا آنا برحق سمجھتے تھے، اور آپ کے واسطے سے مشرکین کے خلاف اللہ سے فتح کی دعا کرتے تھے،
لیکن آپ کی بعثت کے بعد آپ کا انکار کر دیا، اور ان پر ایمان نہیں لائے۔

﴿كَيْفَ يَهْدِي اللَّهُ قَوْمًا كَفَرُوا بَعْدَ إِيمَانِهِمْ وَشَهِدُوا أَنَّ الرَّسُولَ
حَقٌّ وَجَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ﴾ (۹۱)

(آل عمران: ۸۶)

”اللہ تعالیٰ کیسے ہدایت دے گا ایسے لوگوں کو جو ایمان لانے کے بعد دوبارہ کافر
ہو گئے، اور اپنی اس گواہی کے بعد کہ رسول برحق ہے، اور ان کے پاس کھلی نشانیاں
آ جانے کے بعد، اور اللہ تعالیٰ ظالم قوموں کو ہدایت نہیں دیتا۔“

آپ ﷺ کو اول المسلمین کہہ کر پکارا:

آپ ﷺ سے پہلے تمام انبیاء نے اسلام ہی کی دعوت دی جس کی بنیاد اللہ تعالیٰ کی
وحدانیت اور صرف اس کی عبادت پر ہے۔ نوح، ابراہیم، یعقوب، یونس، موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام
سب نے اپنی زبان سے شہادت دی کہ میں مسلمان ہوں، اور میرا جینا اور میرا مرنا سب اسی باری
تعالیٰ کے لیے ہے۔

﴿قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿۱۱۳﴾ لَا
شَرِيكَ لَهُ وَبِذَلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ ﴿۱۱۴﴾﴾ (الانعام: ۱۶۲، ۱۶۳)

”آپ کیسے کہ میری نماز اور میری قربانی، اور میرا جینا اور میرا مرنا اللہ رب العالمین کے لیے ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں ہے، اور مجھے اسی کا حکم دیا گیا ہے، اور میں اللہ کا پہلا فرمانبردار بندہ ہوں۔“

آپ ﷺ کو بھیج کر اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر احسان کیا:

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے اوپر اپنا احسان کیا کہ اس نے ان کی رہنمائی کے لیے انہی جیسے ایک عربی آدمی کو اپنا رسول بنا کر بھیجا، تاکہ اس کے ساتھ بیٹھ کر باتیں کر سکیں اور اس کی تعلیمات سے مستفید ہو سکیں۔ قرآن میں ہے:

﴿لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِن كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ﴿١٦٣﴾﴾ (آل عمران: ١٦٤)

”اللہ کا مومنوں پر یقیناً یہ احسان ہے کہ اس نے ان کے لیے انہی میں سے ایک رسول بھیجا، جو اس کی آیتوں کی ان لوگوں پر تلاوت کرتے ہیں، اور انہیں پاک کرتے ہیں، اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتے ہیں، اور اس سے پہلے وہ لوگ کھلی گمراہی میں تھے۔“

آپ ﷺ کی زندگی اور آپ کے شہر کی قسم اٹھائی:

ایک مقام پر اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی باقی زندگی کی قسم کھا کر کہا کہ سدوم بستی کے رہنے والے بے شک اپنی گمراہیوں میں بھٹک رہے تھے۔

﴿لَعَنَّاكَ إِنَّمَمْ لَفِي سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُونَ ﴿٤٢﴾﴾ فَأَخَذْتَهُمُ الصَّيْحَةَ مُشْرِقِينَ ﴿٤٣﴾﴾ (الحجر: ٧٢)

”آپ کی جان کی قسم! وہ لوگ اپنے گناہوں کے نشے میں دیوانہ ہوئے جارہے تھے۔“

”قاضی عیاض نے مفسرین کا اس پر اتفاق نقل کیا ہے کہ یہاں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی زندگی کی قسم کھائی ہے۔“ (تیسیر الرحمن : ۱/۷۵۰)

اور آپ کے شہر کی بھی قسم اٹھائی، مکہ مکرمہ کی اس لیے کہ آپ وہاں موجود ہیں۔ یعنی آپ کا وہاں رہنا مکہ کے لیے باعث شرف ہے۔

﴿لَا أُقْسِمُ بِهَذَا الْبَلَدِ ۝ وَأَنْتَ حِلٌّ بِهَذَا الْبَلَدِ ۝﴾ (البلد: ۱، ۲)

”میں اس شہر (مکہ) کی قسم کھاتا ہوں۔ درانحالیکہ آپ اس شہر میں اقامت پذیر ہیں۔“



نبی کریم ﷺ سے محبت ایمان کا جز ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ إِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ اقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسْكِنٌ تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُمْ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُوا حَتَّىٰ يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرٍ ۗ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ﴾ (التوبه: ۲۴)

”آپ کہہ دیجیے کہ اگر تمہارے باپ، تمہارے لڑکے، تمہارے بھائی، تمہاری بیویاں، تمہارے کنبے قبیلے، تمہارے کمائے ہوئے مال، اور وہ تجارت جس کی کمی سے تم ڈرتے ہو اور وہ حویلیاں جنہیں تم پسند کرتے ہو، اگر یہ تمہیں اللہ سے اور اس کے رسول سے، اور اس کی راہ کے جہاد سے بھی زیادہ عزیز ہیں تو تم اللہ کے حکم سے عذاب کے آنے کا انتظار کرو۔ اللہ فاسقوں کو ہدایت نہیں دیتا۔“

امام قرطبی رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں رقم طراز ہیں:

”یہ آیت اللہ تعالیٰ اور اس کے (محبوب) رسول اللہ ﷺ کی محبت کی فرضیت پر دلالت کرتی ہے، اور اس میں کوئی اختلاف نہیں۔ نیز یہ بھی واضح رہے کہ ان کی محبت ہر محبوب کی محبت پر غالب ہو۔ (سوائے اللہ تعالیٰ کے)“ ①

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”جس شخص میں تین خصلتیں ہوں وہ ایمان کی لذت سے بہرہ ور ہوگا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اسے سب

سے زیادہ پیارے ہوں، جس سے محبت کرے صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کرے، کفر کی طرف پلٹنے کو اسی طرح ناپسند کرے جس طرح آگ میں پھینکے جانے کو ناپسند کرتا ہے۔“^①

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ ، لَا يُؤْمِنُ أَحَدٌ كُمْ حَتَّىٰ أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ

مَنْ وَالِدِهِ وَوَالِدِهِ .))^②

”اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تم میں کوئی شخص بھی اس وقت تک مومن نہیں بن سکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے والد اور بیٹے سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔“

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں الفاظ کچھ یوں ہیں:

((لَا يُؤْمِنُ عَبْدٌ حَتَّىٰ أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ أَهْلِهِ وَمَالِهِ وَ النَّاسِ

أَجْمَعِينَ .))^③

”کوئی بندہ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے اہل، مال اور سب لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔“

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ایک دوسری روایت میں ہے:

”ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور سوال کیا کہ قیامت کب

آئے گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا، تم نے قیامت کے لیے کیا تیاری کر رکھی ہے؟

اس نے عرض کیا ”اللہ اور اس کے رسول کی محبت“ آپ نے فرمایا: بے شک تم اس

کے ساتھ ہو جس کے ساتھ تم نے محبت کی۔“ انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ”ہمیں اسلام

لانے کے بعد کسی بات سے اتنی زیادہ مسرت نہیں ہوئی جتنی آپ ﷺ کے

① صحیح بخاری، کتاب الایمان، رقم: ۱۶۵.

② صحیح بخاری، کتاب الایمان، رقم: ۱۵.

③ صحیح مسلم، کتاب الایمان، رقم: ۱۶۸.

اس فرمان سے ہوئی۔ اس لیے میں اللہ تعالیٰ، رسول اللہ ﷺ، ابو بکر اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما سے محبت کرتا ہوں، اور مجھے امید ہے کہ میں آخرت کے دن انہی کے ساتھ ہوں گا اگرچہ میں نے ان کے برابر اعمال نہیں کیے۔“^①

شیخ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”تمام علماء اس بات پر متفق ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ کی محبت، ایمان کا لازمی جزء ہے، اور جس بندے کے دل میں آپ ﷺ کی محبت جس قدر کم ہوگی اسی قدر اس کا ایمان بھی ناقص ہوگا، یہاں تک کہ اگر محبت بالکل ہی نہ ہوگی تو وہ مکمل طور پر ایمان سے خارج ہوگا۔“^②

امام بخاری نے اپنی صحیح میں باب قائم کیا ہے:

((حُبُّ الرَّسُولِ مِنَ الْإِيمَانِ))^③

”رسول اللہ ﷺ سے محبت ایمان کا حصہ ہے۔“

شیخ علی بن نایف الشحوہ رقمطراز ہیں:

”نبی کریم ﷺ کی محبت دین کی اساس اور مبادیاتِ اسلام میں سے ہے۔ اس کے بغیر کسی بھی انسان کا ایمان درست نہیں، اور نہ ہی کسی مسلمان کے لیے یہ درست ہے کہ وہ اس میں متردد ہو۔ اور رسول اللہ ﷺ کی محبت اللہ تعالیٰ کی محبت کے ساتھ جڑی ہوئی ہے کیونکہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے ہی مبعوث کردہ منتخب رسول ہیں۔“^④

① صحیح بخاری، کتاب فضائل أصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم، رقم: ۳۶۸۸۔ صحیح مسلم،

کتاب البر والصلۃ، باب المرء مع من أحب، رقم: ۶۷۱۳۔

② القول المفید شرح کتاب التوحید۔

③ صحیح بخاری، کتاب الایمان۔

④ موسوعة الدفاع عن رسول الله: ۱۵۷/۴۔

نبی کریم ﷺ سے اپنی جان سے بھی زیادہ محبت کرنے کا حکم ہے:
ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿الْبَيْتِ أُولَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنفُسِهِمْ وَأَزْوَاجَهُ أُمَّهَاتُهُمْ﴾

(الاحزاب: ۶)

”پیغمبر مومنوں پر خود ان کی جانوں سے بھی زیادہ حق رکھنے والے ہیں، اور پیغمبر کی بیویاں مومنوں کی مائیں ہیں۔“

عبدالرحمن بن ناصر سعدی رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں رقمطراز ہیں:

”یعنی انسان کے لئے سب سے زیادہ قریب اور سب سے زیادہ مستحق ہیں۔ پس رسول اللہ ﷺ مومن کے لئے خود اس کی ذات پر بھی مقدم ہیں، کیونکہ آپ ﷺ ان کی خیر خواہی کرتے ہیں، ان کے ساتھ شفقت و محبت سے پیش آتے ہیں۔ مخلوق میں سب سے بڑھ کر رحیم اور سب سے زیادہ مہربان ہیں۔ ان پر مخلوق میں سب سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کا احسان ہے، کیونکہ انہیں اگر ذرہ بھر بھلائی حاصل ہوئی ہے، یا ان سے کوئی ذرہ بھر برائی دور ہوئی ہے تو آپ ﷺ کے ہاتھ سے، اور آپ کے سبب سے ہوئی ہے۔“^①

سیدنا عبداللہ بن ہشام رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

((كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ آخِذٌ بِيَدِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَقَالَ لَهُ عُمَرُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! لَأَنْتَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ إِلَّا مِنْ نَفْسِي، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: لَا، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! حَتَّى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْكَ مِنْ نَفْسِكَ، فَقَالَ لَهُ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَإِنَّهُ الْآنَ وَاللَّهِ! لَأَنْتَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ نَفْسِي، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: الْآنَ يَا عُمَرُ!))^②

① تفسیر سعدی: ۳/۲۱۲۶، ۳۱۲۷.

② صحیح بخاری، کتاب الایمان والذکر، رقم: ۶۶۳۲.

”ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھے۔ آپ نے عمر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ رکھا تھا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا ”آپ مجھے میری جان کے سوا ہر چیز سے زیادہ پیارے ہیں۔“ آپ نے فرمایا ”نہیں، قسم ہے اس ذات کی، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اس وقت تک ایمان مکمل نہیں ہو سکتا، جب تک میں تجھے تیری جان سے بھی زیادہ پیارا نہ ہو جاؤں۔“ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا ”اللہ کی قسم! یقیناً اب آپ مجھے میری جان سے بھی زیادہ پیارے ہیں۔“ یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا ”اے عمر! اب بات بنی ہے۔“

سیدنا عبد اللہ بن ہشام رضی اللہ عنہ سے مروی ایک دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَا يَوْمٌ مِنْ أَحَدِكُمْ حَتَّىٰ أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ نَفْسِهِ .)) ❶

”تم میں سے کوئی بھی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اس کے نزدیک اس کی اپنی جان سے بھی زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔“

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ”ہم (سفر ہجرت پر) روانہ ہوئے تو لوگوں نے ہمارا تعاقب کیا۔ سراقہ بن مالک گھوڑے پر سوار ہو کر ہمارے قریب پہنچ گیا حتیٰ کہ اس کے اور ہمارے درمیان دو یا تین نیزوں کا فاصلہ رہ گیا تھا تو میں نے رونا شروع کر دیا۔ آپ ﷺ نے دریافت کیا کہ تم کیوں رورہے ہو؟ تو میں نے جواب دیا کہ اللہ کی قسم! میں اپنے لیے نہیں بلکہ آپ کی جان کو خطرے میں دیکھ کر رورہا ہوں۔ اس پر آپ نے اس (سراقہ) کے لیے ان الفاظ میں بددعا کی کہ ”اے اللہ! تو جیسے چاہے ہمارے لیے اس کے مقابلے میں کافی ہو جا۔“ چنانچہ اس کے گھوڑے کی ٹانگیں زمین میں پیٹ تک دھنس گئیں۔“ ❷

❶ مسند احمد: ۳۳۳/۴، رقم: ۱۸۰۴۷۔ شیخ شعیب ارناؤوط نے اسے ”صحیح“ کہا ہے۔

❷ مسند احمد: ۱۰۵/۱۔ شیخ احمد شاكر نے اس حدیث کو ”صحیح“ کہا ہے۔

نبی کریم ﷺ سے جمادات و نباتات بھی محبت کرتے ہیں:

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

((جَاءَ أَعْرَابِيٌّ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ ، فَقَالَ: بِمَ أَعْرِفُ أَنَّكَ نَبِيٌّ؟ قَالَ: إِنْ دَعَوْتُ هَذَا الْعِدْقَ مِنْ هَذِهِ النَّخْلَةِ تَشْهَدُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ؟ فَدَعَاهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ، فَجَعَلَ يَنْزِلُ مِنَ النَّخْلَةِ حَتَّى سَقَطَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ ، ثُمَّ قَالَ: أَرْجِعْ فَعَادَ ، فَاسْلَمَ الْأَعْرَابِيُّ)) ❶

”ایک دیہاتی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور کہنے لگا کہ مجھے کیسے معلوم ہوگا کہ آپ نبی ہیں؟ آپ نے فرمایا، اگر میں کھجور کے درخت کے اس گچھے کو بلاؤں تو وہ بھی گواہی دے گا کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے اسے بلایا، تو وہ درخت سے اترنے لگا، حتیٰ کہ نبی کریم ﷺ کے پاس آگرا۔ پھر آپ نے اس سے فرمایا کہ واپس ہو جا تو وہ واپس ہو گیا، اور اس اعرابی نے اسلام قبول کر لیا۔“

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

((أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ طَلَعَ لَهُ أَحَدٌ ، فَقَالَ: هَذَا جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَ نُحِبُّهُ ، اللَّهُمَّ! إِنَّ إِبْرَاهِيمَ حَرَّمَ مَكَّةَ ، وَإِنِّي أَحْرَمُ مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا)) ❷

”رسول اللہ ﷺ کو اُحد پہاڑ نظر آیا تو آپ ﷺ نے فرمایا یہ پہاڑ ہے جو ہم سے محبت رکھتا ہے اور ہم اسے محبوب رکھتے ہیں۔ اے اللہ! ابراہیم (علیہ السلام) نے مکہ شریف کو حرم بنایا، اور میں اس مدینہ طیبہ کے سنگلاخوں کے درمیانی حصہ کو حرم بناتا ہوں۔“

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

❶ مسند احمد: ۱/۲۲۳ - سنن ترمذی، ابواب المناقب، رقم: ۳۶۲۸ - علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس کو صحیح کہا ہے۔

❷ سنن ترمذی، ابواب المناقب، رقم: ۱۸۵۶ - صحیح بخاری، کتاب احادیث الأنبياء، رقم: ۳۳۶۷۔

((أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ خَطَبَ إِلَى لِزْقِ جَدْعٍ وَاتَّخَذُوا لَهُ مَنْبَرًا، فَخَطَبَ عَلَيْهِ فَحَنَّ الْجَدْعُ حَنِينَ النَّاقَةِ، فَنَزَلَ النَّبِيُّ ﷺ فَمَسَّهُ فَسَكَتَ.)) ❶

”رسول اللہ ﷺ کھجور کے ایک تنے کے ساتھ کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے، پھر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے آپ کے لیے منبر بنوایا، جب آپ ﷺ نے اس پر تشریف فرما کر خطبہ دیا تو وہ تنا اس طرح رونے لگا، جس طرح اونٹنی اپنے بچے کے پیچھے روتی ہے۔ نبی کریم ﷺ نیچے اترے اور اس پر ہاتھ پھیرا تو وہ خاموش ہو گیا۔“

سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
 ”بلاشبہ مکہ مکرمہ میں ایک ایسا پتھر ہے جو مجھے اُن راتوں میں سلام کیا کرتا تھا جن میں مجھے مبعوث کیا گیا، اور یقیناً میں اسے اب بھی پہچانتا ہوں۔“ ❷



❶ صحیح ابن خزیمہ، رقم: ۱۷۷۷۔ سنن ترمذی، ابواب المناقب، رقم: ۳۶۲۷۔ ابن خزیمہ اور علامہ البانی نے اسے ”صحیح“ کہا ہے۔

❷ مسند احمد: ۵/۸۹، ۹۵، ۱۰۵۔ سنن ترمذی، ابواب المناقب، رقم: ۳۶۲۴۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ”صحیح“ کہا ہے۔

باب نمبر 8

نبی کریم ﷺ کا ادب و احترام کرنا واجب ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْدِمُوا بَيْنَ يَدَيْ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۗ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ① يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَن تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنتُمْ لَا تَشْعُرُونَ ② إِنَّ الَّذِينَ يَغُضُّونَ أَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ امْتَحَنَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ لِلتَّقْوَىٰ ۗ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ عَظِيمٌ ③ إِنَّ الَّذِينَ يُنَادُونَكَ مِنَ وَرَاءِ الْحُجُرَاتِ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ ④ وَلَوْ أَنَّهُمْ صَبَرُوا حَتَّىٰ تَخْرُجَ إِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ⑤﴾ (الحجرات: ١ تا ٥)

”اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو، اور اللہ سے ڈرتے رہا کرو۔ یقیناً اللہ (خوب) سنے جانے والا ہے۔ اے ایمان والو! اپنی آوازیں نبی کی آواز سے اوپر نہ کرو، اور نہ اس سے اونچی آواز سے بات کرو، جیسے آپس میں ایک دوسرے سے کرتے ہو، کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال اکارت ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔ بے شک جو لوگ رسول اللہ کے حضور میں اپنی آوازیں پست رکھتے ہیں، یہی وہ لوگ ہیں کہ جن کے دلوں کو اللہ نے پرہیزگاری کے لیے جانچ لیا ہے۔ ان کے لیے مغفرت ہے اور بڑا ثواب ہے۔ جو لوگ آپ کو حجروں کے پیچھے سے پکارتے ہیں، ان میں سے اکثر بالکل بے عقل ہیں۔ اگر یہ لوگ یہاں تک صبر

کرتے کہ آپ خود ان کے پاس آجاتے تو یہ ان کے لیے بہتر ہوتا۔ اور اللہ بڑا معاف کرنے والا، بے حد رحم کرنے والا ہے۔“

”اس آیت میں مسلمانوں کو یہ ادب سکھایا گیا ہے کہ جب وہ رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں ہوں تو اتنی اونچی آواز سے نہ بولیں کہ ان کی آواز آپ ﷺ کی آواز سے بلند ہو جائے، اور آپ ﷺ کو اس طرح نہ پکاریں جس طرح وہ آپس میں ایک دوسرے کو پکارتے ہیں، بلکہ نہایت مؤدبانہ طور پر دھیمی آواز میں اس طرح پکاریں جس طرح نہایت معظم و محترم اور صاحبِ ہیبت انسان کو پکارا جاسکتا ہے، اس لیے کہ آپ کی شان میں ادنیٰ گستاخی اللہ تعالیٰ کے نزدیک عظیم گناہ ہے اور ایسا کرنے والے کے سارے نیک اعمال غیر شعوری طور پر ضائع ہو سکتے ہیں۔

مفسرین لکھتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد اس آیت کے پیش نظر، مسلمانوں پر واجب ہے کہ جب بھی آپ کا ذکر جمیل آئے، یا آپ کا کوئی حکم یا کوئی حدیث بیان کی جائے تو ادب و احترام ملحوظ رکھا جائے، آپ کی شان میں ادنیٰ گستاخی بھی نہ ہونے پائے، آپ کی حدیث پر کسی دوسرے کے قول کو مقدم نہ کیا جائے، چاہے وہ دنیا کا کوئی بھی انسان ہو۔

حاکم نے صحیح سند کے ساتھ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! اس ذات کی قسم! جس نے آپ پر قرآن نازل کیا ہے، میں جب تک زندہ رہوں گا آپ سے سرگوشی کے انداز میں بات کروں گا۔ حاکم نے اس حدیث کے بارے میں کہا ہے کہ یہ امام مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے، اور حافظ ذہبی نے اس کی تائید کی ہے۔ اور بخاری و مسلم نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو ثابت بن قیس بن شماس نے کہا: جن کی آواز اونچی تھی، کہ میری ہی آواز رسول اللہ ﷺ کی آواز سے اونچی تھی، میرے اعمال برباد ہو گئے، اور میں اہل جہنم میں سے ہوں، اور محزون و مغموم اپنے گھر میں جا کر بیٹھ گئے۔ صحابہ کرام نے جب آپ ﷺ کو ان کے حال کی خبر دی، تو آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں، وہ تو اہل جنت میں سے ہیں۔ چنانچہ وہ یمامہ

میں مرتد ہونے والوں کے خلاف جنگ کرتے ہوئے مارے گئے۔“

(تیسیر الرحمن: ۱۴۴۶/۲-۱۴۴۷)

امام ابن کثیر رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

”علماء کا کہنا ہے کہ جس طرح آپ ﷺ کی زندگی میں آپ کے سامنے اونچی آواز سے بات کرنے کی ممانعت تھی، اسی طرح آپ ﷺ کی قبر کے پاس بھی آواز بلند کرنا ممنوع ہے، اس لیے کہ آپ جس طرح زندگی میں واجب الاحترام تھے، بالکل اسی طرح مرنے کے بعد اپنی قبر میں بھی واجب الاحترام ہیں۔“^①

سیدنا سائب بن یزید رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ”میں مسجد نبوی میں کھڑا تھا کہ کسی شخص نے مجھے اپنی طرف متوجہ کرنے کے لیے کنکریاں ماریں۔ میں دیکھتا ہوں کہ آپ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہیں۔ آپ نے مجھ سے فرمایا کہ جاؤ ان دونوں آدمیوں کو بلا کر لاؤ (جو کہ بلند آواز سے گفتگو کر رہے تھے) جب میں انہیں بلا کر لایا، تو سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سوال کیا، تم کہاں کے رہنے والے ہو؟ ان دونوں نے جواب دیا، ہم طائف سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ”اگر تم اس شہر کے رہنے والے ہوتے، تو میں تمہیں سخت سزا دیتا، تم لوگ نبی ﷺ کی مسجد میں اپنی آواز کو بلند کر رہے ہو!“^②

ایک مرتبہ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ایک سرکش اونٹ پر سوار تھے جو نبی کریم ﷺ سے آگے نکل نکلتا تھا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں ڈانٹا، اور کہا کہ کوئی بھی آپ ﷺ سے آگے بڑھنے کی کوشش نہ کرے۔^③

اسی طرح ایک مرتبہ کچھ لوگوں نے جمعہ کے دن آپ ﷺ کے منبر کے سامنے شور وغل مچانا شروع کر دیا۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے یہ صورتحال دیکھی تو انہیں ڈانٹا، اور فرمایا کہ آپ ﷺ کے منبر کے سامنے آواز اونچی مت کرو۔^④

② صحیح البخاری، کتاب الصلاة، رقم: ۸۷۰.

① تفسیر ابن کثیر: ۳۶۴/۷.

④ صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، رقم: ۴۸۷۱.

③ صحیح بخاری.

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جہاں کسی کی طرف سے رسول اللہ ﷺ کی بے ادبی برداشت نہیں کرتے تھے، وہاں خود بھی بہت زیادہ آپ ﷺ کی تعظیم کیا کرتے تھے۔ اس کی ایک مثال درج ذیل حدیث ہے:

”ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے ہاں بطور مہمان ٹھہرے، اور نچلی منزل میں قیام فرمایا۔ جبکہ سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ خود اوپر والی منزل میں تھے۔ ایک رات سیدنا ابو ایوب رضی اللہ عنہ بیدار ہوئے تو خیال کیا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے سر مبارک کے اوپر چل پھر رہے ہیں، تو وہ آپ کی جانب سے ایک طرف ہٹ گئے اور دوسری جانب ہو کر سو گئے۔ صبح ہوئی تو یہ واقعہ رسول اللہ ﷺ سے بیان کر دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا، نچلی منزل میں زیادہ سہولت ہے۔ سیدنا ابو ایوب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں اس چھت کے اوپر نہیں رہ سکتا جس کے نیچے آپ تشریف فرما ہوں۔ تب آپ ﷺ اوپر کی منزل میں تشریف لے گئے، اور سیدنا ابو ایوب رضی اللہ عنہ نچلی منزل میں آ گئے۔ ابو ایوب رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے لیے کھانا تیار کیا کرتے تھے، اور جب آپ ﷺ کا بچا ہوا کھانا ان کے پاس لایا جاتا تو پوچھتے کہ آپ ﷺ نے کس جانب سے کھایا تھا، اور کس جگہ آپ نے انگلیاں رکھی تھیں، پھر وہ آپ ﷺ کی انگلیوں کے لگنے کی جگہ سے کھاتے۔“^①

واضح رہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ادب و احترام کا ایک تقاضا یہ بھی ہے کہ آپ کے لیے کوئی بھی نازیبا لفظ استعمال نہ کیا جائے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقُولُوا رَاعِنَا وَقُولُوا انظُرْنَا وَاسْمَعُوا وَ
لِلْكَافِرِينَ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿١٠٤﴾﴾ (البقرہ: ۱۰۴)

”اے ایمان والو! تم (نبی ﷺ کو) ”راعنا“ نہ کہا کرو، بلکہ ”انظرنا“ کہو یعنی ہماری طرف دیکھئے، اور سنتے رہا کرو۔ اور کافروں کے لیے دردناک عذاب ہے۔“

① صحیح مسلم، کتاب الاشربة، رقم: ۵۳۵۸.

حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ رقم طراز ہیں:

”رَاعِنَا“ کے معنی ہیں، ہمارا لحاظ اور خیال کیجیے۔ بات سمجھ میں نہ آئے تو سامع اس لفظ کا استعمال کر کے متکلم کو اپنی طرف متوجہ کرتا تھا، لیکن یہودی اپنے بغض و عناد کی وجہ سے اس لفظ کو تھوڑا سا بگاڑ کر استعمال کرتے تھے، جس سے اس کے معنی میں تبدیلی اور ان کے جذبہ عناد کی تسلی ہو جاتی۔ مثلاً وہ کہتے ”رَاعِيْنَا“ (ہمارے چرواہے) یا ”رَاعِنَا“ (احمق) وغیرہ۔ جیسے وہ ”السلام علیکم“ کی بجائے ”السّام علیکم“ (تم پر موت آئے) کہا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم ”انظرونا“ کہا کرو۔ اس سے ایک تو یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ ایسے الفاظ جن میں تنقیص و اہانت کا شائبہ ہو، ادب و احترام کے پیش نظر اور سد ذریعہ کے طور پر (رسول اللہ ﷺ کے لیے) ان کا استعمال صحیح نہیں۔ دوسرا مسئلہ یہ ثابت ہوا کہ کفار کے ساتھ افعال و اقوال میں مشابہت اختیار کرنے سے بچا جائے، تاکہ مسلمان ((مَنْ تَشَبَهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ)) ”جو کسی قوم کی مشابہت اختیار کرے گا، وہ انہی میں شمار ہو گا۔“ کی وعید میں داخل نہ ہوں۔“^①

نبی کریم ﷺ کو اذیت دینے والے کے لیے دردناک عذاب ہے:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ إِلَّا أَنْ يُؤْذَنَ لَكُمْ إِلَى طَعَامٍ غَيْرٍ نَبْرِينَ إِنَّهُ وَلَكِنْ إِذَا دُعِيتُمْ فَادْخُلُوا فَإِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوا وَلَا مُسْتَأْنِسِينَ لِحَدِيثٍ إِنَّ ذَلِكُمْ كَانَ يُؤْذَى النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيِي مِنْكُمْ وَاللَّهُ لَا يَسْتَحْيِي مِنَ الْحَقِّ وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا

① سنن ابوداؤد، کتاب اللباس، باب فی لبس الشهرة. وقال الألبانی: هذا اسناد حسن، بحوالہ حجاب المرأة، ص: ۱۰۴. بحوالہ احسن البیان، ص: ۴۳.

فَسْتَلَوْهُنَّ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ ذَلِكُمْ أَظْهَرَ لِقُلُوبِكُمْ وَقُلُوبِهِنَّ وَمَا
كَانَ لَكُمْ أَنْ تُؤْذُوا رَسُولَ اللَّهِ وَلَا أَنْ تُنْكِرُوا آذَ وَاجِهٍ مِنْ بَعْدِهَا
أَبَدًا إِنَّ ذَلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللَّهِ عَظِيمًا ﴿٥٦﴾ (الاحزاب: ٥٣)

”مسلمانو! جب تک تمہیں اجازت نہ دی جائے تم نبی کے گھروں میں نہ جایا کرو
کھانے کے لیے بھی اجازت کے بعد جاؤ یہ نہیں کہ پہلے سے جا کر بیٹھ گئے، اور
کھانے کے پکنے تک انتظار کرتے رہے، بلکہ جب بلایا جائے پھر داخل ہو، اور
جب کھا چکونکل کھڑے ہو وہیں باتوں میں مشغول نہ ہو جایا کرو۔ نبی کو تمہاری یہ
حرکت ناگوار گزرتی ہے، لیکن وہ لحاظ کر جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ حق کے بیان میں
کسی کا لحاظ نہیں کرتا۔ جب تم نبی کی بیویوں سے کوئی چیز طلب کرو تو پردے کے
پیچھے سے طلب کرو، تمہارے اور ان کے دلوں کی کامل پاکیزگی یہی ہے۔ نہ تمہیں
یہ جائز ہے کہ تم رسول اللہ کو تکلیف دو، اور نہ تمہیں یہ حلال ہے کہ آپ کے بعد کسی
وقت بھی آپ کی بیویوں سے نکاح کرو۔ یاد رکھو! اللہ کے نزدیک یہ بہت بڑا گناہ
ہے۔“

ایک دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ
وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُهِينًا﴾ ﴿٥٦﴾ (الاحزاب: ٥٧)

”جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں، ان پر دنیا اور آخرت میں اللہ کی
پھٹکار ہے اور ان کے لیے نہایت رسوا کن عذاب ہے۔“

عبدالرحمن بن ناصر سعدی رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں رقمطراز ہیں:

”یہ آیت کریمہ ہر قسم کی قولی و فعلی اذیت، سب و شتم، آپ کی تنقیص، آپ کے دین
کی تنقیص اور ہر ایسا کام جس سے آپ کو اذیت پہنچے، سب کو شامل ہے۔“

نیز فرماتے ہیں:

”اس اذیت رسائی کی جزا کے طور پر ایذا دینے والے کو دردناک عذاب دیا جائیگا۔ رسول اللہ ﷺ کو تکلیف پہنچانا کسی عام آدمی کو اذیت پہنچانے کی مانند نہیں ہے، کیونکہ بندہ اس وقت تک اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں لاسکتا جب تک کہ وہ اس کے رسول اللہ (ﷺ) پر ایمان نہ لائے۔“^①

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

((قَالَ أَبُو جَهْلٍ: هَلْ يَعْرِفُ مُحَمَّدٌ وَجْهَهُ بَيْنَ أَظْهُرِكُمْ؟ قَالَ: فَقِيلَ: نَعَمْ، فَقَالَ: وَاللَّاتِ وَالْعُزَّى! لَئِنْ رَأَيْتَهُ يَفْعَلُ ذَلِكَ لَأَطَّانٌ عَلَى رَقَبَتِهِ، أَوْ لَأُغْفِرَنَّ جَهَّهُ فِي التُّرَابِ، قَالَ: فَأَتَى رَسُولَ اللَّهِ ﷺ وَهُوَ يُصَلِّي، زَعَمَ لَيْطًا عَلَى رَقَبَتِهِ، قَالَ: فَمَا فَجِئْتُهُمْ مِنْهُ إِلَّا وَهُوَ يَنْكُصُ عَلَى عَقْبِيهِ وَيَتَّقِي بِيَدَيْهِ، فَقِيلَ لَهُ: مَا لَكَ؟ فَقَالَ: إِنَّ بَيْنِي وَبَيْنَهُ لَخُنْدَقًا مِنْ نَارٍ وَهُوَ لَا وَ أَجْنِحَةً. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: لَوْ دَنَا مِنِّي لَا خْتَطَفْتَهُ الْمَلَائِكَةُ عَضُوعًا عَضُوعًا. قَالَ: فَأَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ لَا نَدْرِي فِي حَدِيثِ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَوْ شَىءٌ بَلَغَهُ ﴿كَلَّا إِنَّ الْإِنْسَانَ لِرَبِّهِ لَكَنَّاظٍ﴾ ⑥ أَنْ رَأَاهُ اسْتَغْفَى ⑦ إِنَّ إِلَىٰ رَبِّكَ الرُّجْعَى ⑧ أَرَأَيْتَ الَّذِي يَنْهَى ④ عَبْدًا إِذَا صَلَّى ⑩ أَرَأَيْتَ إِنْ كَانَ عَلَى الْهُدَى ⑪ أَوْ أَمَرَ بِالتَّقْوَى ⑫ أَرَأَيْتَ إِنْ كَذَّبَ وَتَوَلَّى ⑬ أَلَمْ يَعْلَمْ بِأَنَّ اللَّهَ يَرَى ⑭ كَلَّا لَئِنْ لَمْ يَنْتَهِ لَنَسْفَعْنَا بِالنَّاصِيَةِ ⑮ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ ⑯ فَلْيَدْعُ نَادِيَهُ ⑰ سَدِّعُ الزَّبَانِيَةَ ⑱ كَلَّا لَا تَطْعُهُ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ ⑲)) (العلق: ٦-١٩) ②

”ایک مرتبہ ابو جہل نے لوگوں سے کہا کہ کیا محمد تمہارے سامنے اپنا چہرہ

① تفسیر السعدی: ٢١٦٨/٣.

② صحیح مسلم، کتاب صفات المنافقین، رقم: ٧٠٦٥.

مٹی پر لگاتے ہیں؟ لوگوں نے کہا ہاں۔ ابو جہل کہنے لگا: لات اور عزیٰ کی قسم! اگر میں نے محمد کو اس حالت میں دیکھ لیا تو میں اس کی گردن کو روند ڈالوں گا، یا اس کا چہرہ خاک آلود کروں گا۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نماز ادا کرنے آئے، تو ابو جہل نے ارادہ کیا کہ آپ ﷺ کی گردن کو روند ڈالے، مگر اچانک ابو جہل اپنے الٹے قدموں پر لوٹا، اور وہ اپنے ہاتھوں کے ساتھ خود کو (کسی چیز سے) بچا رہا تھا۔ اس سے پوچھا گیا کہ تجھے کیا ہوا؟ ابو جہل نے جواب دیا کہ میرے اور اس کے درمیان آگ سے بھری خندق اور زبردست ڈراؤنی چیز جس کے پر حائل ہو گئی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اگر ابو جہل میرے قریب آجاتا تو فرشتے فوراً اسے اُچک لیتے اور ٹکڑے ٹکڑے کر دیتے۔ اسی حادثہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا: ”ہرگز نہیں، بے شک آدمی سرکش بن جاتا ہے۔ جب دیکھتا ہے کہ وہ دولت مند ہو گیا۔ بے شک آپ کے رب کے پاس ہی سب کو لوٹ کر آنا ہے۔ کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جو روکتا ہے۔ ایک بندے کو جب وہ نماز پڑھتا ہے۔ آپ کا کیا خیال ہے، اگرچہ وہ (بندہ) سیدھی راہ پر ہے۔ یا اگرچہ وہ اللہ سے ڈرنے کا حکم دیتا ہے۔ آپ کا کیا خیال ہے، اگرچہ وہ (رکنے والا) جھٹلاتا ہے اور دین اسلام سے منہ موڑتا ہے۔ کیا اسے معلوم نہیں کہ اللہ دیکھ رہا ہے۔ ہرگز نہیں، اگر وہ باز نہ آیا تو ہم اسے اس کی پیشانی کے بال پکڑ کر گھسیٹیں گے۔ ایسی پیشانی جو جھوٹی اور خطا کار ہے۔ پس وہ بلا لے اپنی مجلس کے لوگوں کو۔ ہم بھی جہنم کے داروغوں کو بلا لیں گے۔ ہرگز نہیں، آپ اس کی بات نہیں مانئے۔“

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر ابو جہل ہمارے رسول کو ایذا رسانی سے باز نہیں آیا اور انہیں مسجد حرام اور مقام ابراہیم کے پیچھے نماز پڑھنے سے روکنے کی دوبارہ کوشش کی تو ہم اسے اس کی جھوٹی اور گناہوں سے ملوث پیشانی سے پکڑ لیں گے، اور گھسیٹتے ہوئے جہنم میں پہنچا دیں گے۔ اس وقت اگر وہ اپنی مجلس کے لوگوں کو بلانا چاہے تو بلا لے جن کے بل بوتے پر وہ آپ کو نماز سے روکنا

چاہتا ہے، ہم بھی جہنم کے دروغے کو بلا لیں گے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ”نبی کریم ﷺ نماز پڑھ رہے تھے، ابو جہل آیا اور کہنے لگا: کیا میں نے تمہیں نماز پڑھنے سے روکا نہیں تھا؟ تم خوب جانتے ہو کہ مجھ سے زیادہ دوست اور مددگار کس کے پاس نہیں ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے ﴿فَلْيَدْعُ نَادِيَهُ سَدَّعُ الزَّبَانِيَّةَ﴾ نازل فرمائی۔“^❶

”یعنی وہ مجرم اپنی ان حرکتوں سے باز آجائے، اور یقین کر لے کہ آئندہ وہ ہمارے رسول کو ایذا نہیں پہنچا سکے گا۔ مفسرین لکھتے ہیں کہ ابو جہل نے اس کے بعد آپ کے ساتھ بدزبانی یا ہاتھ سے ایذا پہنچانے کی جرأت نہیں کی۔“ (تیسیر الرحمن، ص: ۱۷۵۶)

مذکورہ بالا دلائل سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کو اذیت پہنچانا ممنوع و حرام ہے، اور جو ایسا کرنے کی کوشش کرے گا وہ اُخروی عذاب کا مستحق تو ہے ہی، لیکن دنیاوی سزا سے بھی نہیں بچ پائے گا۔ اس لیے ہر اس کام سے اجتناب کی کوشش کرنی چاہیے جو رسول اللہ ﷺ کے لیے باعثِ اذیت ہو۔

آپ ﷺ کو اذیت پہنچانے میں آپ کی تکذیب کرنا، آپ کو شاعر، کذاب اور ساحر وغیرہ کہنا، آپ ﷺ کے اصحاب کو برا بھلا کہنا، آپ ﷺ کی لائی ہوئی شریعت میں اضافہ کرنا، دین میں بدعات و خرافات ایجاد کرنا، آپ ﷺ کی شان میں کمی یا غلو و زیادتی کا ارتکاب کرنا اور آپ ﷺ کی بات کے مقابلے کسی نبی، ولی، بزرگ اور امام کی بات کو ترجیح دینا وغیرہ جیسے اُمور شامل ہیں۔

مولانا عبدالرحمن کیلانی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

”یہ یعنی رسول اللہ ﷺ کو اذیت پہنچانے سے ممانعت والا حکم عام ہے، اور اس کا میدان بڑا وسیع ہے۔ اس میں وہ الزام تراشیاں بھی شامل ہیں جو اس زمانے میں کافروں کے ساتھ منافق بھی رسول اللہ ﷺ پر کر رہے تھے، نیز ہر وہ بات بھی جسے رسول اللہ ﷺ ناگوار محسوس کریں اس سے مسلمانوں کو اجتناب ضروری ہے

❶ سنن ترمذی، کتاب التفسیر، رقم: ۳۳۴۹۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ”صحیح الاسناد“ کہا ہے۔

مثلاً کوئی شخص اللہ کے رسول کے مقابلہ میں دوسرے کی بات مانے یا سنت رسول کے مقابلہ میں کسی دوسرے کے قول کو ترجیح دے، یا آپ ﷺ کی سنت کو چھوڑ کر بدعات کو رائج کرے، یا فروغ دے تو ان باتوں سے رسول اللہ ﷺ کو تکلیف ہوتی ہے، اور ایسے تمام امور سے مسلمانوں کو محتاط رہنا چاہیے۔^❶



باب نمبر 9

نبی کریم ﷺ پر درود پڑھنا واجب ہے

درود شریف کی اہمیت:

نبی کریم ﷺ کا نام نامی سنتے ہی آپ پر درود و سلام بھیجا جائے۔ نیز ان تمام مواقع پر بھی درود پاک پڑھا جائے جن میں درود پڑھنے کی رسول اللہ ﷺ نے تلقین فرمائی ہے۔ آپ ﷺ پر درود بھیجنے کی اہمیت و فضیلت سے متعلقہ چند دلائل حسب ذیل ہیں:

﴿إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾ (الاحزاب: ۵۶)

”اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو! تم بھی ان پر درود بھیجو اور اچھی طرح سلام بھی بھیجتے رہا کرو۔“
ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں رقمطراز ہیں:

”اس آیت کریمہ میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ نبی کریم ﷺ آسمان و زمین دونوں جگہ لائقِ صدا احترام ہیں آسمان میں اللہ تعالیٰ اور فرشتے ان پر درود بھیجتے ہیں، اور زمین میں تمام اہل ایمان سے مطلوب ہے کہ ان پر درود و سلام بھیجتے رہیں۔“

”بخاری نے ابو العالیہ سے روایت کی ہے کہ ”اللہ کے درود“ سے مراد، فرشتوں کی محفل میں آپ کا ذکر خیر ہے، اور ”فرشتوں کے درود“ سے مراد آپ ﷺ کے لیے برکت کی دُعا ہے۔ حافظ ابن القیم رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ”جلاء الافہام“ میں ”صلاۃ“ یعنی دُرد کا معنی تفصیل سے بیان کیا ہے۔“ (تیسیر الرحمن، ص: ۱۱۹۸)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((رَغِمَ أَنْفُ رَجُلٍ ذُكِرَتْ عِنْدَهُ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ .)) ①

”اس شخص کا ناک خاک آلود ہو جس کے پاس میرا ذکر ہو اور وہ مجھ پر درود نہ

بھیجے۔“

رسول اللہ ﷺ پر درود نہ بھیجنے والا بخیل ہے:

سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے مروی مرفوع روایت میں ہے:

((الْبَخِيلُ الَّذِي مَنْ ذُكِرَتْ عِنْدَهُ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ .)) ②

”وہ شخص بخیل ہے، جس کے پاس میرا (نام) ذکر کیا گیا اور اس نے مجھ پر درود نہ بھیجا۔“

ایک مرتبہ درود پڑھنے سے اللہ تعالیٰ دس رحمتیں نازل فرماتا ہے، دس گناہ

معاف کرتا ہے اور دس درجات بلند فرماتا ہے:

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ صَلَّى عَلَيَّ صَلَاةً وَاحِدَةً صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ عَشْرَ صَلَوَاتٍ ،

وَ حُطَّتْ عَنْهُ عَشْرُ خَطِيئَاتٍ ، وَ رُفِعَتْ لَهُ عَشْرُ دَرَجَاتٍ .)) ③

”جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا

ہے، اور اس کی دس غلطیاں معاف ہو جاتی ہیں، اور اس کے دس درجات بلند ہو

جاتے ہیں۔“

کثرت درود قیامت کے دن رسول اللہ ﷺ کی قربت کا باعث ہوگا:

سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَكْثَرُهُمْ عَلَيَّ صَلَاةً .)) ④

① سنن ترمذی، کتاب الدعوات: ۳۵۴۵۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ”حسن صحیح“ کہا ہے۔

② سنن ترمذی، رقم: ۳۵۴۶۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ”صحیح“ کہا ہے۔

③ سنن نسائی، کتاب السہو: ۱۲۹۷۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ”صحیح“ کہا ہے۔

④ صحیح الترغیب والترہیب، رقم: ۱۶۶۸۔

”قیامت کے دن مجھ سے قریب ترین اور مجھ پر زیادہ حق رکھنے والا میرا وہ امتی ہوگا جو مجھ پر زیادہ درود بھیجنے والا ہو۔“

شیخ عبدالرؤف محمد عثمان نقل فرماتے ہیں:

”رسول اللہ ﷺ کی سب سے بڑی تعظیم یہ ہے کہ آپ ﷺ پر درود و سلام بھیجا جائے، اور بطور خاص اس وقت جب آپ کا نام لیا جائے۔“^①

جب تک نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجا جاتا رہے، فرشتے دعائے رحمت کرتے رہتے ہیں:

سیدنا عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

((مَا مِنْ عَبْدٍ يُصَلِّي عَلَيَّ إِلَّا صَلَّتْ عَلَيْهِ الْمَلَائِكَةُ مَا صَلَّي عَلَيَّ فَلْيُقَلِّ أَوْ لِيَكْثِرْ.))^②

”جب تک کوئی مسلمان مجھ پر درود بھیجتا رہتا ہے اس وقت تک فرشتے اس کے لیے دعائے رحمت کرتے رہتے ہیں، اب جو چاہے کم پڑھے، جو چاہے زیادہ پڑھے۔“

درود شریف کے مسنون الفاظ:

”بخاری نے کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے اور احمد، ابوداؤد، نسائی، ابن خزیمہ، ابن حبان اور حاکم نے ابو مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، صحابہ کرام نے آپ ﷺ سے پوچھا کہ ہم آپ کو سلام کرنا تو جانتے ہیں، درود کیسے بھیجیں، تو آپ نے کہا، کہو:

((اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ-اللَّهُمَّ بَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ.))

① محبة الرسول بين الاتباع والابتداع : ۱۰۱/۱.

② مشکوٰۃ المصابیح للالبانی، رقم: ۹۲۵.

قرطبی نے علمائے اسلام کا اس پر اتفاق نقل کیا ہے کہ ہر مسلمان پر عمر بھر میں ایک بار درود بھیجنا واجب ہے، باقی حالتوں میں مستحب ہے۔ بعض لوگوں نے کہا کہ نبی کریم ﷺ کا ذکر جب بھی آئے آپ پر درود بھیجنا واجب ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: حافظ ابن القیم کی ”جلاء الافہام“ اور حافظ ابن کثیر کی ”تفسیر القرآن العظیم“ (بحوالہ تیسیر الرحمن، ص: ۱۱۹۸-۱۱۹۹)

کثرتِ درود سے حقوقِ مصطفیٰ ﷺ کی ادائیگی:

درود شریف پڑھنے والا اپنے وقت اور زبان و اعضاء سے ایثار کرتا ہے، اور رسول اللہ ﷺ کے لیے برکت و سلامتی کی دعا کرتا ہے تو اس کا فائدہ اسے ہوتا ہے، اس پر اللہ کی رحمتیں برسی ہیں اور کثرتِ درود سے اس کی رسول کریم ﷺ سے ایک خاص نسبت قائم ہو جاتی ہے۔ روح و قلب کا زنگ اترتا ہے اور رسول اللہ ﷺ کے عظیم احسانات سے کچھ کی ادائیگی بھی ہوتی رہتی ہے۔



نبی کریم ﷺ رحمۃ للعالمین ہیں

رسول اکرم ﷺ سارے جہان والوں کے لیے رحمت ہیں:
ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ ﴿۱۰۷﴾﴾ (الانبیاء : ۱۰۷)

”اور ہم نے آپ کو تمام جہان والوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔“

حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں رقمطراز ہیں:

”اس کا مطلب یہ ہے کہ جو آپ کی رسالت پر ایمان لے آئے گا، اس نے گویا اس رحمت کو قبول کر لیا اور اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کا شکر یہ ادا کیا، نتیجہً دنیا و آخرت کی نعمتوں سے ہمکنار ہوگا اور چونکہ آپ کی رسالت پورے جہان کیلئے ہے، اس لیے آپ پورے جہان کے لیے رحمت بن کر یعنی اپنی تعلیمات کے ذریعے سے دین و دنیا کی سعادتوں سے ہمکنار کرنے کے لیے آئے ہیں۔“

آپ ﷺ کا وجود ذریعہ امان ہے:

رسول اللہ ﷺ باعث رحمت ہیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَإِذْ قَالُوا اللَّهُمَّ إِن كَانَ هَذَا هُوَ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِكَ فَأَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَابًا مِّنَ السَّمَاءِ ۖ وَإِن تُنَايَعِزَّابِ إِلَيْنَا ﴿۳۲﴾ وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ ۗ وَمَا كَانَ اللَّهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ ﴿۳۳﴾﴾

(الانفال : ۳۲، ۳۳)

”اور جب ان لوگوں نے کہا کہ اے اللہ! اگر یہ قرآن آپ کی طرف سے واقعی ہے

تو ہم پر آسمان سے پتھر برسسا، یا ہم پر کوئی دردناک عذاب واقع کر دے۔ اور اللہ ایسا نہ کرے گا کہ ان میں آپ کے ہوتے ہوئے ان کو عذاب دے۔ اور اللہ ان کو عذاب نہ دے گا اس حالت میں کہ وہ استغفار بھی کرتے ہوں۔“

”ترمذی نے ابو موسیٰ اشعری سے روایت کی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میری امت کے لیے مجھ پر دو ”امان“ نازل کیا ہے:

﴿وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ ۗ وَمَا كَانَ اللَّهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ﴾ (الانفال: ۳۳)

”کہ جب تک آپ ان کے درمیان ہوں گے، اللہ انہیں عذاب نہیں گے گا، اور جب تک وہ اللہ سے مغفرت طلب کرتے رہیں گے، اللہ انہیں عذاب نہیں دے گا۔“ جب میں دنیا سے رخصت ہو جاؤں گا تو ان کے لیے دوسرا ذریعہ امان ”استغفار“ قیامت تک باقی رہے گا۔“ (تیسیر الرحمن، ص: ۵۳۰)

رسول اللہ ﷺ کی اہل ایمان پر رحمت:

سورۃ التوبہ میں ارشاد فرمایا:

﴿لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ﴾ (التوبہ: ۱۲۸)

”تمہارے پاس ایک ایسے پیغمبر تشریف لائے ہیں جو تمہاری جنس سے ہیں، جن پر تمہاری مضرت والی بات نہایت گراں گزرتی ہے، جو تمہاری منفعت کے بڑے خواہشمند رہتے ہیں، ایمانداروں کے ساتھ بڑے ہی شفیق اور مہربان ہیں۔“

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں رقمطراز ہیں:

”نبی کریم ﷺ کی دوسری صفت یہ بتائی گئی ہے کہ آپ پر ہر وہ بات شاق گذرتی ہے جس سے امت مسلمہ کو تکلیف پہنچتی ہے۔

آپ کی تیسری صفت یہ ہے کہ آپ دل سے تمنا کرتے ہیں کہ آپ کی امت جہنم

میں نہ ڈال دی جائے، اور یہ بھی تمنا کرتے ہیں کہ دنیا و آخرت کی ہر بھلائی کی طرف اس امت کی رہنمائی کر دیں۔

اور چوتھی صفت یہ ہے کہ آپ مومنوں کے لیے بہت ہی رحم دل ہیں، اسی وجہ سے چاہتے ہیں کہ وہ عمل صالح کریں اور گناہوں کا ارتکاب نہ کریں، تاکہ اللہ کی جنت کے حق دار بنیں۔“ (تیسیر الرحمن، ص: ۶۰۰)

آپ ﷺ کا فرمان ہے:

((يَا أَيُّهَا النَّاسُ! إِنَّمَا أَنَا رَحْمَةٌ مُّهِدَاةٌ)) ❶

”اے لوگو! میں تو صرف ایک تحفہ رحمت ہوں۔“

اہل ایمان پر آپ ﷺ کی رحمت کی مثالیں ملاحظہ فرمائیے گا۔ کہ اُمت کی سہولت کے لیے دورانِ سفر رسولِ اکرم ﷺ نے قصر نماز ادا کرنے اور دو نمازیں جمع کرنے کی رخصت دی ہے۔ چنانچہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

((صَحِبْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَكَانَ لَا يَزِيدُ فِي السَّفَرِ عَلَيَّ رَكَعَتَيْنِ)) ❷

”میں آپ ﷺ کی صحبت میں رہا ہوں، دورانِ سفر آپ دو رکعتوں سے زیادہ نماز ادا نہیں فرماتے تھے۔“

امت کی سہولت کے لیے دورانِ سفر آپ ﷺ نے روزہ چھوڑنے کی رخصت عنایت فرمائی۔ چنانچہ حمزہ بن عمرو سلمی رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ سے دریافت کیا:

((أَصُومُ فِي السَّفَرِ؟ فَقَالَ: إِنْ شِئْتَ فَصُمْ وَإِنْ شِئْتَ فَأَفْطِرْ)) ❸

❶ السلسلة الصحيحة، رقم: ۴۹۰۔ مستدرک حاکم: ۳۵/۱۔ طبرانی صغیر: ۵۱/۱۔

❷ صحیح بخاری، کتاب التقصیر، رقم: ۱۱۰۲۔

❸ صحیح بخاری، باب الصوم فی السفر والإفطار، رقم: ۱۹۴۳۔

”کیا میں سفر میں (فرض) روزہ رکھوں؟ آپ نے فرمایا: چاہو تو رکھو، چاہو تو نہ رکھو۔“

اہل ایمان پر رحمت اور ان کی مغفرت کی خاطر آپ ﷺ نے اپنی مستجاب دعا محفوظ فرما رکھی ہے۔ چنانچہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((لِكُلِّ نَبِيٍّ دَعْوَةٌ مُسْتَجَابَةٌ، فَتَعَجَّلْ كُلُّ نَبِيٍّ دَعْوَتَهُ. وَإِنِّي اخْتَبَأْتُ دَعْوَتِي شَفَاعَةً لِّأُمَّتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ. فَهِيَ نَائِلَةٌ إِنْ شَاءَ اللَّهُ مَنْ مَاتَ مِنْ أُمَّتِي لَا يُشْرِكُ بِاللَّهِ شَيْئًا.))¹

”ہر نبی کے لیے ایک قبول ہونے والی دعا ہے، تمام انبیاء نے جلدی کی اور وہ دعا (دنیا میں ہی) مانگ لی، جبکہ میں نے وہ قیامت کے روز اپنی امت کی شفاعت کے لیے محفوظ کر رکھی ہے۔ اور میری دعا ان شاء اللہ میری امت کے ہر اس آدمی کو فائدہ دے گی جس نے مرتے دم تک کسی کو اللہ کے ساتھ شریک نہیں ٹھہرایا۔“

اپنے گھر والوں پر آپ ﷺ کی رحمت:

آپ ﷺ اپنے اہل و عیال کے ساتھ دوسرے تمام لوگوں کی نسبت اچھا سلوک کرنے والے تھے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِهِمْ، وَأَنَا خَيْرُكُمْ لِأَهْلِي وَإِذَا مَاتَ صَاحِبُكُمْ فَدَعُوهُ.))²

”تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جو اپنے اہل و عیال کے لیے اچھا ہو، اور میں تم سب میں سے اپنے اہل و عیال کے لیے اچھا ہوں۔ جب تمہارا کوئی ساتھی فوت ہو جائے تو اس کی بری باتیں کرنا چھوڑ دو۔“

¹ صحیح مسلم، کتاب الإیمان، رقم: ۳۳۸۔

² سنن ترمذی، ابواب المناقب، رقم: ۳۸۹۵۔ سلسلۃ الصحیحۃ، رقم: ۲۸۵۔

بچوں پر آپ ﷺ کی رحمت:

آپ ﷺ تمام لوگوں سے بڑھ کر بچوں سے محبت اور شفقت فرمانے والے تھے۔ انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”آپ ﷺ سارے لوگوں سے بڑھ کر بچوں اور گھر والیوں پر رحم فرمانے والے تھے۔“^①

سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”رسول اکرم ﷺ انصار سے ملاقات کے لیے تشریف لے جاتے تو ان کے بچوں کو سلام کہتے اور ان کے سروں پر (محبت سے) ہاتھ پھیرتے۔“^②

مریضوں اور کمزوروں پر آپ ﷺ کی رحمت:

ضعیف اور کمزور لوگوں سے ملنے اور مریضوں کی عیادت فرمانے کے لیے آپ ﷺ خود تشریف لے جاتے۔ سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ مسلمانوں کے ضعیفوں کے ہاں خود تشریف لے جاتے، ان سے ملاقات فرماتے، ان کے مریضوں کی عیادت فرماتے اور ان کے جنازوں میں شرکت فرماتے۔^③

خدمت گزاروں اور غلاموں پر آپ ﷺ کی رحمت:

آپ ﷺ نے اپنے خدمت گزاروں اور غلاموں سے کبھی مواخذہ نہیں کیا، کبھی سختی فرمائی نہ کبھی برا بھلا کہا اور نہ ہی کسی بات کا برا منایا۔ انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک روز آپ ﷺ نے مجھے ایک کام کا حکم دیا تو میں نے (مذاقاً) کہا، اللہ کی قسم! میں نہیں جاؤں گا۔ حالانکہ میرے دل میں یہی تھا کہ جس بات کا آپ نے حکم دیا ہے میں اس کے لیے ضرور جاؤں گا۔ میں باہر نکلا تو میرا گزر کچھ لڑکوں پر ہوا جو بازار میں کھیل رہے تھے (میں نے بھی کھیلنا شروع کر دیا) اچانک

① صحیح الجامع الصغیر، رقم: ۴۶۷۳۔

② سلسلۃ الأحادیث الصحیحۃ، رقم: ۲۱۱۲۔

③ سلسلۃ الأحادیث الصحیحۃ، رقم: ۲۱۱۲۔

رسول اللہ ﷺ نے پیچھے آ کر مجھے گردن سے پکڑ لیا، میں نے آپ ﷺ کی طرف دیکھا تو آپ ہنس رہے تھے۔ آپ ﷺ نے (پیار سے) ارشاد فرمایا: انیس! (انس کی تصغیر) میں نے تمہیں جس کام کے لیے بھیجا تھا ادھر گئے ہو؟ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! بس ابھی جاتا ہوں۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: اللہ کی قسم! میں نے آپ کی مسلسل نو سال خدمت کی، مجھے یاد نہیں پڑتا کہ میں نے کوئی کام نہ کیا ہو تو آپ نے پوچھا ہو کہ کیوں نہیں کیا اور اگر کہا ہو تو آپ ﷺ نے پوچھا ہو، کیوں کیا ہے؟^①

آپ ﷺ اپنے خدمت گزاروں سے دل لگی بھی فرمایا کرتے تھے۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، مجھے رسول اللہ (کبھی) مخاطب کر کے کہتے ”يَا ذَا الْأُذُنَيْنِ“ اے دوکانوں والے!^②

آپ ﷺ نے اپنے خدام کی غلطیوں سے روزانہ ستر (۷۰) مرتبہ درگزر کرنے کا حکم فرمایا، چنانچہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں، ایک آدمی نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور عرض کیا، یا رسول اللہ! میں اپنے نوکر کو (دن میں) کتنی مرتبہ معاف کروں؟ نبی اکرم ﷺ نے خاموشی اختیار فرمائی۔ اس آدمی نے دوبارہ عرض کیا، یا رسول اللہ! میں اپنے نوکر کو کتنی مرتبہ معاف کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”كُلَّ يَوْمٍ سَبْعِينَ مَرَّةً“ ”ہر روز ستر مرتبہ۔“^③

کفار اور مشرکین پر آپ ﷺ کی رحمت:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

((قِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ! ادْعُ عَلَى الْمُشْرِكِينَ، قَالَ: إِنِّي لَمْ أُبْعَثْ

لِعَانًا، وَإِنَّمَا بُعِثْتُ رَحْمَةً.))^④

① صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب حسن خلقه ﷺ، رقم: ۲۳۱۰۔

② سنن ابوداؤد، کتاب الأدب، رقم: ۵۰۰۲۔ سنن ترمذی، رقم: ۲۰۷۷۔ البانی رحمہ اللہ نے اسے ”صحیح“ کہا ہے۔

③ سنن ترمذی، ابواب البر والصلة، رقم: ۱۹۴۹۔ سلسلة الصحيحة، رقم: ۴۸۸۔

④ صحیح مسلم، رقم: ۲۴۰۷۔

” (ایک مرتبہ) رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں مشرکین کو بدعا دینے کی درخواست کی گئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا، مجھے لعنت کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا بلکہ مجھے تو سراپا رحمت بنا کر مبعوث کیا گیا ہے۔“

ایک روایت میں ہے:

”حذیفہ رضی اللہ عنہ مدائن میں تھے۔ بسا اوقات احادیثِ رسول کا مذاکرہ رہا کرتا تھا۔ ایک دن سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ، سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے حذیفہ! ایک دن رسول اللہ ﷺ نے اپنے خطبے میں فرمایا کہ جسے میں نے غصے میں برا بھلا کہہ دیا ہو یا اس پر لعنت کر دی ہو، تو سمجھ لو کہ میں بھی تم جیسا ایک انسان ہوں، تمہاری طرح مجھے بھی غصہ آجاتا ہے۔ ہاں! البتہ میں چونکہ ”رحمة للعالمین“ ہوں، تو میری دعا ہے کہ اللہ میرے ان الفاظ کو بھی (قیامت کے روز) ان لوگوں کے لیے موجبِ رحمت بنا دے۔“^❶

ایک دوسری روایت میں ہے:

”ابو جہل نے کہا، اے قریشیو! محمد میثرب میں چلا گیا ہے۔ اپنے طلائیے کے لشکر ادھر ادھر تمہاری جستجو میں بھیج رہا ہے۔ دیکھو ہوشیار رہنا وہ بھوکے شیر کی طرح تاک میں ہے، وہ خار کھائے ہوئے ہے، کیونکہ تم نے اسے نکال دیا ہے، واللہ! اس کے جادوگر بے مثال ہیں، میں تو اسے یا اس کے ساتھیوں میں سے جس کسی کو دیکھتا ہوں تو مجھے ان کے ساتھ شیطان نظر آتا ہے۔ تم جانتے ہو کہ ”اوس“ اور ”خزرج“ ہمارے دشمن ہیں، اس دشمن کو ان دشمنوں نے پناہ دی ہے۔

اس پر مطعم بن عدی کہنے لگے، ابوالحکم سنو! تمہارے اس بھائی سے جسے تم نے اپنے ملک سے جلا وطن کر دیا ہے، میں نے کسی کو زیادہ سچا اور زیادہ وعدے کا پورا کرنے والا نہیں پایا، اب جبکہ ایسے بھلے آدمی کے ساتھ تم یہ بدسلوکی کر چکے ہو تو اب تو اسے

❶ مسند احمد: ۴۳۷/۵۔ سنن ابو داؤد، کتاب السنۃ، رقم: ۴۶۵۹۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ”صحیح“ کہا ہے۔

چھوڑ دو، تمہیں چاہیے کہ تم اس سے بالکل الگ تھلگ رہو۔ اس پر ابوسفیان بن حارث کہنے لگا، نہیں تمہیں اس پر پوری سختی کرنی چاہیے۔ یاد رکھو! اگر اس کے طرف دار تم پر غالب آگئے تو تم کہیں کے نہ رہو گے، وہ رشتہ دیکھیں گے نہ کنبہ، میری رائے میں تو تمہیں مدینے والوں کو تنگ کر دینا چاہیے کہ یا تو وہ محمد (ﷺ) کو نکال دیں، اور وہ بیک بنی دو گوش تن تنہا رہ جائے، یا ان مدینے والوں کا صفایا کر دینا چاہیے۔ اگر تم تیار ہو جاؤ تو میں مدینے کے کونے کونے پر لشکر بٹھا دوں گا، اور انہیں ناکوں چنے چبوا دوں گا۔ جب حضور ﷺ کو ان باتوں کا علم ہوا تو آپ نے فرمایا، اللہ کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، میں انہیں قتل و غارت کروں گا اور قید کر کے پھر احسان کر کے چھوڑ دوں گا، میں رحمت ہوں، میرا بھیجنے والا اللہ ہے۔ وہ مجھے اس دنیا سے نہ اٹھائے گا جب تک کہ دین کو دنیا پر غالب نہ کر دے۔“^①

معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے تمام جہان والوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ آپ ہی کے ذریعہ سے غفلت میں پڑی ہوئی اور راہ بھٹکی ہوئی انسانیت کو ایسا علم نصیب ہوا جو حق و باطل کی راہوں کو میز کر کے سیدھی راہ دکھاتا اور اس پر چلاتا ہے۔ جس سے انسان نے دنیا کی زندگی اچھے طور پر گزارنے کے اصول اور ڈھنگ سیکھے۔ پھر اس راہ پر چلنے سے انسان کی آخری زندگی بھی سنور جاتی ہے۔

جہان والوں کے لیے آپ ﷺ کے رحمت ہونے کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ آپ لوگوں کو زندگی بھر تکلیفیں سبہ سبہ کر حکمِ الہی خالص توحید کی دعوت دیتے رہے، اور ایک موحد کے لیے اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ ہے کہ اسے آخرت میں ایک نہ ایک دن ضرور دوزخ کے عذاب سے نجات مل جائے گی خواہ وہ کتنا ہی گنہگار ہو۔ درج ذیل حدیث اسی بات کی وضاحت کرتی ہے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”میری اور لوگوں کی مثال اس شخص جیسی ہے جس نے آگ روشن کی اور جب اس

① تفسیر ابن کثیر: ۴۸۷ / ۳

کی روشنی ارد گرد پھیل گئی تو کیڑے اور پتنگے اس آگ میں گرنے لگے۔ اب وہ شخص انہیں آگ سے دور ہٹانے لگا (تا کہ جلنے سے بچ جائیں) مگر وہ مانتے ہی نہیں اور اسی آگ میں گھستے، گرتے اور مرتے جاتے ہیں۔ اسی طرح میں تمہیں تمہاری کمروں سے پکڑ کر تمہیں آگ سے دور کھینچتا ہوں اور کہتا ہوں کہ دوزخ سے بچ جاؤ۔ لیکن تم لوگ ہو کہ سنتے ہی نہیں اور اس میں گرے جا رہے ہو۔“^①

رہی بات کفار کی کہ آپ ﷺ کفار کے لیے کیسے رحمت تھے۔ اس کے متعلق امام ابن کثیر رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

”ابن جریر میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اسی آیت کی تفسیر میں مروی ہے کہ مومنوں کے لیے تو آپ ﷺ دنیا اور آخرت میں رحمت تھے، اور غیر مومنوں کے لیے آپ ﷺ صرف دنیا میں ہی رحمت تھے کہ وہ زمین میں دھنسائے جانے سے، آسمان سے پتھر برسائے جانے سے بچ گئے جیسے کہ پہلی امتوں کے کافروں پر یہ عذاب آئے تھے۔“^②

حیوانات اور جمادات پر آپ ﷺ کی رحمت:

آپ ﷺ نے جانور کے چہرہ پر داغ لگانے اور چہرہ پر مارنے سے منع فرمایا۔ چنانچہ جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک گدھا دیکھا جس کے چہرے پر داغ لگایا گیا تھا۔ پس آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((أَمَا بَلَعَكُمْ أَنِّي لَعَنْتُ مَنْ وَسَمَ الْبَيْهِيْمَةَ فِي وَجْهِهَا أَوْ ضَرَبَهَا فِي وَجْهِهَا، فَهِيَ عَنْ ذَلِكْ .))^③

”کیا تمہیں معلوم نہیں کہ میں نے جانور کے چہرے پر داغ لگانے والے یا جانور کے

① تفسیر تیسیر القرآن: ۱۳۳/۳۔

② تفسیر ابن کثیر: ۴۸۷/۳۔

③ سنن ابوداؤد، کتاب الجہاد، رقم: ۲۵۶۴۔ البانی رحمہ اللہ نے اسے ”صحیح“ کہا ہے۔

چہرے پر مارنے والے پر لعنت کی ہے۔ پھر آپ نے ایسے کرنے سے منع فرمایا۔“
 بنی اسرائیل کی ایک بدکار عورت نے پیاسے کتے کو پانی پلایا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی مغفرت
 فرمادی اور اس کے برعکس بلی پر ظلم کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے عورت کو جہنم میں ڈال دیا۔
 آپ ﷺ نے بلا وجہ چیونٹی مارنا ناجائز قرار دیا۔ الغرض آپ ﷺ حیوانات کے لیے بھی نبی
 رحمت بن کر آئے اور ایسے ہی جمادات کے لیے بھی آپ بڑے رحم دل تھے۔ احد پہاڑ نے
 حرکت کی تو آپ ﷺ نے اسے تھمنے کا حکم دیا تو وہ فوراً ساکن ہو گیا۔ روتے ہوئے کھجور کے
 تنے پر آپ ﷺ نے دست شفقت رکھا تو وہ آہستہ آہستہ خاموش ہو گیا۔



نبی کریم ﷺ کی بشارت تورات و انجیل میں بھی ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَإِذْ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ يَبْنِيْ اِسْرَآءِيْلَ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيِّ مِنَ التَّوْرَةِ وَ مُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّآتِيْ مِنْ بَعْدِي اِسْمُهُ اَحْمَدُ فَلَمَّا جَاءَهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿٦﴾﴾

(الصف : ٦)

”اور جب مریم کے بیٹے عیسیٰ نے کہا اے (میری قوم) بنی اسرائیل! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں، مجھ سے پہلے کی کتاب تورات کی میں تصدیق کرنے والا ہوں، اور اپنے بعد آنے والے ایک رسول کی میں تمہیں خوشخبری سنانے والا ہوں، جن کا نام احمد ہے۔ پھر جب وہ ان کے پاس کھلی دلیلیں لائے تو یہ کہنے لگے، یہ تو کھلا جادو ہے۔“

”عیسیٰ ﷺ نے اپنے زمانے کے یہودیوں سے کہا: اے بنی اسرائیل! (یعنی یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم کی اولاد!) میں نبی بنا کر اور انجیل دے کر تمہاری ہدایت کے لیے بھیجا گیا ہوں، اور میں وہی دعوت لے کر آیا ہوں جو تورات کی دعوت تھی، یعنی ایک اللہ کی بندگی، اور غیروں کی عبادت کا انکار۔ اور میرے ذریعہ تورات کی تصدیق بھی ہوتی ہے کہ تورات میں میری بعثت کی خبر موجود ہے، اور اب میں مبعوث ہو چکا ہوں تو ثابت ہوا کہ تورات اللہ کی سچی کتاب ہے اور

میں تمہیں اپنے بعد آنے والے ایک رسول کی بشارت دیتا ہوں جن کا نام احمد ہوگا۔ اور جب میرے ذریعہ تورات کی تصدیق ہو رہی ہے، اور میں ایک نئے رسول کی بشارت دے رہا ہوں، تو تمہیں مجھ پر ایمان لانا چاہیے، نہ کہ میری تکذیب کرنی چاہیے۔ انجیل یوحنا، باب ۱۴ میں آیا ہے: میں باپ سے طلب کروں گا، تو وہ تمہیں ایک ”فارقلیط“ دے گا۔ صاحب اظہار الحق نے لکھا ہے کہ ”فارقلیط“ کا معنی محمد یا احمد ہے۔ اور انجیل برناباس میں نبی کریم ﷺ کا ذکر جمیل صریح عبارتوں میں آیا ہے اور کہا ہے کہ محمد اللہ کے رسول ہوں گے۔“ (بحوالہ تیسیر الرحمن، ص: ۱۵۸۲-ملخصاً)

ایک دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرَةِ وَالْإِنْجِيلِ يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ ۗ قَالَ الَّذِينَ آمَنُوا بِهِ وَعَزَّرُوهُ وَنَصَرُوهُ وَاتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِي أُنزِلَ مَعَهُ ۗ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿۱۵۷﴾﴾

(الاعراف: ۱۵۷)

”جو لوگ اس رسول کی پیروی کرتے ہیں جو نبی امی ہے، جس کا ذکر وہ اپنے ہاں تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔ وہ رسول انہیں نیکی کا حکم دیتا اور برائی سے روکتا ہے، ان کے لیے پاکیزہ چیزوں کو حلال اور گندی چیزوں کو حرام کرتا ہے، ان کے بوجھ ان پر سے اتارتا ہے، اور وہ بندشیں کھولتا ہے، جن میں وہ جکڑے ہوئے تھے۔ لہذا جو لوگ اس پر ایمان لائے، اور اس کی حمایت اور مدد کی، اور اس روشنی کی پیروی کی جو اس کے ساتھ نازل کی گئی ہے، تو یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔“

﴿يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِنْدَ رَبِّهِمْ﴾ یعنی اُن رسول کے اوصاف و علامات یہ اہل کتاب اپنے ہاں توریت و انجیل میں درج پاتے ہیں۔ قرآن مجید کے اس اعلان پر معاصر اہل کتاب میں

سے کسی کو اس سے انکار کی جرأت نہ ہو سکی۔ وگرنہ جہاں اور الزامات آپ پر اور آپ کی وحی پر تراشتے تھے وہاں اس الزام کا بھی اضافہ کر دیتے کہ توراہ اور انجیل میں کہاں ایسے رسول ﷺ کے ظہور کی پیش خبریاں ملتی ہیں؟

توراہ میں ذکر مصطفیٰ ﷺ:

توراہ میں جتنے تصرفات اور تحریفات اب تک ہو چکے ہیں ان کے بعد یہ دعویٰ خود اہل توریت کا بھی نہیں رہا کہ یہ کتاب وحی لفظی کا نمونہ ہے۔ لیکن اتنی تحریفات کے بعد بھی کچھ تو حوالہ جات اس میں اب تک بھی باقی رہ گئے ہیں۔ مثلاً موسیٰ ﷺ کی زبانی اسرائیلیوں کو مخاطب کر کے:

”خداوند تیرا خدا تیرے لیے تیرے ہی درمیان سے تیرے ہی بھائیوں میں میری مانند ایک نبی برپا کرے گا۔ تم اس کی طرف کان دھریو۔“ (استثناء: ۱۸-۱۵)

”تیرے ہی بھائی“ یعنی اسرائیل کے بھائی، بنی اسماعیل کے علاوہ اور کون ہو سکتے ہیں؟ پھر ان اسماعیلیوں میں ایسا نبی جو ”میرے ہی مانند“ یعنی مشابہت موسیٰ ﷺ سے رکھنے والا ہو۔ ہمارے آخر الزمان پیغمبر ﷺ کے اور کون ہو سکتا ہے؟

انجیل میں ذکر مصطفیٰ ﷺ:

توراہ کے بعد اب انجیل پر آئیے۔ اس میں ”ترجمہ اور ترجمہ در ترجمہ کی بنا پر حک و اصلاح ترمیم اور تبدیلی کا سلسلہ آج تک جاری ہے، اور وہ بھی چرا کر چھپا کر نہیں، بلکہ علانیہ اور فخریہ طور پر۔ لیکن باوجود اس کے، اس میں بھی یہ لفظ آج تک لکھے چلے آ رہے ہیں۔ یہ مسیح ﷺ اسرائیلیوں سے فرما رہے ہیں:

”یسوع نے اُن سے کہا، کیا تم نے کتاب مقدس میں نہیں پڑھا کہ جس پتھر کو معماروں نے رڈ کیا وہی کونے کے سرے کا پتھر ہو گیا۔ یہ خداوند کی طرف سے ہوا اور معمار کی نظر میں عجیب ہے۔ اس لیے میں تم سے کہتا ہوں کہ خدا کی بادشاہت تم سے لے لی جائے گی اور اس قوم کو جو اس کے پھل لائے، دے دی جائے گی۔ اور جو اس پتھر پر گرے گا اس کے ٹکڑے ہو جائیں گے مگر جس پر وہ گرے گا اُسے پیس ڈالے گا۔“ (متی: ۲۱-۲۲-۲۳)

”کتاب مقدس“ کا جو فقرہ یہاں نقل ہوا ہے اور انجیل مرقس ۱۲: ۱۰-۱۱..... اور انجیل لوقا ۱۸: ۲۰ میں بھی وہ دراصل داؤد نبی کی کتاب زبور کا ۱۱۸: ۲۲۱- ۲۲ کا ہے۔ معماروں یعنی اسرائیلیوں نے جس پتھر کو ہمیشہ رد کیا تھا وہ اسماعیل ہی تھے۔ کونے کے سرے کا جو پتھر ہوا۔ یعنی نبوت جس کو سب سے آخر زمانہ میں ملی وہ بنی اسرائیل ہی کا ایک فرد تھا، اور یہود و نصرانی جو بھی اس سے ٹکرائے وہ پاش پاش ہو کر رہ گئے، یا پس کر رہ گئے۔“ (بحوالہ خطبات ماجدی، ص: ۱۰-۱۱) امام بیضاوی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

”جس رسول کے آنے کی بشارت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے دی تھی، وہ محمد ﷺ ہیں۔“ ❶

مذکورہ بالا دونوں آیات اس بات کا واضح ثبوت ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی بشارت تورات میں بھی موجود تھی اور انجیل میں بھی۔ اسی طرح کچھ احادیث سے بھی یہ بات ثابت ہوتی ہے، جن کو ہم ذیل کی سطور میں نقل کرتے ہیں۔ چنانچہ سیدنا عطاء بن یسار رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

((لَقِيْتُ عَبْدَ اللَّهِ ابْنَ عَمْرٍو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا ، قُلْتُ: أَخْبِرْنِي عَنْ صِفَةِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فِي التَّوْرَةِ؟ قَالَ: أَجَلٌ، وَاللَّهِ إِنَّهُ لَمَوْصُوفٌ فِي التَّوْرَةِ بِبَعْضِ صِفَتِهِ فِي الْقُرْآنِ ﴿يَأْيُهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا﴾ وَحِرْزًا لِلْأُمِّيِّينَ ، أَنْتَ عَبْدِي وَرَسُولِي سَمِيْتُكَ الْمُتَوَكِّلَ ، لَيْسَ بِفِظٍّ وَلَا عَلِيظٍ ، وَلَا سَخَابٍ فِي الْأَسْوَاقِ ، وَلَا يَدْفَعُ بِالسَّيِّئَةِ السَّيِّئَةَ ، وَلَكِنْ يَعْفُو وَيَغْفِرُ ، وَلَنْ يَقْبِضَهُ اللَّهُ حَتَّى يُقِيمَ بِهِ الْمَلَّةَ الْعَوْجَاءَ بَأَنْ يَقُولُوا: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَيَفْتَحَ بِهَا أَعْيُنًا عَمِيًّا ، وَأَذَانًا صَمًّا ، وَقُلُوبًا غُلْفًا .))

”میں سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے ملا، اور رسول اللہ ﷺ کے بارے میں تورات میں منقول وصف کے متعلق دریافت فرمایا، سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے جواب میں فرمایا کیوں نہیں، اللہ کی قسم! تورات میں رسول اکرم ﷺ کی بعض

صفات تو وہ مذکور ہیں جو قرآن مجید میں بھی آئی ہیں جیسے ”اے نبی! ہم نے تجھے گواہ، خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا۔“ مزید برآں آپ ان پڑھوں کے ماوی، میرے بندے اور میرے رسول ہیں۔ میں نے آپ کا نام متوکل رکھا ہے۔ آپ نہ بدخو و سخت مزاج ہیں، نہ بازاروں میں شور و غوغا کرنے والے اور نہ ہی برائی کا برائی سے جواب دینے والے، بلکہ معاف کر دیتے ہیں اور بخش دیتے ہیں، اور آپ کی روح اللہ تعالیٰ اس وقت تک قبض نہ کرے گا جب تک راہ سے بھٹکی ہوئی قوم کو سیدھا نہ کر دیں یہاں تک کہ لوگ اس کلمہ ”لا الہ الا اللہ“ کو نہ مان لیں۔ اس طرح اللہ تعالیٰ اس کلمہ کی برکت سے ان کی اندھی آنکھیں، بہرے کان اور بند دل کھول دے گا۔“^①

سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ آپ مجھے اپنے پس منظر سے آگاہ فرمائیں تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((اَنَا دَعْوَةُ أَبِي إِبْرَاهِيمَ ، وَبَشَارَةُ عِيسَى .))^②

”میں اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کی دعا، اور عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہوں۔“

سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

”جب نجاشی نے مہاجرین حبشہ کو اپنے دربار میں بلایا، اور جعفر رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات سنیں تو پکار اٹھا کہ تم کو مرحبا ہو، اور اس ہستی کو جس کے پاس سے تم آئے ہو۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے رسول ہیں، اور وہی ہیں، جن کا ذکر ہم انجیل میں پاتے ہیں جن کی بشارت عیسیٰ علیہ السلام نے دی تھی۔“^③

① صحیح بخاری، کتاب البیوع، رقم: ۲۱۲۵۔

② مسند احمد: ۲۶۲/۵، رقم: ۲۲۲۶۱۔ طبرانی کبیر، رقم: ۴۷۶۹۔ مجمع الزوائد: ۲۸۹/۸۔ علامہ پیشی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ”حسن“ کہا ہے۔

③ مسند احمد: ۴۶۱/۱۔ فتح الباری: ۱۸۹/۷۔ البدایة والنہایة: ۶۹/۳۔ حافظ ابن حجر اور ابن کثیر نے اس کی سند کو ”حسن اور جید“ قرار دیا ہے۔

ان احادیث سے بھی یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا ذکر خیر تورات و انجیل میں موجود تھا۔ یہی وجہ ہے کہ شاہ حبشہ نجاشی نے بھی آپ ﷺ کی تعلیمات سن کر فوراً آپ ﷺ کی تصدیق کر دی تھی۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت تک بھی انجیل میں آپ ﷺ کی ایسی واضح علامات موجود تھیں جن کی وجہ سے نجاشی کو یہ رائے قائم کرنے میں ذرہ بھر بھی تامل نہ ہوا۔ علاوہ ازیں آج بھی تحریف شدہ تورات و انجیل میں آپ ﷺ کی بشارت کے تذکرے موجود ہیں، اور اہل کتاب انہیں پڑھتے ہیں، اور اچھی طرح سمجھتے اور جانتے ہیں مثلاً:

- 1- استثناء باب ۱۸، آیت ۱۵ تا ۱۹
- 2- متی باب ۲۱، آیت ۳۳ تا ۳۶
- 3- یوحنا باب ۱، آیت ۱۹ تا ۲۱
- 4- یوحنا باب ۱۴، آیت ۱۵ تا ۱۷
- 5- یوحنا باب ۱۴، آیت ۲۵، ۲۶
- 6- یوحنا باب ۱۶، آیت ۷ تا ۱۵ ①

قارئین کرام! توراہ اور انجیل میں حوالہ جات اور بھی ہیں۔ اُن سب کی یہاں قراءت کرنے کے بجائے انہیں ”تفسیر ماجدی“ اور ”تیسیر القرآن: ۱۰۵/۲، ۴۳۷“ میں ملاحظہ کرنے کی زحمت گوارا فرمائی جائے۔



① ماخوذ از، تیسیر القرآن: ۱۰۵/۲، ۴۳۷.

رضائے رسولِ مقبول ﷺ

اللہ تعالیٰ بھی نبی کریم ﷺ کی خواہش کا احترام کرتا ہے:

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لائے تو وہاں کے اکثر باشندے یہودی تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بیت المقدس کی طرف نماز پڑھنے کا حکم دیا۔ اس پر یہود بہت خوش ہوئے۔ آپ ﷺ کئی ماہ تک اسی رخ نماز پڑھتے رہے۔ لیکن آپ کی ذاتی خواہش یہ تھی کہ آپ قبلہ ابراہیمی یعنی مسجد حرام کی طرف نماز پڑھیں۔ آپ اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگا کرتے تھے، اور اپنی نگاہیں آسمان کی طرف اٹھایا کرتے تھے۔ بالآخر اللہ تبارک و تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمادی (اور آپ ﷺ کی خواہش پوری کر دی):

﴿قَدْ نَرَى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۗ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ وَإِنَّ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ لَيَعْلَمُونَ أَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَبِّهِمْ ۗ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُونَ﴾ (البقرة: ۱۴۴)

”ہم آپ کے چہرے کو بار بار آسمان کی طرف اٹھتے ہوئے دیکھ رہے ہیں، اب ہم آپ کو اس قبلہ کی جانب متوجہ کریں گے، جس سے آپ خوش ہو جائیں۔ آپ اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف پھیر لیں اور آپ جہاں کہیں ہوں اپنا چہرہ اسی طرف پھیرا کریں۔ اہل کتاب کو اس بات کے اللہ کی طرف سے برحق ہونے کا قطعی علم ہے،

اور اللہ ان اعمال سے غافل نہیں جو یہ کرتے ہیں۔“^①

آخرت میں آپ کو جو مقام ملے گا، اور جن نعمتوں سے آپ نوازے جائیں گے، ان کی تعبیر انسانی الفاظ میں ممکن نہیں، اسی لیے اللہ رب العزت نے فرمایا:

﴿وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ﴾ (الضحیٰ: ۵)

”اور عنقریب آپ کا رب آپ پر اپنے انعامات کی بارش کرے گا تو آپ راضی ہو جائیں گے۔“

گویا آپ ﷺ کی اللہ رب العزت رضا چاہتا ہے، اللہ رب العزت کی آپ سے یہ غایت درجہ کی محبت ہے۔

محبت کی منزل محبوب کی رضا ہے، جس کیلئے محبت شرائط محبت پر پورا اترنے کے ساتھ ساتھ غم محبوب میں اپنے جگر کو سوختہ کر کے اپنے من کی دنیا مجلا و مصفا کر لیتا ہے اور اطاعت محبوب کے ہر پیمانے پر پورا اترتا ہے۔ محبت کے دل کو قرار اس وقت ہوتا ہے جب اس کا محبوب اسے یہ روح افزا مزہ دے کہ جاؤ ہم تم پر راضی ہیں۔

اللہ و رسول اللہ ﷺ کی رضا لازم و ملزوم ہے، جو اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کی رضا پر پورے اترے ان پر اللہ تعالیٰ کی رضا کا اجر کرم خوب برسا جو بارگاہ نبوی ﷺ میں کھوٹے نکلے ان پر اللہ کے غضب کا کوڑا برسا، وہ دنیا کیلئے نشان عبرت بن گئے۔ وہ کفار و منافقین تھے جن کا کوئی مددگار نہیں ہے۔

رسول پاک ﷺ کی رضا اہل ایمان کے لئے اعلیٰ منزل ہے، جسے یہ مل گئی اس کی قسمت پورے جو بن پر آگئی۔ رضائے رسول اللہ ﷺ وہ لگن ہے جس نے صحابہ کرام کی قدسی جماعت کے قلوب کو مسحور کر دیا۔ اس جذبے میں وہ مصائب و آلام کی ہر آزمائش سے ایسے گزرے کہ انہیں اس کا احساس تک نہ ہوا۔ اس حلاوت نے غزوہ بدر میں نہتے (۳۱۳) نفوس قدسیہ کو بھرے شیر بنا دیا جن میں سے ہر ایک کا یہ جذبہ تھا۔ وہ اللہ تعالیٰ و رسول اللہ ﷺ کی

① تفسیر ابن کثیر: ۲۵۹/۱

رضا کیلئے کٹ مرے گا مگر اللہ کے رسول ﷺ کا دامن نہ چھوڑے گا۔ جب وفا کی ان تصویروں نے اپنے وعدے سے ایفا کیا۔ سترہ (۱۷) نفوس نے اللہ و رسول اللہ ﷺ کے لئے شہادت کے جام نوش کئے۔ کئی افراد نے زخم کھائے مگر کسی زبان پر شکوہ و شکایت نہیں، بلکہ ان کے ایمان رضائے رسول کی روشنی سے درخشندہ چراغ بن گئے اور سرکارِ دو عالم ﷺ نے ان کے ایمانوں کی گواہی دی تو اللہ کی طرف سے انہیں یہ ڈگری عطا کر دی گئی۔

﴿رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ﴾ [التوبة: ۱۰۰] ”اللہ ان سے راضی ہے، اور وہ

اللہ سے راضی ہیں۔“

جبکہ ایک غزوہ میں شہداء کے پاس کھڑے ہو کر نبی رحمت ﷺ نے ان کی شہادت کی یوں گواہی دی کہ یہ تا قیامت اللہ کی بارگاہ میں شہادت کے مرتبہ پر فائز ہیں۔ یہ سب جنت میں جائیں گے اور میں ان سے پہلے جنت میں جاؤں گا۔ رضائے رسول اللہ ﷺ کے ان پروانوں کی یہ آخری تمنا ہوتی کہ اللہ کا رسول ﷺ ان کے وصال کے وقت ان پر راضی ہو۔

ایمان کا ذائقہ وہی چکھ سکتا ہے جو اللہ کے رب ہونے پر اور اسلام کے دین ہونے پر سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کے نبی ہونے پر راضی ہو اور جس کی موت بھی اسی عقیدے پر واقع ہو۔ وہی خوش نصیب ہے اس لیے سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی میت کے قریب یہی بات دہرائی تھی کہ تم خوش نصیب ہو کہ تم پر اللہ کے رسول ﷺ راضی ہو گئے، اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کیلئے بھی یہی بات کہی تھی، معلوم ہوا کہ یہ ان کے نزدیک اعلیٰ ترین سعادت تھی۔

اب بھی جو مسلمان اس جذبے سے محبتِ رسول ﷺ کو اپنائے گا اور ان شرائط و علامات پر پورا آئے گا اسے یہ مقام حاصل ہوگا۔

رضائے رسول ﷺ سے اللہ تعالیٰ کی رضا کا حصول:

جن نفوسِ قدسیہ نے رسول اللہ ﷺ کی محبت کے تقاضے پورے کئے، اور غزوہ بدر میں اپنی وفا کا ثبوت دیا تو ان پر اللہ راضی ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنی رضا کا یوں اظہار فرمایا:

﴿لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ

مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا ﴿١٨﴾

(الفتح: ۱۸)

”بے شک اللہ ان مومنوں پر راضی ہے جب انہوں نے درخت کے نیچے آپ سے بیعت کی تھی۔ پس وہ چیز اللہ کے علم میں ہے جو ان کے دلوں میں موجود ہے، پس اللہ نے ان پر سکینہ اتارا اور ان کیلئے جلد ہی فتح یابی ہے۔

یعنی جو نبی اکرم ﷺ کے ساتھ مخلص ہیں ان مجاہدوں پر نزولِ رحمت کی گئی، اور انہیں جلد عظیم فتح کی بھی خوش خبری دی گئی۔

اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کی رضا سے حلاوتِ ایمان کا حصول:

ایمان کی مٹھاس کتنی خوش تر ہے اور ذائقہ کتنا مسرور کن ہے۔ جب یہ اپنی چاشنی میں ڈال کر دنیا جہاں کے تمام ذائقوں سے بے خبر کر دیتا ہے تو اس ذائقے کے رسیا لوگ کیوں تمام آسائشوں پر اسے ترجیح دیتے ہیں، اور یہ کب قلب و وجدان میں سرایت کر کے اپنے آسائشوں کو دنیا سے بے گانا کرتا ہے۔ یہ سب اس وقت ہوتا ہے جب فخرِ موجودات ﷺ کی نبوت پر رضا کو مقصد بنا لیا جائے۔ جیسا کہ ارشادِ نبوی ہے:

((عَنْ الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: ذَاقَ

طَعْمَ الْإِيْمَانِ، مَنْ رَضِيَ بِاللَّهِ رَبًّا وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا وَبِمُحَمَّدٍ نَبِيًّا.)) ❶

”سیدنا عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

اس شخص نے ایمان کا مزہ چکھا جو اللہ تعالیٰ کے پروردگار ہونے، اسلام کے دین

ہونے اور محمد ﷺ کی نبوت پر راضی ہوا۔“

رسول اللہ ﷺ کی رضا چاہنا:

سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ ان تین صحابہ کرام میں سے تھے جو اپنی کاروباری و مالی

❶ سنن ترمذی، کتاب الایمان، رقم: ۲۶۲۳۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ”صحیح“ کہا ہے۔

مصروفیات کی بنا پر غزوہ تبوک پر نہ جاسکے، مگر جب نبی کریم ﷺ اپنے صحابہ کرام کے ہمراہ واپس مدینہ تشریف لے آئے تو مسجد نبوی میں کئی منافق حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور جھوٹے بہانے تراش کر اس غزوہ میں شامل نہ ہونے کی معذرت پیش کرتے۔ آپ ﷺ منافقین کے عذر قبول کرتے اور ان پر کوئی تعرض نہ فرماتے، مگر سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ اور دوسرے دو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سچی سچی بات عرض کر دی، اور اپنی لغزش پر معافی کے طلبا گار ہوئے تو آپ ﷺ نے ان سے اللہ کے حکم کے تحت بات کرنا ترک کر دیا حتیٰ کہ انہیں ان کی بیویوں سے جدا کر دیا گیا۔ اس دوران انہوں نے انتہائی رقت سے اللہ تعالیٰ کے حضور دعائیں کیں کہ اے اللہ! تو ہمیں معاف فرما اور ہم پر اپنے رسول ﷺ کو راضی فرما۔ ان کا واقعہ صحیح بخاری کی روایت میں یوں ہے۔

”سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے جب آپ ﷺ نے ناراض ہو کر قطع کلام کر لیا، اور تمام صحابہ کو بھی یہی حکم دیا تو ان کو سب سے زیادہ آپ ﷺ کی رضا مندی کی فکر تھی۔ آپ ﷺ نماز کے بعد تھوڑی دیر تک مسجد میں بیٹھا کرتے تھے، اس حالت میں وہ آتے اور سلام کرتے اور دل میں کہتے کہ مبارک ہونٹوں کو سلام کے جواب میں حرکت ہوئی یا نہیں؟ پھر آپ ﷺ ہی کے متصل نماز پڑھتے اور کنکھیوں سے آپ ﷺ کی طرف دیکھتے جاتے۔^①

سیدنا صدیق اکبر کا نبی کریم ﷺ کو سکون پہنچا کر راضی ہونا:

محبت رسول اللہ ﷺ میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا اسوہ بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ وہ اس وقت خوش و خرم ہوتے ہیں جب اللہ کے حبیب ﷺ کو اپنی کسی وفا شعاری سے خوش کر لیتے۔ جب انہیں یہ موقع مل جاتا تو ان کے جسم و جان میں اس قدر خوشی کی لہر پیدا ہوتی جسے الفاظ میں بیان کرنا مشکل ہے مگر ان کے اس عمل سے مہمان باصفا کو عجب قسم کا لطف حاصل ہوتا ہے۔

① صحیح البخاری، کتاب المغازی، رقم: ۴۴۱۸۔

((عَنِ الْبَرَاءِ، قَالَ: قَالَ أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ: لَمَّا خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ مِنْ مَكَّةَ إِلَى الْمَدِينَةِ مَرَرْنَا بِرَاعٍ، وَقَدْ عَطَشَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ قَالَ: فَحَلَبْتُ لَهُ كُتْبَةً مِنْ لَبَنٍ فَأَتَيْتُهُ بِهَا فَشَرِبَ حَتَّى رَضِيتُ))^①

”سیدنا براء رضی اللہ عنہ نے کہا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ مکہ سے مدینہ کی طرف گئے تو ہمارا ایک چرواہے پر گزر رہا تھا، اس وقت رسول اللہ ﷺ کو پیاس لگی ہوئی تھی، سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے لیے تھوڑا سا دودھ دوہا، پھر میں آپ کے پاس وہ دودھ لایا، پس آپ نے اس کو پیا یہاں تک کہ میں راضی ہو گیا۔“

رضائے رسول ﷺ کے لیے کوشش:

جب خیبر فتح ہو گیا، مدینے کے آس پاس کے یہودیوں کو ان کی سازشوں اور عہد شکنیوں کی بنا پر مدینہ سے جلا وطن کر دیا گیا تو یہ زمینیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں تقسیم کر دی گئیں۔ اب ہر گھر میں اچھے کھانے کھائے جا رہے ہیں، اور عمدہ لباس پہنے جانے لگے مگر کاشانہ رسالت مآب ﷺ میں بدستور فاقہ کشیوں کا دور رہا۔ یہ حضور ﷺ کا زہد تھا، اس وقت ازواجِ مطہرات نے مل کر مطالبہ کیا کہ یا رسول اللہ! ہمارا ماہانہ خرچ بڑھا دیا جائے، اگر دیکھا جائے تو مطالبہ سراسر جائز تھا لیکن یہ بات سرکارِ مدینہ ﷺ کی طبع مبارک پر شاق گذری، اور آپ نے کچھ عرصہ ان سے بات چیت بند کر دی۔ اس بات کی خبر جب سیدنا ابوبکر صدیق اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما کو ملی تو انہوں نے اپنی اپنی صاحبزادیوں یعنی سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کو ڈانٹ ڈپٹ کی، اور حضور نبی کریم ﷺ کو راضی کرنے کی کوشش کی اور شیخین نے نبی کریم ﷺ کو راضی کر لیا۔

① صحیح مسلم، کتاب الاشربہ، رقم: ۵۲۳۸.

اس مقصد کیلئے کا شانہ نبوت پر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ آئے، تو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کو ہنسانے کے لئے کہا کہ اگر بنتِ خارجہ (سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بی بی) مجھ سے نان و نفقہ طلب کرتیں تو میں اٹھ کر ان کی گردن توڑ دیتا۔ آپ ﷺ ہنس پڑے، اور ازواجِ مطہرات کی طرف اشارہ کر کے فرمایا یہ مجھ سے نفقہ ہی تو مانگ رہی ہیں۔ دونوں بزرگ اٹھے اور عائشہ اور حفصہ رضی اللہ عنہما کی گردن توڑنی چاہی، اور کہا: رسول اللہ ﷺ سے وہ چیز مانگتی ہو جو آپ کے پاس نہیں ہے۔^①

صحابہ کرام کا جلالِ نبوی کے موقع پر رضائے رسول اللہ ﷺ چاہنا:

بعض اوقات کسی سے انجانے میں کوئی ایسی بات ہو جاتی جس سے سرکارِ مدینہ ﷺ جلال میں آجاتے، تو اس وقت محبانِ باوفا کے دل جلالِ نبوت سے لرز جاتے۔ وہ بار بار یہ تصدیق کے الفاظ دہراتے جاتے کہ اللہ کی پناہ! ہم اللہ کے رب، اور اسلام کے دین ہونے اور محمد ﷺ کے نبی ہونے پر راضی ہیں۔

ایک بار کسی نے آپ ﷺ سے آپ کے لمبے روزے کے متعلق پوچھا، جس پر آپ ﷺ کو غصہ آیا، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے یہ حالت دیکھی تو کہا:

((رَضِينَا بِاللَّهِ رَبًّا وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا وَبِمُحَمَّدٍ نَبِيًّا ، نَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ غَضَبِ اللَّهِ وَغَضَبِ رَسُولِهِ .))

”یعنی ہم نے اللہ کو اپنا پروردگار، اسلام کو اپنا دین اور محمد ﷺ کو اپنا پیغمبر بنایا ہے۔ اور اللہ اور اس کے رسول کے غصہ سے پناہ مانگتے ہیں۔“

اسی فقرے کو بار بار دہراتے رہے، یہاں تک کہ آپ ﷺ کا غصہ کافور ہو گیا۔^②

رضائے رسول ﷺ تو شہ آخرت ہے:

وہ حضرات کہ جن کی زندگیاں اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت، اور محبت میں گزریں اس

① صحیح مسلم، کتاب الطلاق، رقم: ۳۶۹۰۔

② سنن ابی داؤد، کتاب الصیام، باب فی صوم الدھر تطوعا، رقم: ۲۴۵۲۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ”صحیح“ کہا ہے۔

کے باوجود جب ان کے وصال کا وقت آتا تو ان کا اعتماد اس توشہ پر ہوتا جو انہوں نے اللہ کے رسول ﷺ کو راضی کر کے تیار کیا تھا۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شہادت کا وقت قریب آیا تو سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ان کو رضائے رسول اللہ ﷺ کی خوشخبری دیتے ہوئے کہا کہ اے امیر المؤمنین! اگر یہ وہی وقت ہے جس میں آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوگی۔

((يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ وَلَيْسَ كَانَ ذَاكَ، لَقَدْ صَحَبْتَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَأَحْسَنْتَ صُحْبَتَهُ، ثُمَّ فَارَقْتَهُ وَهُوَ عَنْكَ رَاضٍ، ثُمَّ صَحَبْتَ أَبَا بَكْرٍ فَأَحْسَنْتَ صُحْبَتَهُ، ثُمَّ فَارَقْتَهُ وَهُوَ عَنْكَ رَاضٍ، ثُمَّ صَحَبْتَ صَحْبَتَهُمْ فَأَحْسَنْتَ صُحْبَتَهُمْ، وَلَيْسَ فَارَقْتَهُمْ لَتَفَارِقَنَّهُمْ وَهُمْ عَنْكَ رَاضُونَ، قَالَ: أَمَا مَا ذَكَرْتَ مِنْ صُحْبَةِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَرِضَاهُ فَإِنَّ ذَلِكَ مِنْ مَنِ اللَّهُ تَعَالَى مَنْ بِهِ عَلِيٌّ، وَأَمَا مَا ذَكَرْتَ مِنْ صُحْبَةِ أَبِي بَكْرٍ وَرِضَاهُ فَإِنَّمَا ذَلِكَ مِنْ مَنِ اللَّهُ، جَلَّ ذِكْرُهُ، مَنْ بِهِ عَلِيٌّ، وَأَمَا مَا تَرَى مِنْ جَزَعِي فَهُوَ مِنْ أَجْلِكَ، وَأَجَلِ أَصْحَابِكَ، وَاللَّهُ لَوْ أَنَّ لِي طَلَاعَ الْأَرْضِ ذَهَبًا لَا فُتَدَيْتُ بِهِ مِنْ عَذَابِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ قَبْلَ أَنْ أَرَاهُ، قَالَ حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ: حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: دَخَلْتُ عَلَى عُمَرَ، بِهَذَا.)) ❶

”اے امیر المؤمنین! تو آپ رسول اللہ ﷺ کے مصاحب رہے ہیں اور ان کی صحبت سے اچھی طرح فیض یاب ہوئے ہیں، پھر جب وہ داغ مفارقت دے گئے تو آپ سے خوش تھے۔ پھر آپ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مصاحب رہے اور ان کے ساتھ آپ رضی اللہ عنہ کی خوب اچھی صحبت رہی۔ پھر جب وہ فوت ہو گئے تو آپ کی صحابہ کرام سے صحبت رہی، اور یہ صحبت بھی بہت اچھی رہی۔ اگر آپ ان سے جدا ہوں

❶ صحیح بخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ، رقم: ۳۶۹۲.

گے تو ضرور اس حالت میں جدائی ہوگی کہ وہ آپ سے راضی ہوں گے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جو تم نے رسول اللہ ﷺ کی صحبت اور ان کی رضا کا ذکر کیا ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے جو اس نے مجھ پر فرمایا۔ پھر جو آپ نے سیدنا ابو بکر کی صحبت اور ان کے راضی ہونے کا ذکر کیا تو یہ بھی اللہ تعالیٰ کے راضی ہونے کا ذکر کیا تو یہ بھی اللہ تعالیٰ کا کرم ہے۔ جو اس نے میرے اوپر فرمایا۔ جزع و فزع کی بات جو آپ دیکھ رہے ہیں تو یہ آپ کی اور دیگر آپ کے اصحاب کی وجہ سے ہے۔ اللہ کی قسم! اگر میرے پاس زمین کے برابر بھی سونا ہوتا تو عذاب الہی کو دیکھنے سے پہلے اسے بطور فدیہ کے دے دیتا۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں اس وقت حاضر ہوا۔“

بوقت وصال سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا رضائے رسول اللہ ﷺ پر اطمینان:

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے وصال پر سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ان کی میت کے قریب کھڑے ہو کر اس عمل خیر کا ذکر کیا جو انہوں نے اللہ کے رسول اللہ ﷺ کو راضی کرنے کے لیے کیا تھا۔

((عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: إِنِّي لَوَاقِفٌ فِي قَوْمٍ، يَدْعُونَ اللَّهَ لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، وَقَدْ وُضِعَ عَلَى سَرِيرِهِ، إِذَا رَجُلٌ مِنْ خَلْفِي قَدْ وُضِعَ مِرْفَقُهُ عَلَى مَنْكِبِي يَقُولُ: يَرْحَمُكَ اللَّهُ! إِنْ كُنْتُ لَأَرْجُو أَنْ يَجْعَلَكَ اللَّهُ مَعَ صَاحِبَيْكَ، لِأَنِّي كَثِيرًا مَا كُنْتُ أَسْمَعُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ: كُنْتُ وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ، وَفَعَلْتُ وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ، وَأَنْطَلَقْتُ وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ، فَإِنْ كُنْتُ لَأَرْجُو أَنْ يَجْعَلَكَ اللَّهُ مَعَهُمَا، فَالْتَفَتُ فَإِذَا هُوَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ)) ❶

”سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں لوگوں کے درمیان کھڑا تھا۔ پس انہوں

❶ صحیح بخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ، رقم: ۳۶۷۷.

نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے لیے دعا کی جبکہ ان کا جنازہ تابوت پر رکھا جا چکا تھا، تو ایک آدمی نے میرے پیچھے سے اپنے ہاتھوں کو میرے کندھوں پر رکھتے ہوئے فرمایا: اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے۔ مجھے امید واثق تھی کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ضرور آپ کے دونوں ساتھیوں کے ساتھ دفن کرائے گا۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو بارہا فرماتے ہوئے سنا کہ میں، ابوبکر اور عمر تھے۔ میں ابوبکر اور عمر نے کیا۔ میں، ابوبکر اور عمر گئے۔ اسی لئے مجھے امید تھی کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ضرور ان دونوں حضرات کے ساتھ رکھے گا۔ جب میں نے پیچھے پھر کر دیکھا تو وہ علی بن ابوطالب تھے۔“

حیدر کرار پر حضور نبی کریم ﷺ کا راضی ہونا:

((وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ لِعَلِيِّ: أَنْتَ مِنِّي وَأَنَا مِنْكَ . وَقَالَ عُمَرُ: تَوْفَى

رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَهُوَ عَنْهُ رَاضٍ .)) ❶

”اور نبی کریم ﷺ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول ﷺ نے جب وصال فرمایا تو ان سے راضی تھے۔“

سیدنا معصب رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ ﷺ کا راضی ہونا:

سیدنا معصب رضی اللہ عنہ ان خوش نصیبوں میں سے تھے جن کے بارے میں قرآن کریم کی آیت اتری کہ انہوں نے اپنی نذر کو اللہ کی راہ میں قربانی کی صورت میں پورا کر دیا، لیکن ان پر یہ بھی فضل ہوا کہ انہیں دفنانے کے وقت حضور ﷺ ان پر راضی تھے۔

((عَنْ خَبَابٍ ، قَالَ: هَاجَرْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ ، نَبَتَغِي وَجْهَ اللَّهِ تَعَالَى ، فَوَجِبَ أَجْرُنَا عَلَى اللَّهِ ، فَمِنَّا مَنْ مَاتَ لَمْ يَأْكُلْ مِنْ أَجْرِهِ شَيْئًا ، مِنْهُمْ مُصْعَبُ ابْنِ عَمِيرٍ ، قُتِلَ يَوْمَ أُحُدٍ فَلَمْ نَجِدْ شَيْئًا نُكْفِنُهُ فِيهِ إِلَّا نَمْرَةَ ، كُنَّا إِذَا عَطَيْنَا رَأْسَهُ حَرَجَتْ رِجْلَاهُ ،

❶ صحیح بخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ باب مناقب علی رضی اللہ عنہ .

وَإِذَا غَطَيْنَا بِهَا رَجُلِيهِ خَرَجَتْ رَأْسُهُ، فَأَمَرْنَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَنْ نَغْطِي بِهَا رَأْسَهُ، وَنَجْعَلَ عَلَى رَجُلِيهِ إِذْخِرًا، وَمِنَّا مَنْ آيَنَعَتْ لَهُ ثَمَرَتُهُ فَهُوَ يَهْدِي بِهَا. ((❶

”سیدنا خباب بن الارت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اللہ کی رضا اور خوشنودی کیلئے ہجرت کی۔ تو ہمارا اجر و ثواب اللہ پر ثابت ہو گیا۔ لیکن ہم میں سے ایک صاحب کی وفات ہو گئی لیکن اس نے اپنے اجر میں سے کچھ نہ کھایا، بلکہ سب آخرت میں رہا۔ ان میں سے مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ تھے جو احد کے دن شہید ہوئے اور آپ کے کفن کیلئے ہمیں ایک کملی کے سوا کچھ نہ ملا۔ جب اسے ہم آپ کے سر پر رکھتے تو پاؤں باہر نکل آتے، اور جب پاؤں پر رکھتے تو سر باہر نکل آتا۔ رسول مکرم ﷺ نے ہمیں آپ کا سر چھپانے اور پاؤں پر اذخر ایک قسم کی گھاس ڈالنے کا حکم فرمایا، اور ہم میں سے کوئی ایسا شخص ہے جس کے پھل پکتے ہیں اور وہ ان کو چنتا ہے۔“



❶ سنن نسائی، کتاب الجنائز، رقم: ۱۹۰۳۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ”صحیح“ کہا ہے۔

نبی کریم ﷺ اللہ تعالیٰ کی بہت زیادہ عبادت کیا کرتے تھے

نبی کریم ﷺ کو آخر وقت تک اللہ کی عبادت کا حکم تھا:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَ كُنْ مِنَ السَّاجِدِينَ ۝۹۸ ﴿۹۸﴾ وَ اعْبُدْ رَبَّكَ حَتَّىٰ
يَأْتِيَنَّكَ الْيَقِينُ ۝۹۹ ﴿۹۹﴾ ﴾ (الحجر: ۹۸، ۹۹)

”(اے پیغمبر!) آپ اپنے پروردگار کی تسبیح اور حمد بیان کرتے رہیں، اور سجدہ کرنے والوں میں شامل ہو جائیں۔ اور اپنے رب کی عبادت کرتے رہیں حتیٰ کہ آپ کو موت آجائے۔“

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں رقمطراز ہیں:

”یہ آیت اس بات پر دلیل ہے کہ نماز انسان پر فرض ہے، جب تک کہ اس کی عقل باقی رہے اور ہوش و حواس ثابت ہوں، جیسی اس کی حالت ہو، اسی کے مطابق نماز ادا کر لے۔ لیکن بد مذہب اور ملحد قسم کے لوگوں نے اس سے اپنے مطلب کی ایک بات گھڑی ہے کہ جب تک انسان درجہ کمال تک نہ پہنچے، اس پر عبادت فرض رہتی ہیں، لیکن جب معرفت حاصل کر چکا تو عبادت کی تکلیف ساقط ہوتی ہے۔ یہ سراسر کفر و ضلالت اور جہالت ہے۔ یہ لوگ اتنا نہیں سمجھتے کہ انبیاء علیہم السلام، اور خصوصاً سرور انبیاء علیہم السلام، اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم معرفت کے تمام درجے

طے کر چکے تھے اور ربانی علم و عرفان میں سب دنیا سے کامل تھے۔ رب کی صفات اور ذات کا سب سے زیادہ علم رکھتے تھے، لیکن اس کے باوجود سب سے زیادہ اپنے رب کی عبادت کرتے تھے اور رب کی اطاعت میں تمام دنیا سے زیادہ مشغول رہتے تھے، اور زندگی کے آخری دم تک اسی میں لگے رہے۔^①

فارغ اوقات میں بھی آپ ﷺ کو عبادت کا ہی حکم دیا گیا تھا:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَإِذَا فَرَغْتَ فَانصَبْ ۖ وَإِلَىٰ رَبِّكَ فَارْغَبْ ۗ﴾ (الانشراح : ۸، ۷)

” (اے پیغمبر!) جب تو فارغ ہو تو عبادت میں محنت کر، اور اپنے پروردگار ہی کی طرف دل لگا۔“

”مطلب یہ ہے کہ جب آپ کو تبلیغ کے کاموں، گھریلو مشاغل اور اسلام لانے والوں کی تعلیم و تربیت سے فراغت حاصل ہو تو اپنے پروردگار سے لو لگائیے، اور یکسو ہو کر اس سلسلہ میں ریاضت کیجئے۔ کیونکہ مشکلات کے دوران اللہ کی عبادت، اس کا ذکر اور اس پر توکل ہی انسان کو ایسا حوصلہ عطا کرتا ہے، جس سے وہ مصائب کو برداشت کرنے کے قابل بن جاتا ہے۔^②

آپ ﷺ کو نماز تہجد کی ادائیگی کا بھی حکم دیا گیا تھا:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمِنَ اللَّيْلِ فَسُجِّدْ بِهِ نَافِلَةً لَّكَ ۖ عَسَىٰ أَنْ يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُودًا ۗ﴾ (الاسراء : ۷۹)

”رات کے کچھ حصے میں نماز تہجد میں قرآن کی تلاوت کریں، یہ زیادتی آپ کے لیے ہے۔ عنقریب آپ کا پروردگار آپ کو مقام محمود میں کھڑا کرے گا۔“

ایک دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

① تفسیر ابن کثیر، مترجم: ۱۲۳۶/۳۔

② تیسیر القرآن: ۶۶۲/۴۔

﴿يَا أَيُّهَا الْمُؤْمِنُ ۚ اذْكُمِ اللَّيْلَ إِلَّا قَلِيلًا ۚ نَضِيفَةٌ أَوْ انْقُصَ مِنْهُ قَلِيلًا ۚ ﴿٣﴾
 أَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا ۚ ﴿٤﴾ إِنَّا سَنُلْقِي عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيلًا ۚ ﴿٥﴾
 إِنَّ نَاشِئَةَ اللَّيْلِ هِيَ أَشَدُّ وَطْأً وَأَقْوَمُ قِيلًا ۚ ﴿٦﴾﴾ (المزمل : ۱ تا ۶)

”اے جھرمٹ مار کر کپڑا اوڑھنے والے۔ رات کو تہجد پڑھا کر مگر تھوڑی رات۔
 آدھی رات یا اس سے بھی کچھ کم کر لے، یا اس پر بڑھا دے اور قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر
 صاف پڑھا کر۔ یقیناً ہم تجھ پر عنقریب بہت بھاری بات نازل کریں گے۔ پیشک
 رات کا اٹھنا نفس کو کچل دیتا ہے اور بات کو بہت درست کر دیتا ہے۔“

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ اس آیت کے ضمن میں رقمطراز ہیں:

”نماز پنج گانہ کے بعد اس آیت کریمہ میں آپ کو نماز تہجد کا حکم دیا گیا ہے، یہ نماز
 آپ پر اس لئے واجب کی گئی تھی، تاکہ آپ کے درجات بلند ہوں، ورنہ آپ کے
 تو اگلے پچھلے سبھی گناہ معاف کر دیئے گئے تھے۔ دیگر مسلمانوں کیلئے یہ نماز مستحب
 ہے۔ نماز پنج گانہ اور نوافل کی ادائیگی پر اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ سے یہ کریمانہ
 وعدہ کیا ہے کہ ان کا رب انہیں ”مقام محمود“ یعنی شفاعتِ کبریٰ کی اجازت مرحمت
 فرمائے گا۔“ ❶

آپ ﷺ کو یہ بھی حکم تھا کہ اپنے گھر والوں کو عبادت کرائیں:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلَاةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا ۖ لَا نَسْأَلُكَ رِزْقًا ۖ نَحْنُ
 نَزَّرْنَاكَ ۖ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوَى ۚ ﴿١٣٢﴾﴾ (طہ : ۱۳۲)

”(اے پیغمبر!) اپنے گھرانے کے لوگوں پر نماز کی تاکید کر، اور خود بھی اس پر جمارہ،
 ہم تجھ سے روزی نہیں مانگتے، بلکہ ہم خود تجھے روزی دیتے ہیں، آخر میں بول بالا

پر ہیزگاری ہی کا ہے۔“

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

((كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ شَدَّ مِزْرَهُ وَ أَحْيَا لَيْلَهُ وَ أَيَقَظَ أَهْلَهُ .)) ❶

”جب رمضان کا آخری عشرہ شروع ہو جاتا تو نبی کرم ﷺ اپنی کمرس لیتے، رات بھر جاگتے رہتے اور اپنے گھر والوں کو بھی جاگتے۔“

آپ ﷺ اتنا قیام فرماتے کہ آپ کے قدم مبارک سو جھ جاتے:

سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

((قَامَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ حَتَّى تَوَرَّمَتْ قَدَمَاهُ، فَقِيلَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! قَدْ عَفَرَ اللَّهُ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ، قَالَ: أَفَلَا أَكُونُ عَبْدًا شَكُورًا.)) ❷

”رسول اللہ ﷺ اس قدر قیام فرماتے کہ آپ کے دونوں قدم متورم ہو جاتے۔ آپ سے کہا گیا کہ اے اللہ کے رسول! یقیناً اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے اور پچھلے تمام گناہ معاف فرما دیئے ہیں (پھر آپ کیوں اس قدر عبادت کرتے ہیں؟) تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”کیا پھر میں شکر گزار بندہ نہ ہوں۔“

آپ ﷺ لوگوں کو بھی رات کے قیام کی ترغیب دلایا کرتے تھے:

سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

”جب دو تہائی رات گزر جاتی تو رسول اللہ ﷺ بیدار ہو جاتے، اور فرماتے، اے لوگو! اللہ تعالیٰ کو یاد کرو! اللہ تعالیٰ کو یاد کرو! بھونچال آچکا، اس کے پیچھے اور

❶ صحیح بخاری، کتاب فضل لیلۃ القدر، رقم: ۲۰۲۴۔

❷ سنن ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلوٰۃ، رقم: ۱۴۱۹۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ”صحیح“ کہا ہے۔

بھونچال آ رہا ہے۔ موت اپنی سختیوں کے ہمراہ آچکی۔“ ❶
آپ ﷺ ہر وقت اللہ کے ذکر میں مصروف رہتے تھے:

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

((كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَذْكُرُ اللَّهَ عَلَى كُلِّ أَحْيَانِهِ .)) ❷

”رسول اللہ ﷺ اپنے تمام اوقات میں اللہ کا ذکر کرتے رہتے تھے۔“

آپ ﷺ بکثرت توبہ و استغفار کیا کرتے تھے:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَأَعْلَمَهُ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَ اسْتَغْفِرُ لِدُنْيَاكَ وَ لِلْمُؤْمِنِينَ وَ
 الْمُؤْمِنَاتِ ﴾ (محمد : ۱۹)

”پس (اے نبی!) آپ یقین کر لیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور اپنے گناہوں
 کی بخشش مانگا کریں (ساتھ) مومن مردوں اور مومن عورتوں کے حق میں بھی۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((وَاللَّهِ! إِنِّي لَأَسْتَغْفِرُ اللَّهَ وَأَتُوبُ إِلَيْهِ فِي الْيَوْمِ أَكْثَرَ مِنْ سَبْعِينَ
 مَرَّةً .)) ❸

”اللہ کی قسم! میں دن میں ستر (۷۰) سے زیادہ مرتبہ اللہ تعالیٰ سے توبہ و استغفار کرتا
 ہوں۔“

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِنِّي لَأَسْتَغْفِرُ اللَّهَ فِي الْيَوْمِ مِائَةَ مَرَّةً .)) ❹

❶ صحیح سنن ترمذی، للالبانی: ۲۹۹/۲.

❷ صحیح مسلم، کتاب الحيض، رقم: ۳۷۳.

❸ صحیح بخاری، کتاب الدعوات، باب استغفار النبي في اليوم واللييلة، رقم: ۶۳۰۷۔ سنن ترمذی،
 کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة محمد، رقم: ۳۲۵۹.

❹ صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب استحباب الاستغفار والاستكثار منه، رقم: ۲۷۰۲۔ سنن
 ابی داود، رقم: ۱۵۱۵۔ نسائی فی السنن الکبری، رقم: ۱۰۲۷۶۔ صحیح ابن حبان، رقم: ۹۳۱۔
 شرح السنه، رقم: ۱۲۸۷.

”میں دن میں (کم از کم) سو (۱۰۰) مرتبہ (ضرور) اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا ہوں۔“

صحیح مسلم کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
 ((يَا أَيُّهَا النَّاسُ! تَوْبُوا إِلَى اللَّهِ فَإِنِّي أَتُوبُ فِي الْيَوْمِ إِلَيْهِ مِائَةً
 مَرَّةً.)) ❶

”اے لوگو! اللہ کی بارگاہ میں توبہ کرو یقیناً میں دن میں سو (۱۰۰) مرتبہ اللہ تعالیٰ سے توبہ کرتا ہوں۔“



نبی کریم ﷺ کا خلقِ عظیم

رسول اللہ ﷺ اخلاق کے سب سے اعلیٰ درجے پر فائز ہیں۔ آپ نرم مزاج، خوش اخلاق اور شیریں زبان تھے۔ آپ جب گفتگو فرماتے تو کسی کی حوصلہ شکنی نہ کرتے تھے۔ آپ ﷺ کا یہ معمول تھا کہ آپ سلام میں بھی خود پہل کرتے تھے اور مصافحہ میں بھی پہل خود کرتے۔ حضور صادق المصدق ﷺ اخلاق کے اعلیٰ پیکر تھے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ ﴿٣﴾﴾ (القلم : ٤)

”اور (اے پیغمبر!) بلاشبہ آپ بہت بڑے اخلاق پر ہیں۔“

”خلقِ عظیم“ سے مراد اسلام، دین یا قرآن ہے۔ مطلب یہ ہے کہ آپ اس خلق پر ہیں جس کا حکم اللہ تعالیٰ نے تمہیں قرآن یا دین اسلام میں دیا ہے۔ یا اس سے مراد وہ تہذیب و شائستگی، نرمی و شفقت، امانت و صداقت، حلم و کرم اور دیگر اخلاقی خوبیاں ہیں، جس میں آپ ﷺ نبوت سے پہلے بھی ممتاز تھے، اور نبوت کے بعد ان میں مزید بلندی اور وسعت آئی۔ اسی لیے جب سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے آپ ﷺ کے اخلاق کی بابت سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا:

((كَأَنَّ خُلُقَهُ الْقُرْآنُ)) ①

”آپ کا خلق تو قرآن تھا۔“

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا یہ جواب ”خلقِ عظیم“ کے مذکورہ بالا دونوں مفہوموں کو شامل ہے۔ ② آپ ﷺ خلقِ عظیم کے مالک ہونے کے ساتھ ساتھ لوگوں کے اخلاق بھی بہتر فرمانے کے لیے مبعوث کیے گئے تھے۔ جیسا کہ خود رسول مکرم ﷺ نے فرمایا:

② تفسیر أحسن البیان، ص: ١٦١١.

① صحیح مسلم، کتاب المسافرین.

((اِنَّمَا بُعِثْتُ لِأَتَمِّمَ مَكَارِمَ الْأَخْلَاقِ .)) ❶

”مجھے اس لیے مبعوث کیا گیا ہے، تاکہ میں اخلاقی خوبیوں کو کمال تک پہنچاؤں۔“

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِيهِ ، وَ أَنَا خَيْرُكُمْ لِأَهْلِي .)) ❷

”تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے لیے سب سے بہتر ہے، اور

میں اپنے گھر والوں کے لیے سب سے بہتر ہوں۔“

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

((خَدَمْتُ النَّبِيَّ ﷺ عَشْرَ سِنِينَ فَمَا قَالَ لِي: أَفٍّ وَلَا: لِمَ

صَنَعْتَ؟ وَلَا أَلَّا صَنَعْتَ .)) ❸

”میں نے نبی کریم ﷺ کی دس سال خدمت کی۔ آپ نے مجھے کبھی اف تک نہ

کہا، اور نہ کبھی یہ کہا کہ تم نے یہ کیوں کیا؟ یا، یہ کیوں نہیں کیا؟“

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے ہی مروی ایک دوسری روایت میں ہے:

((كُنْتُ أَمْشِي مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَ عَلَيْهِ بُرْدٌ نَجْرَانِيٌّ غَلِيظٌ

الْحَاشِيَةِ ، فَأَدْرَكَهُ أَعْرَابِيٌّ فَجَبَذَهُ بِرِدَائِهِ جَبَذَةً شَدِيدَةً وَ رَجَعَ

نَبِيُّ اللَّهِ ﷺ فِي نَحْرِ الْأَعْرَابِيِّ حَتَّى نَظَرْتُ إِلَى صَفْحَةِ عَاتِقِ

رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَدْ أَثَرَتْ بِهَا حَاشِيَةُ الْبُرْدِ مِنْ شِدَّةِ جَبَذَتِهِ ، ثُمَّ

قَالَ: يَا مُحَمَّدُ! مَرَّ لِي مِنْ مَالِ اللَّهِ الَّذِي عِنْدَكَ ، فَالْتَفَتَ إِلَيْهِ

رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ثُمَّ ضَحِكَ ثُمَّ أَمَرَ لَهُ بِعَطَاءٍ .)) ❹

❶ مسند احمد: ۳۸۱/۲، رقم: ۸۹۵۲۔ شعیب ارناؤوط نے اسے ”صحیح“ کہا ہے۔ موطا امام مالک،

کتاب حسن الخلق، رقم: ۷۔

❷ سنن ابن ماجہ، کتاب النکاح، رقم: ۱۹۷۷۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ”صحیح“ کہا ہے۔

❸ صحیح بخاری، کتاب الأدب، رقم: ۶۰۳۸۔ صحیح مسلم، کتاب الفضائل، رقم: ۶۰۱۸۔

❹ صحیح بخاری، کتاب فرض الخمس، رقم: ۳۱۴۹۔ صحیح مسلم، کتاب الزکاة، رقم: ۲۴۳۹۔

”میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ چل رہا تھا، اور آپ پر گہری حاشیہ دار نجرانی چادر تھی۔ تب ایک دیہاتی سامنے آیا، اور اس نے آپ کی چادر بڑے زور سے کھینچی۔ جس کے نتیجے میں نبی رحمت ﷺ اس کے سینے کی طرف جھک گئے۔ یہاں تک کہ میں نے رسول کریم ﷺ کی گردن مبارک کے ایک طرف، چادر کے کنارے کو زور سے کھینچنے کے سبب، رگڑ کا نشان دیکھا۔ پھر دیہاتی نے کہا، اے محمد! آپ اللہ کے عطا کردہ مال میں سے مجھے بھی کچھ دیں۔ چنانچہ آپ نے اس کی طرف دیکھا، مسکرائے، اور اس کو کچھ عطا کرنے کو کہا۔“

حضور صادق المصدق ﷺ صاحب خلق عظیم پیغمبر نے اپنے خلق عظیم کا وہ عظیم الشان مظاہرہ کیا جس کی نظیر چشم فلک نے دیکھی اور نہ دیکھے گی۔ یہ حقیقت تسلیم کیے بغیر اختیار کو بھی کوئی چارہ نہیں ہے کہ سرورِ مرسلان ﷺ کے اعلیٰ اور اکمل کمالات، عمومی بعثت، تکمیل دین، دائمی رسالت اور افضلیت، رحمۃ للعالمین اور خلق عظیم ختم نبوت ہی کے ثمرات ہیں۔ بلاشبہ آپ کے ہونٹوں میں لطافت بھری تھی۔ شہد سے شیریں زبان، گفتگو تھی کہ گویا موتیوں کی لڑی، زبان اتنی شیریں اور شگفتہ کہ جس کی مثال نہیں ملتی۔

ہونٹوں کو بوقت گفتگو چومتی تھی شگفتگی

بات جو تھی وہ پھول تھی، پھول جو تھا وہ گلاب تھا

((وَأِنْ تَكَلَّمْ سَمَاءَ وَعَلَاهُ الْبِهَاءُ حَلُوا الْمَنْطِقَ لَانْذِرَ وَلَا هَزْرَ

كَانَ مَنْطِقَهُ خَزْرَاتٍ يَتَحَدَّرُونَ.)) ❶

”حضور ﷺ کے کلام میں لطافت بھری ہے، شیریں کلام، نچے تلے الفاظ گفتگو گویا موتیوں کی لڑی۔“

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

((مَا ضَرَبَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ شَيْئًا قَطُّ بِيَدِهِ وَلَا أَمْرًا، وَلَا

❶ مستدرک حاکم۔ امام حاکم نے اسے ”صحیح“ کہا ہے۔

خَادِمًا، إِلَّا أَنْ يُجَاهِدَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، وَمَا نَيْلَ مِنْهُ شَيْءٌ قَطُّ،
فَيَنْتَقِمَ مِنْ صَاحِبِهِ، إِلَّا أَنْ يُنْتَهَكَ شَيْءٌ مِّنْ مَّحَارِمِ اللَّهِ فَيَنْتَقِمَ
لِلَّهِ. ❶

”نبی کریم ﷺ نے نہ کسی جان دار چیز کو، نہ کسی عورت کو، اور نہ ہی کسی خادم کو اپنے ہاتھ کے ساتھ مارا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے، اور ایسا کبھی نہیں ہوا کہ کسی شخص سے آپ کو تکلیف پہنچی ہو اور آپ نے اس سے انتقام لیا ہو۔ لیکن جب حدود اللہ کو پامال کیا جاتا تو پھر آپ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے انتقام لیتے تھے۔“

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں:

”رسول اللہ ﷺ کے متعلق انجیل میں لکھا ہے کہ نہ تو فحش گو تھے، نہ فحش باتوں کو پسند فرماتے تھے، نہ بازاروں میں اونچی آواز سے باتیں کرتے تھے، اور نہ ہی برائی کا بدلہ برائی سے دیتے تھے بلکہ غنودہ گزر سے کام لینے والے تھے۔“ ❷

اور داؤد علیہ السلام نے بھی رسول اللہ ﷺ کا حسن مبارک بیان کرنے کے بعد آپ کے خلق عظیم کا ذکر فرمایا کہ، ”تیرے ہونٹوں میں لطافت بھری ہے۔“ (بحوالہ بائبل اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ص: ۱۵۳)

شیخ عبدالرؤف عثمان فرماتے ہیں:

”رسول اللہ ﷺ جیسے صورت کے اعتبار سے لوگوں میں سب سے زیادہ کامل ترین تھے، اسی طرح اخلاق کے اعتبار سے بھی لوگوں میں سب سے زیادہ کامل تھے۔“ ❸

❶ صحیح مسلم، کتاب الفضائل، رقم: ۳۰۵.

❷ مستدرک حاکم: ۶۱۳/۲۔ سنن ترمذی، کتاب البر والصلۃ، رقم: ۲۰۱۶۔ حاکم اور علامہ البانی نے اسے ”صحیح“ کہا ہے۔

❸ محبة الرسول بین الاتباع: ۳۲/۱.

نبی کریم ﷺ کی اخلاقی تعلیمات:

نبی کریم ﷺ کی اخلاقی تعلیمات کو تین حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے، جو درج ذیل ہیں۔

1- حقوق و فرائض:

ایک انسان پر دوسرے انسان کے متعلق جو فرائض عائد ہوتے ہیں۔ ادا کرنے والے کی نسبت سے انہیں فرائض اور جس کے متعلق وہ ادا کیے جائیں اس کی نسبت سے انہیں حقوق کہا جاتا ہے۔ انہی حقوق و فرائض کو ”حقوق العباد“ کے نام سے بھی موسوم کیا جاتا ہے۔

2- آداب:

رہنے سہنے، اٹھنے بیٹھے، چلنے پھرنے، بولنے چالنے، کھانے پینے، سونے جاگنے اور نہانے دھونے سے متعلق مفید اصول و ضوابط کو آداب کہا جاتا ہے، انہی آداب کی پابندی اور عدم پابندی سے انسان کے مہذب اور غیر مہذب ہونے کی نشان دہی ہوتی ہے۔

3- فضائل اخلاق و رذائل اخلاق:

انسان کے ذاتی کردار کی اچھائیوں کو فضائل اخلاق، اور برائیوں کو رذائل اخلاق کہا جاتا ہے۔ فضائل کو اپنانا ضروری ہوتا ہے اور رذائل سے بچنا ضروری ہوتا ہے۔

ذیل میں ان حقوق و فرائض، آداب اور فضائل و رذائل کی ایک مختصر سی فہرست پیش کی جا رہی ہے، تاکہ انسان وقتاً فوقتاً ان پر نظر ڈالتا رہے اور اس کی لوح ذہن و دماغ پر ان کا نقشہ اچھی طرح ثبت ہو جائے۔

حقوق و فرائض ایک نظر میں:

- (1) حقوق الوالدین، (ماں باپ کے حقوق)، (2) حقوق الاولاد (بال بچوں کے حقوق)
- (3) حقوق الزوجین (میاں بیوی کے حقوق)، (4) اہل قرابت کے حقوق (عزیز رشتہ دار، دوست و احباب اور سسرال وغیرہ کے حقوق)، (5) اساتذہ کے حقوق، (6) تلامذہ کے حقوق،
- (7) ہمسایہ کے حقوق، (8) یتیموں کے حقوق، (9) بیوہ کے حقوق، (10) حاجت مندوں کے حقوق،
- (11) غلاموں اور لونڈیوں کے حقوق، (12) خادموں اور ملازموں کے حقوق، (13)

مہمان کے حقوق، (14) عام مسلمانوں کے حقوق، (15) عام انسانوں کے حقوق (مسلم اور غیر مسلم) اور (16) جانوروں کے حقوق۔

آداب ایک نظر میں:

(1) طہارت کے آداب، (2) کھانے پینے کے آداب، (3) مجلس کے آداب، (4) ملاقات کے آداب، (5) گفتگو کے آداب، (6) باہر نکلنے اور چلنے پھرنے کے آداب، (7) سفر کے آداب، (8) سونے کے آداب، (9) لباس کے آداب، (10) خوشی کے آداب اور (11) غم و الم کے آداب۔

فضائل اخلاق ایک نظر میں:

(1) اتحاد و اتفاق، (2) احسان و سلوک، (3) اخوت و محبت، (4) استغناء و بے نیازی، (5) اعتدال و میانہ روی، (6) امانت و دیانت، (7) انصاف و عدل، (8) ایثار و کرم، (9) ایفاء عہد، (10) برائی کا بدلہ بھلائی، (11) بردباری و تحمل، (12) بہبود و فلاح، (13) تواضع و خاکساری، (14) حسن معاملہ، (15) حق گوئی و بیباکی، (16) حوصلہ مندی، (17) حیاء و شرم، (18) خشیتِ الہی، (19) خوش خلقی و خوش مزاجی، (20) رحم و ترحم، (21) رفق و الفت، (23) زہد و قناعت، (23) سادگی، (24) سخاوت و فیاضی، (25) شفقت و رأفت، (26) شیریں کلامی، (27) صبر و ثبات، (28) صدق و راستی (سچائی، زبان کی سچائی، دل کی سچائی، عمل کی سچائی)، (28) عفت و پاکبازی، (29) عفو و درگزر، (30) غریب پروری، (31) مساوات پسندی، (32) نرم خوئی، (33) ہمسایہ سے حسن سلوک، (34) یتیم نوازی، (35) خودداری و عزتِ نفس، (36) شجاعت و بہادری اور (37) استقامت۔

رذائل اخلاق ایک نظر میں:

(1) استہزاء و تمسخر (مذاق بازی)، (2) اسراف (حد سے بڑھ کر خرچ کرنا)، (3) افشائے راز، (4) اقتدار کی حرص، (5) بخل، (6) بددیانتی، (7) بدکاری، (8) بدگمانی، (9)

بدگوئی، (10) بغض و کینہ، (11) بہتان طرازی و افتراء پردازی، (12) بے حیائی، (13) بے صبری و تکلف پسندی، (14) تباہی و بربادی، (15) تہذیر (فضول خرچی)، (16) تجارت میں فسق و فجور، (17) تعصبِ جاہلی، (18) تفرقہ بازی، (19) جاسوسی، (20) جدل و بے جا بحث، (20) جھگڑے اور تنازعات، (22) جھوٹ، (23) جھوٹی گواہی، (24) چنچل خوری، (25) چوری، (26) حب دنیا، (27) حسد، (28) خوشامد و مداحی، (29) خیانت (آنکھ، دل اور عمل کی خیانت)، (30) دجل و دھوکہ، (31) دغا بازی، (32) دہشت گردی، (33) دورگی و دور خانپن، (34) ذخیرہ اندوزی، (35) رشوت، (36) رہبانیت، (37) ریاکاری، (38) زنا کاری، (39) زیادتی، (40) سودی خوری، (41) شراب خوری، (42) طعنہ زنی، (43) طمع و لالچ، (44) ظالم کونہ روکنا، (45) ظلم و ستم، (46) عریانیت، (47) عناد، (48) عورتوں سے مشابہت، اور عورتوں کا مردوں کی مشابہت اختیار کرنا، (49) عیب جوئی، (50) غاصبانہ قبضہ، (51) غدر و غداری، (52) غصہ و اشتعال بازی، (53) غلول (مال غنیمت کی تقسیم سے پہلے خفیہ طور پر اٹھالینا)، (54) غیض و غضب، (55) فحاشی و فحش گوئی، (56) فخر و غرور اور گھمنڈ، (57) کبر و تکبر، (58) گالی گلوچ، (59) قتل و عارت گری، (60) قطع تعلقی، (61) لعنت کرنا، (62) مال کی حرص، (63) نا انصافی، (64) ناپ تول میں کمی و بیشی، (65) نسل پرستی، (66) نفاقِ عملی، (67) نفرت و بیزاری، (68) وعدہ خلافی اور (69) ہوس و حرص۔



نبی کریم ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جمعین سے بہت محبت کیا کرتے تھے

نبی کریم ﷺ اپنے ساتھیوں سے بہت محبت کیا کرتے تھے، آپ ﷺ ان کے ساتھ تمام معاملات میں نرمی سے پیش آتے، اور آپ کی ہر لمحہ یہ کوشش ہوتی کہ ان پر کسی قسم کی کوئی مشقت نہ پڑ جائے، تمام امور میں آپ ان سے مشورہ بھی کیا کرتے تھے، اور ان کی ہدایت کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعائیں بھی مانگا کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے قیامت تک آنے والے تمام مسلمانوں کو یہ حکم دیا ہے کہ کوئی بھی میرے ساتھیوں کو برا بھلا مت کہے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((لَا تَسُبُّوا أَصْحَابِيْ ، فَوَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ لَوْ أَنْفَقَ أَحَدُكُمْ مِثْلَ
أُحُدٍ ذَهَبًا مَا بَلَغَ مَدَّ أَحَدِهِمْ وَلَا نَصِيْفَهُ .)) ❶

”میرے اصحاب کو گالی نہ دو۔ اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے!
تم میں کوئی ایک اگر احد پہاڑ کے برابر سونا بھی خرچ کرے تو وہ ان کے ایک مداور
نصف مد کے برابر نہیں ہو سکتا۔“

ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

”جس نے میرے صحابہ کو گالی دی، اس پر اللہ کی، اس کے فرشتوں کی اور تمام لوگوں

کی لعنت ہو۔“ ❷

❶ سنن ابی داؤد، کتاب السنۃ، رقم: ۴۶۵۸۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ”صحیح“ کہا ہے۔

❷ مجمع الزوائد: ۲۱/۱۰۔ السلسلۃ الصحیحۃ، رقم: ۲۳۴۰۔

آپ ﷺ نے انصاری صحابہ رضی اللہ عنہم سے محبت کا اظہار یوں فرمایا:

((الْأَنْصَارُ لَا يُجِبُهُمْ إِلَّا مُؤْمِنٌ، وَلَا يَبْغِضُهُمْ إِلَّا مُنَافِقٌ، فَمَنْ أَحَبَّهُمْ أَحَبَّهُ اللَّهُ، وَمَنْ أَبْغَضَهُمْ أَبْغَضَهُ اللَّهُ.))^①

”انصار سے مومن ہی محبت کرتا ہے، اور منافق ہی ان سے بغض رکھتا ہے۔ جو ان سے محبت کرے گا، اللہ اس کو اپنا محبوب بنا لے گا اور جو ان سے بغض و عداوت رکھے گا، وہ اللہ کا مبغوض (و دشمن) ہوگا۔“

ایک فرمان نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام یوں ہے:

((إِذَا ذُكِرَ أَصْحَابِي فَاْمْسِكُوا، وَإِذَا ذُكِرَ النَّجُومُ فَاْمْسِكُوا وَإِذَا ذُكِرَ الْقَدْرُ فَاْمْسِكُوا.))^②

”جب میرے صحابہ کا ذکر کیا جائے تو ٹھہر جاؤ، اور جب ستاروں کا ذکر کیا جائے تو ٹھہر جاؤ، اور جب تقدیر کا ذکر کیا جائے تب بھی ٹھہر جاؤ۔“

سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

”میرے بعد والے (خلفائے راشدین) کی بالالتزام اقتداء کرنا یعنی ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما کی۔“^③

ان دو صحابہ کے علاوہ آپ ﷺ کا ایک حکم چاروں خلفائے راشدین صحابہ رضی اللہ عنہم کے متعلق بھی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

”میری اور میرے ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت کو لازم پکڑو۔“^④

ایک روایت میں آپ ﷺ نے اپنے صحابہ کے زمانے کو سب سے بہتر زمانہ قرار دیا

① صحیح بخاری، کتاب مناقب الأنصار، رقم: ۳۷۸۳.

② السلسلة الصحيحة، رقم: ۳۴.

③ مسند حمیدی، رقم: ۴۴۹۔ مسند احمد: ۳۸۲/۵۔ شیخ شعیب نے اسے ”حسن لغیرہ“ قرار دیا ہے۔

④ سنن ابی ابوداؤد، کتاب السنة، رقم: ۴۶۰۷۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ”صحیح“ کہا ہے۔

ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

((خَيْرُ أُمَّتِي قَرْنِي ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ)) ❶

”میری امت کے سب سے بہتر لوگ میرے زمانے کے ہیں، پھر وہ جو ان کے

بعد ہوں گے اور پھر وہ جو ان کے بعد ہوں گے۔“

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((أَكْرَمُوا أَصْحَابِي فَأِنَّهُمْ خِيَارُهُمْ)) ❷

”میرے صحابہ کی تکریم کرو کیونکہ وہ لوگوں میں سب سے بہتر ہیں۔“

وہ عاصیوں کے بچاؤ و ماویٰ:

جو مسلمان عمل کے لحاظ سے ناقص ہیں آپ ﷺ نے ان کے لیے انتہائی نرم گوشہ اختیار فرمایا، گنہگاروں کے غم خوار آقا ﷺ نے انہیں اپنی مشقت کے آغوش میں لیا۔ ان کے لیے رو کر دعائیں فرمائیں:

((عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ: أَنَّ رَجُلًا عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ كَانَ اسْمُهُ عَبْدَ اللَّهِ، وَكَانَ يُلقَبُ حِمَارًا، وَكَانَ يَضْحَكُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ، وَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ قَدْ جَلَدَهُ فِي الشَّرَابِ، فَأَتَى بِهِ يَوْمًا فَأَمَرَ بِهِ فَجُلِدَ، قَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ: اللَّهُمَّ اَعْنُهُ، مَا أَكْثَرَ مَا يُؤْتَى بِهِ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: لَا تَلْعَنُوهُ، فَوَاللَّهِ مَا عَلِمْتُ، أَنَّهُ يُحِبُّ اللَّهُ وَرَسُولَهُ.)) ❸

”عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی کو نبی کریم ﷺ کے مبارک

❶ صحیح بخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ، رقم: ۳۶۵۔ صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، رقم: ۶۴۶۹۔

❷ مشکاة المصابیح، باب مناقب الصحابة ﷺ، رقم: ۶۰۱۲۔ مسند احمد: ۱/۲۶، رقم: ۱۷۷۔ شعیب ارناؤوط نے اسے ”صحیح“ کہا ہے۔

❸ صحیح بخاری، کتاب الحدود، رقم: ۶۷۸۔

زمانہ میں جس کا نام عبد اللہ اور لقب حمار تھا، اور جو رسول اللہ ﷺ کو ہنسایا کرتا تھا نبی کریم ﷺ نے اسے شراب پینے پر کوڑے لگوائے۔ ایک روز اسے آپ ﷺ کی خدمت میں لایا گیا۔ چنانچہ آپ ﷺ کے حکم سے اسے کوڑے مارے گئے تو لوگوں میں سے ایک نے کہا، اے اللہ! لعنت، اسے کتنی دفعہ لایا گیا ہے۔ پس نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اس پر لعنت نہ کرو میں تو یہ جانتا ہوں کہ یہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت رکھتا ہے۔“

بارگاہِ نبوی ﷺ کے تازیانے بھی.....:

رسول اللہ ﷺ کی اپنے محبانِ باوفا پر خاص عنایت ہے کہ اگر وہ بشری تقاضے سے کبھی ان سے کچھ خفا ہوئے تو وہ نگاہِ پاک کا ایسا تازیانہ ثابت ہوا کہ جس نے محبت کے مقام کو اللہ جل شانہ کی بارگاہ میں دو بالا کر دیا، اور اسے قرب کے مقام تک رسائی حاصل ہو گئی، کیونکہ اس بارگاہ کے اصول نرالے ہیں۔

ایک دن ایک صحابیہ رضی اللہ عنہا حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور آپ سے کچھ درخواست کی۔ آپ ﷺ کی زبانِ اقدس سے ایسے الفاظ نکلے کہ تیری عمر دراز نہ ہو۔ جس کو وہ عتاب سمجھی۔ مگر اسے کیا معلوم تھا کہ اس بارگاہ کے تازیانے تو ایسی عطائیں ہیں جن سے قربِ الہی میں اصفافہ ہوتا ہے۔

((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَتَّخِذُ عِنْدَكَ عَهْدًا لَّنْ تُخْلَفِنِيْهِ ، فَاِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ فَاَيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ اَذِيْتَهُ ، شَتَمْتَهُ ، جَلَدْتَهُ ، فَاَجْعَلْهَا لَهٗ صَلَاةً وَرَكَآةً وَقُرْبَةً ، تُقَرِّبُهُ بِهَا اِلَيْكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ .)) ❶

”ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے دعا کی۔ اے اللہ! میں تجھ سے عہد کرتا ہوں اور تو عہد کی ہرگز خلاف ورزی نہیں کرتا۔ سو میں جس مومن کو ایذا دوں، یا سب کروں یا اس کو سزا دوں تو اس کو اس کے لیے رحمت، پاکیزگی اور ایسا قرب بنا دے جس کے ساتھ وہ روز قیامت اللہ کے قریب ہو۔“

❶ صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ، رقم: ۲۶۰۱۔

نبی کریم ﷺ امت کے بہت زیادہ ہمدرد اور خیر خواہ تھے

محبین کے لیے رحمت کے پر بچھانے والے:

اللہ جل شانہ پر قربان جائیں جس نے اپنے حبیب ﷺ کو مومنین کے لیے اپنی رحمت و شفقت کے وسیع پر بچھانے کا حکم دیا ہے، تاکہ غموں سے نڈھال ماننے والوں کو ان رحمت کے پروں تلے کیف و سرور کی سوغات مل جائے۔ جن کے نیچے دنیا کی ہر پریشانی کی دوا اور دعا عطا ہو جائے اور جب کوئی اطاعت و محبت سے ان کی نیچے آئے تو گویا جنت نظیر سکون پالے۔

﴿وَ اخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿١١٥﴾﴾

(الشعراء: ۲۱۵)

”اور جو مومنین آپ کے پیروکار ہیں ان کے لیے اپنی رحمت کے پر بچھا لیجیے۔“

حضور ﷺ کا امت کے لیے مغموم ہونا:

امام الانبیاء علیہ السلام کو ہر وقت اپنی امت کی فکر لاحق رہتی تھی۔ آپ راتوں کو اٹھ اٹھ کر اپنی امت کی بخشش کے لیے دعائیں مانگا کرتے تھے۔ آپ کی خواہش تھی کہ آپ کی امت آتش جہنم سے بچ جائے اور جنت میں داخل ہو جائے۔ لہذا جب بھی لوگ دین اسلام سے اعراض کرتے تو آپ کو بہت دکھ ہوتا۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلَىٰ آثَارِهِمْ إِنْ لَمْ يُؤْمِنُوا بِهِذَا الْحَدِيثِ

﴿٦﴾﴾ (الكهف: ۶)

”پس اگر یہ لوگ اس بات پر ایمان نہ لائیں تو کیا تو ان کے پیچھے اس رنج میں جان ہلاک کر ڈالے گا۔“

اسی طرح ایک صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”میری اور لوگوں کی مثال ایسی ہے کہ کسی شخص نے (اندھیرے میں) آگ سلگائی، جب ارد گرد روشنی پھیل گئی تو پتنگے اور کیڑے مکوڑے جو آگ میں گرتے ہیں، آگ پر گرنے لگے، وہ شخص انہیں آگ سے روکنے لگا، لیکن وہ رکتے ہی نہیں تھے اور آگ میں گرتے پڑتے رہے۔ یہی مثال میری اور تم لوگوں کی ہے، میں تمہاری کمریں پکڑ کر کھینچ رہا ہوں، اور کہہ رہا ہوں کہ آگ سے بچو، اور ادھر آؤ، ادھر آؤ، لیکن تم لوگ ہو کہ مجھ پر غالب آئے جا رہے ہو اور آگ میں کود رہے ہو۔“

رسول اللہ ﷺ اپنی امت کے ہر فرد کے لیے بہت زیادہ مہربان تھے۔ جیسا کہ ایک روایت میں آپ ﷺ نے خود ارشاد فرمایا ہے:

”اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں مجھ محمد (ﷺ) کی جان ہے! زمین پر کوئی ایسا مومن نہیں کہ جس کے ساتھ سارے لوگوں سے زیادہ میں مہربان نہ ہوں۔“^①

امت کے لیے ایک مقبول دعا کا ایثار:

آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دنیا میں ایک مقبول دعا کا اختیار دیا گیا تھا کہ آپ جو چاہیں مانگ لیں، آپ کو عطا کر دیا جائے گا، مگر آپ کی اپنی امت سے محبت، شفقت اور رحم دلی دیکھئے کہ آپ ﷺ نے اس دعا کو بھی اپنی امت کی شفاعت کے لیے روک دیا اور اپنے لیے کچھ نہ مانگا۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”ہر نبی کے لیے ایک قبول ہونے والی دعا (عطا کی گئی) تھی، تو ہر نبی نے دعا مانگنے

① صحیح البخاری، کتاب الرقاق، رقم: ۶۴۸۳۔ صحیح مسلم، کتاب الفضائل، رقم: ۲۲۸۴۔

② صحیح مسلم، کتاب الفرائض، رقم: ۴۱۵۹۔

میں (دنیا کے اندر ہی) جلدی کر لی، اور میں نے اپنی دعا کو قیامت والے دن تک اپنی اُمت کی شفاعت کے لیے روک رکھا ہے، اور یہ ضرور ان شاء اللہ پوری ہونے والی ہے ہر اس مومن مسلمان کے لیے جو اس حال میں مرا کہ وہ اللہ کے ساتھ شرک نہ کرتا ہو۔“^①

امت کے لیے محبت:

چونکہ آپ ﷺ کی خواہش تھی کہ آپ کی امت کے سارے افراد اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے والے بن جائیں، اس لیے جب بھی آپ کو محسوس ہوتا کہ یہ حکم امت پر گراں گزرے گا، یا اس کا التزام امت کے لیے باعثِ مشقت ہوگا تو آپ اسے امت پر لازم نہ کرتے۔ جیسا کہ مسواک کے متعلق آپ ﷺ نے فرمایا:

((لَوْ لَا أَنْ أَشَقَّ عَلَى أُمَّتِي لَأَمَرْتُهُمْ بِالسَّوَاكِ عِنْدَ كُلِّ وُضُوءٍ))^②

”اگر مجھے یہ خدشہ نہ ہوتا کہ میں اپنی امت کو مشقت میں مبتلا کر دوں گا تو میں انہیں ہر نماز کے ساتھ مسواک کا حکم دے دیتا۔“

اسی طرح نمازِ عشاء کے وقت کے متعلق آپ ﷺ نے فرمایا:

”اگر مجھے یہ خدشہ نہ ہوتا کہ میں اپنی امت پر مشقت ڈال دوں گا تو میں انہیں نمازِ عشاء کو نصف رات تک یا رات کے ایک تہائی حصے تک مؤخر کرنے کا حکم دے

دیتا۔“^③

① صحیح مسلم، کتاب الایمان، رقم: ۴۹۱، ۴۹۸۔

② صحیح بخاری، کتاب مواقیب الصلاة، رقم: ۵۷۱۔ صحیح مسلم، کتاب المساجد، رقم: ۱۴۵۲۔

③ مشکوٰۃ المصابیح، رقم: ۶۱۱۔ سنن ترمذی، کتاب الصلوٰۃ، رقم: ۱۶۷۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ”صحیح“ کہا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے اپنی امت کے لیے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا بھی فرمائی تھی:

”اے اللہ! میری امت کو عمومی قحط سے ہلاک نہ کرنا“ اور یہ دعا بھی فرمائی کہ ”اے اللہ! ان پر کوئی ایسا دشمن مسلط نہ کرنا جو ان سب کو ہلاک کر دے“ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی یہ دونوں دعائیں قبول فرمائیں۔“^❶



❶ سنن ابی داؤد، کتاب الفتن والملاحم، رقم: ۴۲۵۲۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ”صحیح“ کہا ہے۔

باب نمبر 17

نبی کریم ﷺ قیام امن کے لیے آئے تھے

قیام امن اور نبی کریم ﷺ:

قیام امن کے لیے جو مساعی آج تک دیکھنے، سننے اور پڑھنے میں آئیں ہیں ان کی بنیاد لازمی طور پر کسی نہ کسی نظریے اور نظام کی مرہون منت ہے، نظریہ سے مراد وہ عقیدہ ہے جسے انسان صحیح اور حق سمجھ کر اپنے آپ کو اس کے تابع چلاتا ہے، اور نظام سے مراد وہ طریقہ کار ہے جس کے ذریعے کسی مقصد کو حاصل کیا جاسکے، انہیں دونوں چیزوں کے بگاڑ اور اصلاح پر جملہ اقوام عالم کا بگاڑ اور اصلاح موقوف ہے۔ جس کا نظریہ اور عقیدہ ہی غلط ہو وہ نظام کار خواہ کتنا ہی مستحکم اور معقول کیوں نہ رکھتا ہو، وہ کبھی صحیح نتیجہ پر نہیں پہنچ سکتا، اور جس کا نظریہ اور عقیدہ تو درست ہو، مگر نظام کار غلط یا ناہموار ہو تو وہ اس نتیجے کو اس طرح حاصل نہیں کر سکتا جس طرح صحیح عقیدہ اور نظریہ سے اسے حاصل کیا جاسکتا ہے۔

بہر حال نبی کریم ﷺ نے عالم انسانیت کو عقیدہ و نظریہ بھی وہ دیا جو عقل و فطرت کی رو سے بالکل صحیح و برحق ہے۔ اور نظام بھی وہ دیا جو ہر شعبہ ہائے زندگی میں نہایت معتدل، آسان، فطری اور کامیاب ہے۔

توحید کا صاف اور واضح عقیدہ:

قیام امن کے لیے نبی کریم ﷺ کا سب سے پہلا کارنامہ یہ ہے کہ آپ ﷺ نے انسانیت کو توحید خالص کا صاف اور واضح عقیدہ دیا جو انقلابی، معجز نما، قوت و زندگی سے لبریز، کا یا پلٹ دینے والا اور معبودانِ باطل کا تختہ الٹ دینے والا ایسا عقیدہ ہے کہ نہ انسانیت نے اس سے

پہلے کوئی ایسا عقیدہ پایا تھا، اور نہ قیامِ قیامت تک پاسکے گی۔ اس عقیدے کا مفہوم یہ ہے کہ یہ دنیا بلا حاکم و مالک کے یا کئی حاکموں کی مشترکہ ملکیت نہیں، بلکہ اس کا ایک ہی بادشاہ ہے، جو اس کا خالق و مالک، صانع اور حاکم و مدبّر ہے، خلق و امر کا اختیار اسی کو ہے۔

﴿الْآلَاءُ الْخَلْقِ وَالْأَمْوَالِ﴾ (الأعراف: ۵۴)

”یاد رکھو! اللہ ہی کیلئے خاص ہے خالق اور مالک ہونا۔“

اسی طرح یہ کائنات اپنی تخلیق و وجود میں اس اللہ کے ماتحت اور تابع فرمان ہے۔ جیسا کہ ارشادِ خداوندی ہے:

﴿وَلَهُ أَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ (آل عمران: ۸۳)

”حالانکہ تمام آسمانوں والے، اور زمین والے اللہ ہی کے فرمانبردار ہیں۔“

اس لیے ان تمام مخلوقات کو جو ارادہ و اختیار رکھتی ہیں اس (اللہ) کا فرمان بردار ہونا چاہیے۔ جیسا کہ ارشادِ الہی ہے:

﴿الَّاٰلِهَةُ الدِّيْنِ الْخَالِصُ﴾ (الزمر: ۳)

”خبردار! اللہ تعالیٰ ہی کے لیے خالص عبادت کرنا ہے۔“

وحدتِ انسانی کا تصور:

نبی کریم ﷺ نے قیامِ امن کے لیے دوسرا کارنامہ یہ سرانجام دیا کہ وحدتِ انسانی کا تصور قائم کیا۔ اس سے پہلے انسان قبائل و اقوام کے اونچے نیچے طبقات اور دائروں میں بٹا ہوا تھا، اور ان طبقات کا باہمی فرق ایسا اور اتنا تھا جتنا انسان و حیوان، آزاد و غلام اور عابد و معبود کا فرق ہو سکتا ہے، نیز آپ ﷺ سے پہلے وحدت و مساواتِ انسانی کا تصور خواب و خیال بن چکا تھا، رسول اللہ ﷺ نے صدیوں کی طویل خاموشی اور چھائے ہوئے اندھیرے میں یہ انقلابی، قلوب و اذہان کو جھنجھوڑ دینے والا، اور حالات کے رخ موڑ دینے والا اعلان فرمایا:

((اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ رَبَّكُمْ وَاٰحِدٌ، وَاِنَّ اَبَاكُمْ وَاٰحِدٌ، كُنْتُمْ مِنْ

آدَمَ، وَآدَمُ مِنْ تُرَابٍ۔ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اتْقَاكُمْ، وَلَيْسَ لِعَرَبِيٍّ عَلٰی اَعْجَمِيٍّ فَضْلٌ اِلَّا بِالتَّقْوٰی . ❶

”اے لوگو! تمہارا رب ایک اور تمہارا باپ ایک، تم سب آدم کے (بیٹے) ہو اور آدم مٹی سے (پیدا کیے گئے) تھے۔ تم میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے شریف وہ انسان ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے، اور کسی عربی کو کسی عجمی پر کوئی فضیلت نہیں، مگر تقویٰ ہی کے سبب سے۔“

یہ فرمان دو اعلانوں پر مشتمل ہے جو امن و سلامتی کے قیام کے لیے دوستوں کی حیثیت رکھتے ہیں (وحدة الرب، وحدة الأب) جن پر ہر جگہ اور ہر زمانہ میں امن و امان کی عمارت قائم ہوئی۔ اس طرح ایک انسان دوسرے انسان کا دو رشتوں سے بھائی ہوتا ہے ایک رشتہ جو بنیادی ہے وہ یہ کہ دونوں کا رب ایک ہے۔ دوسرا رشتہ وہ یہ کہ دونوں کے باپ (مورثِ اعلیٰ) ایک ہی ہیں۔ چنانچہ دین اسلام میں کوئی نسل کسی نسل پر اور کوئی قبیلہ کسی قبیلے پر فوقیت نہیں رکھتا، اصل معیارِ فضیلت تقویٰ ہے۔ ❷

جو فرد کے شوق و طلب، محنت و لیاقت اور جہاد و اجتہاد میں تفوق کا باعث بنتا ہے۔

انسان کی شرافت و عظمت کا اعلان:

نبی کریم ﷺ نے قیامِ امن کے لیے تیسرا کام یہ کیا کہ انسان کی شرافت و عظمت اور اس کے علوٰ منزلت کا اعلان کیا، تاکہ فتنہ و فساد میں اس کا خون ارزاں قیمت پر نہ بیے۔ آپ ﷺ سے پہلے انسان ذلت و نکبت کی پستی میں گر چکا تھا اور روئے زمین پر اس سے زیادہ ذلیل و حقیر کوئی چیز نہیں تھی۔ نبی کریم ﷺ نے انسانیت کو اس کی شرافت و عظمت واپس کی اور اس کا کھویا ہوا وقار و اعتبار بحال کیا، اور یہ اعلان کیا کہ انسان اس کائنات کا سب سے قیمتی وجود اور گرانقدر جوہر ہے، اور پوری دنیا میں اس سے زیادہ باعظمت اور محبت و حفاظت کی مستحق اور کوئی شے نہیں۔

❶ مسند احمد، ۴۱۱/۵، رقم: ۲۳۸۹۔ شیخ شعیب ارنؤط نے اس کی سند کو ”صحیح“ کہا ہے۔

❷ تہذیب و تمدن پر اسلام کے اثرات و احسانات، از سید ابوالحسن علی ندوی، ص: ۳۱، ۳۹۔

آپ ﷺ نے انسان کا درجہ اتنا بلند بیان کیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا نائب و خلیفہ قرار پایا۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا﴾ (البقرة: ۲۹)

”وہ اللہ جس نے تمہارے لیے زمین کی تمام چیزوں کو پیدا کیا۔“

جس کے لیے اس نے دنیا پیدا کی چنانچہ قرآن کریم نے انسان کو ”اشرف المخلوقات“ اور ”صدر کائنات“ بتایا۔ جیسا کہ ارشادِ الہی ہے:

﴿وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْوَجْدِ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنَاهُمْ مِّنَ

الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَىٰ كَثِيرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيلًا﴾ (بنی اسرائیل: ۷۰)

(بنی اسرائیل: ۷۰)

”یقیناً ہم نے اولادِ آدم کو بڑی عزت دی، اور انہیں خشکی اور تری کی سواریاں دیں، اور انہیں پاکیزہ چیزوں کی روزیاں دیں، اور انہیں بہت سی مخلوق پر فضیلت عطا فرمائی۔“

جب کہ نبی کریم ﷺ کی بعثت سے پہلے ایک ایک فرد کی مرضی پر ہزاروں انسانوں کی زندگیاں موقوف رہتی تھیں، کوئی بادشاہ اٹھتا اور ملکوں کے ملک، قوموں کی قومیں، کھیتوں کے کھیت اور آبادیوں کی آبادیاں پامال کرتا چلا جاتا، اور راج ہٹ یا سیاسی تفوق کی خاطر خشک و تر کو تہس نہس کر کے رکھ دیتا۔ آپ ﷺ نے آدم زادوں (انسانوں) پر رحم کرنے کو اللہ تعالیٰ کی رحمت کے نزول کی شرط ٹھہرایا ہے۔^①

عورت کی حیثیتِ عرفی کی بحالی:

نبی کریم ﷺ نے قیامِ امن کے لیے معاشرے کے ایک اہم جزء ”عورت“ کی حیثیتِ عرفی کی بحالی فرمائی، اور اجر و ثواب کے معاملہ میں مساوات مرد و زن کا تصور اجاگر کیا، جس سے وہ تمام تر فساد ختم ہو گئے جو عورت کے حوالہ سے مختلف قوموں، ملکوں، اور طبقات میں برپا تھے،

① سنن ابی داؤد، کتاب الأدب، رقم: ۴۹۴۱۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ”صحیح“ کہا ہے۔

آپ ﷺ نے عالم انسانیت کو ایسی تعلیمات عطا فرمائیں، جنہوں نے عورت کے وقار و اعتبار کی بحالی اور انسانی سماج میں اسے مناسب مقام دلانے کے سلسلے میں نہایت اہم کردار ادا کیا۔ قرآن کریم اور نبی کریم ﷺ کی تعلیمات پر ایک سرسری نظر بھی عورت کے بارے میں جاہلی نقطہ نظر اور اسلامی زاویہ نگاہ کے کھلے فرق کو سمجھنے کے لیے کافی ہے۔^①

آپ ﷺ نے عورتوں کو ملکیت و میراث، خرید و فروخت، شوہر سے علیحدگی اختیار کرنے (خلع) (اگر ضروری ہو) منگنی ختم کرنے (اگر وہ اس سے راضی نہ ہو) نیز عیدین، نماز جمعہ میں باجماعت میں شریک ہونے کا پورا پورا حق عطا کیا ہے۔ اور اس کے علاوہ متعدد حقوق بھی عطا کیے۔ یہ سب باتیں عورتوں میں ہمت، خودداری اور خود اعتمادی پیدا کرتی ہیں۔ اور جدید اصطلاح میں انہیں احساس کمتری سے دور رکھتی ہیں۔ انہی تعلیمات کے نتیجے میں نبی کریم ﷺ کے بعد سے عصر حاضر تک مشاہیر خواتین اسلام میں معلّمات، مربیات، مجاہدات، ادیب و مصنف، حافظات قرآن، احادیث کی روایات اور عبادت و زاہدات کی ایک بڑی تعداد نظر آتی ہے جو معیاری اور مثالی معاشرہ قائم کرنے اور قائم رکھنے میں اہم کردار کی حامل ہیں۔ جب کہ اسلام سے پہلے عورت کی یہ حیثیت عرفی کسی بھی نظریے، مذہب اور نظام میں نہیں پائی جاتی۔

دین و دنیا کا اجتماع:

قیام امن کے لیے نبی کریم ﷺ نے ایک کارنامہ یہ سرانجام دیا کہ انسانی زندگی میں دین و دنیا کا اجتماع پیدا کیا، دین جب کہ قدیم مذاہب اور خاص طور پر مسیحیت نے انسانی زندگی کو دو حصوں میں بانٹ رکھا تھا۔ جس میں ایک دین کے لیے اور دوسرا دنیا کے لیے مخصوص تھا، اسی طرح اس کرّہ ارضی کو بھی دو حصوں میں تقسیم کر دیا گیا تھا۔ ایک حصہ دینی لوگوں کا تھا، اور دوسرا دنیا داروں کا تھا۔ اور یہ دونوں حصے صرف الگ ہی نہ تھے بلکہ ان کے درمیان ایک بڑی خلیج حائل تھی، دونوں کے درمیان ایک آہنی دیوار کھڑی تھی، اور دونوں میں بچہ آزمائی اور رسّہ کشی جاری تھی کیونکہ ان کے کہنے کے مطابق انسان دو کشتیوں میں بیک وقت سوار نہیں ہو سکتا ہے، اور

① تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو: المرأة فی القرآن للاستاذ عباس محمود العقاد، ص: ۵۱-۵۷.

معاشی آسودگی اور خوشحالی دارِ آخرت اور خالق کائنات سے غفلت برتتے بغیر حاصل نہیں کی جاسکتی، اس طرح حکومت و سلطنت کو دینی و اخلاقی تعلیمات اور اللہ کے خوف سے الگ رکھ کر ہی باقی رکھا جاسکتا ہے۔ اور دوسری طرف مذہبی زندگی رہبانیت اور دنیا و مافیہا سے قطع تعلق کیے بغیر نہیں گذاری جاسکتی۔ پھر اس صورتِ حال کو مسیحی انتہا پسندوں نے اور ابتر کر دیا جو فطری بشریت کو روحانی تزکیہ اور قرب الہی کی راہ میں اسے بڑی آڑ اور رکاوٹ سمجھتے تھے۔ اور جنہوں نے اسے گمراہ کرنے اور سخت ترین احکام و ظالمانہ تعلیمات کے ذریعہ اسے سزا دینے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی تھی۔ انہوں نے دین کو ایسی وحشت ناک اور نفرت انگیز شکل میں پیش کیا تھا کہ جس سے اس کے ماننے والوں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے تھے۔ اس کے نتیجہ میں آخر کار دین کا حلقہ اثر بڑی طرح سمٹنے لگا۔ اور نفسانیت اور خواہش پرستی (اپنے وسیع معنوں میں) اپنے عروج پر پہنچ گئی، اور دنیا و متضاد پہلوؤں کے درمیان ڈولنے لگی پھر (دینی احساس کی کمزوری کے سبب) لادینیت اور عمومی اخلاقی انتشار کے عمیق گڑھے میں گرتی چلی گئی۔

نبی کریم ﷺ نے دین و دنیا کے مابین اس وسیع خلیج کو پاٹ دیا اور ان دونوں متحارب جماعتوں کو (جو ایک زمانہ سے ایک دوسرے سے برسرس پیکار، اور کھلی دشمنی، اور مسلسل نفرت کا شکار تھیں)، صلح و صفائی اور محبت کے ساتھ آپس میں ملا دیا، اور امن و اتحاد کے ساتھ جینا سکھایا۔ اپنے اس کارنامے کی روشنی میں نبی کریم ﷺ ”رسول وحدت“ اور بیک وقت ”بشیر و نذیر“ نظر آتے ہیں۔ آپ ﷺ نے نوع انسانی کو دو جنگ آزما محاذوں سے اٹھا کر ایمان و احتساب، انسان نوازی اور اللہ کی رضا جوئی کے محاذ پر لگا دیا۔ اور ہمیں یہ جامع اور وسیع المعنی دعا سکھادی۔

﴿رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿٢٠١﴾﴾

(البقرة: ۲۰۱)

”ہمارے پروردگار! ہم کو دنیا میں بھی نعمت عطا فرما، اور آخرت میں بھی نعمت بخش، اور دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھ۔“

اس طرح نبی کریم ﷺ نے دین و دنیا کی علیحدگی کے نظریہ کو حرف غلط بنا کر پوری زندگی کو عبادت اور ساری روئے زمین کو سجدہ گاہ بنا دیا، اور انسان کو متحارب و متصادم چھاؤنیوں سے نکال کر ایک متحد محاذ پر لاکھڑا کیا، جہاں کے بادشاہ آپ کو فقیروں کی گڈری میں، عابد و زاہد اور ملوک و امراء کی پوشاک میں نظر آئیں گے، جو حلم و برداشت کے پہاڑ، علم و حکمت کے سرچشمے، رات کے عبادت گزار اور دن کے شہسوار ہوں گے اور ان کی شخصیت میں کوئی تضاد اور بے اعتدالی نظر نہ آئے گی۔ ❶

حدود اور تعزیری قوانین کا نفاذ:

نبی کریم ﷺ نے امن کے قیام کے لیے ایک کارنامہ یہ سرانجام دیا کہ حدود و تعزیرات کا نفاذ فرمایا جو کہ انسان کی اجتماعی زندگی کو پورے امن و عافیت اور سکون و قرار کے ساتھ بسر کرنے کا ایک انتہائی اہم وسیلہ ہے، ان کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ سوسائٹی میں برائیاں رواج نہ پائیں، بد چلنی روکی جائے اور معاشرے میں بد نظمی و بے راہ روی پیدا نہ ہونے پائے، یہی وجہ ہے کہ ان برائیوں اور جرائم کی سزا سخت رکھی گئی جن کا بُرا اثر نہ صرف اصل مجرم ہی تک محدود رہتا ہو، بلکہ اس سے پورے سماج اور معاشرے کی فضا متاثر ہوتی ہو، اور دوسرے بے شمار انسانوں میں دیکھا دیکھی معصیت کے رجحانات اور جذبات پیدا ہوتے ہوں، حتیٰ کہ رفتہ رفتہ اس کثرت سے یہ جرائم ہونے لگیں کہ ان کی اصلاح اور روک تھام دشوار ہو جائے۔ پس اس وقت تک کوئی نظام امن و امان کا نظام نہیں کہلا سکتا جب تک اس طرح کے جرائم کے سدباب کے لیے معمولی سزاؤں اور محض ترغیب و ترہیب پر اکتفا کیا جائے گا، بلکہ اس کے لیے عین مصلحت اندیشی اور حکمت عملی یہ ہے کہ جب کوئی شخص کسی ایسے جرم کا ارتکاب کرے، جو نظام امن کے لیے کسی طرح مہلک ثابت ہوتا ہو، تو اسے ایسی سخت اور عبرتناک سزا دی جائے جس سے نہ صرف وہ اس کے دوبارہ کرنے سے باز آجائے، بلکہ وہ تمام لوگ بھی جو اس جرم کی طرف کوئی طبعی میلان رکھتے ہوں لرز جائیں، اور ارتکابِ جرم کی ہمت و جرأت نہ کر سکیں۔ اسلامی حدود و تعزیرات میں

❶ تہذیب و تمدن پر اسلام کے احسانات و اثرات، ص: ۸۷، ۱۰۰۔

اسی اصل الاصول کو پیش نظر رکھ کر بعض جرائم کے لیے سخت سزائیں رکھی گئی ہیں۔ چنانچہ ان میں سے چند ایک مثال کے طور پر درج ذیل ہیں تاکہ اس بات کی پوری وضاحت ہو جائے کہ ان! خطرناک جرائم کی سزائیں کسی ظالمانہ اصول پر مبنی نہیں، بلکہ انتہائی عادلانہ حکمت اور مصالحِ اُمن کے عین مطابق ہیں۔

زنا:

جب انسان اپنی حیوانیت سے مغلوب ہو کر اس ممنوع فعل کی طرف اقدام کرتا ہے تو بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ صنف نازک کا ایک ہی فرد بہت سے انسانوں کی خواہش نفس کا مرکز بن جاتا ہے، اور ہر شخص اس سے اپنی آتشِ نفس بجھانے کا متمنی ہوتا ہے۔ اس کا لازمی نتیجہ انساب میں اشتباہ، ہتکِ عزت، حقوق کی پامالی اور کبھی کبھی خون ریزی اور باہمی جنگ و پیکار بھی ہوتا ہے۔ اس لیے اجماعی نقطہ نظر سے غور کیا جائے تو ماننا پڑتا ہے کہ یہ جرم ان جرائم میں سے ایک ہے جن کی مضرتیں انسانی تمدن اور نظامِ اُمن پر حملہ آور ہو کر تہذیب و معاشرت کی متاع کو تاراج کر ڈالتی ہیں۔ چنانچہ اس کے لیے شریعتِ اسلامیہ نے سزا بھی سخت رکھی ہے کہ اس کا مرتکب اگر شادی شدہ ہے تو اسے سنگسار کیا جائے اور اگر غیر شادی شدہ ہے تو اسے 100 کوڑے لگائے جائیں۔

قذف:

کسی شریف مرد یا عورت پر زنا کی تہمت اور جھوٹا الزام لگانا، صرف اسی کے لیے رسوائی اور اذیت کا باعث نہیں ہوتا، بلکہ اس سے خاندانی عداوت کا شاخسانہ اُٹھ کھڑا ہوتا ہے، اور انتقامی جذبے کی آگ بھڑک کر جنگ و جدل کی نوبت آ جاتی ہے۔ اس کے علاوہ زوجین کے ازدواجی تعلقات بھی ایک بے بنیاد شبہ کی بنا پر ناخوش گوار ہو جاتے ہیں اور اُمن و امان کی صورتِ حال تہہ و بالا ہو جاتی ہے۔ لہذا اس کے مرتکب کو شریعتِ اسلامیہ نے کوڑے لگانے کا حکم صادر فرمایا ہے۔

چوری:

انسان جب کسبِ معیشت کا کوئی صحیح ذریعہ نہ پا کر اور کفافِ زندگی کا کوئی سہارا باقی نہ دیکھ

کر چوری کو ذریعہ معاش بناتا ہے تو نہ صرف اپنے لیے، بلکہ بہت سے دوسرے انسانوں کے لیے بھی ہلاکت و تباہی کا پیش خیمہ ہوتا ہے۔ چنانچہ اس کے لیے شریعت اسلامیہ نے سزا بھی سخت ترین تجویز کی ہے کہ ایسے جرم کے مرتکب کا ہاتھ کاٹ دیا جائے۔

رہنری و قزاقی:

تمدنی زندگی پر حملہ کرنے والے جرائم میں قزاقی ایک بڑا جرم اور بدترین معصیت ہے۔ ڈاکوؤں کی اچانک اور ظالمانہ حرکتوں سے امن عامہ بالکل تباہ ہو جاتا ہے، اور کوئی شخص بھی جان و مال اور عصمت کو محفوظ نہیں پاتا، اور ان کی حفاظت کی فوری تدبیر سے بالکل قاصر و مجبور محض ہوتا ہے۔ لہذا اس جرم کے مرتکبین کے لیے شریعت اسلامیہ نے جلا وطنی و قتل کی سزا رکھی ہے۔

شراب نوشی:

عقل انسان کا ایک ماہ الامتیاز جو ہر ہے جو اخروی فوز و فلاح اور دنیوی کامیابیوں کا ذریعہ ہے، اسی کی بدولت وہ خیر و شر اور صحیح و غلط میں فرق و تمیز کرتا ہے، جبکہ شراب نوشی انسانیت کے اس امتیازی جوہر کو معطل و بے کار اور تعقل و تفکر سے محروم کر دیتی ہے، جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ شرابی سے عالمِ بد مستی و مدہوشی میں وہ وہ حرکتیں سرزد ہوتی ہیں جو انسانیت کے لیے ننگ و عار اور امن اجتماعی کے لیے مفسدہ عظیم بن جاتی ہیں۔ چنانچہ ایسے جرم کا ارتکاب کرنے والوں کے لیے شریعت اسلامیہ نے کوڑے کی سزا متعین کی ہے۔

جرائم کی مذکورہ بالا مثالیں ان بدترین جرائم میں سے چند ہیں، جن کے مہلک جراثیم نظامِ امن و امان کو تباہ و برباد کر ڈالتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ”دینِ امن“ اور پیغمبرِ امن ﷺ نے ان جرائم کی سزا مقرر کرتے وقت صرف زجر و توبیخ پر اکتفا نہ کیا، بلکہ ہر جرم کی تباہ کاریوں کی نوعیت کو ملحوظ رکھ کر سزائیں متعین کیں، چنانچہ جو جرم نظامِ امن کی بربادی کے لیے جس قدر زیادہ تباہ کن تھا اس کی سزا بھی اسی قدر سخت و عبرتناک مقرر کی گئی۔ اور پھر نبی کریم ﷺ کا حکیمانہ اسلوب و انداز یہ ہے کہ برائی اور جرم کے خاتمہ کے لیے اس کے اسباب و عوامل کو بھی ختم کر دینے کا حکم دیا ہے۔ زنا اور بدکاری سے ہی منع نہیں فرمایا بلکہ غیر محرم کو دیکھنے، تنہائی میں اس کے

ساتھ بیٹھے، سفر کرنے، نرم لہجے میں بات کرنے، بناؤ سنگار اور زیب و زینت اختیار کر کے باہر جانے اور منک منک کر چلنے سے بھی منع فرمایا۔ شراب نوشی سے منع فرمایا تو اوائل میں ان برتنوں کے استعمال سے بھی روک دیا گیا، جن میں یہ تیار کی جاتی تھی۔ قتل ناحق سے ہی نہیں روکا، بلکہ قتل پر اعانت، اشارہ قتل، سرعام ننگی تلواروں اور اسلحہ کی نمائش سے بھی سختی سے ممانعت فرمائی۔ اختلاف و انتشار اور قطع تعلقی و لڑائی جھگڑے سے ہی منع نہیں فرمایا، بلکہ گالی گلوچ، طعن و ملامت، تنازع بالالقباب، بغض و حسد اور عناد و عنیض و غضب سے بھی روک دیا جو عموماً لڑائی جھگڑے اور اختلاف و قطع تعلقی کا سبب بنتے ہیں۔ تاکہ، نہ رہے بانس نہ بچے بانسری۔

نبی کریم ﷺ کی جنگی پالیسی:

محسن انسانیت نبی کریم ﷺ کی جنگی پالیسی کا اساسی کلیہ یہ تھا کہ مخالف عنصر کا خون بہانے کی بجائے اسے بے بس کر دیا جائے، تا آنکہ یا تو وہ تعاون کرے یا مزاحمت چھوڑ دے، چنانچہ حضور ﷺ کی حیات طیبہ کے ابواب کو جن محققین و مفکرین نے ہمارے سامنے بے نقاب کیا ہے ان میں ارض ہندو پاک کے ایک مایہ ناز فرزند ڈاکٹر حمید اللہ صدیقی ہیں موصوف نے سرور عالم ﷺ کی جنگی پالیسی کو یوں بیان کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

”اصل میں آنحضرت ﷺ نے دشمن کو نیست و نابود کرنے کے بجائے مجبور کرنا

پسند فرمایا۔“^①

دوسری جگہ لکھتے ہیں:

”آنحضرت ﷺ کی سیاست قریش کو تباہ و نابود کرنے پر نہیں، بلکہ بالکل محفوظ رکھ

کر بے بس اور مغلوب کر دینے پر مشتمل تھی۔“^②

اپنے اس نظریہ کو فاضل محقق نے حضور ﷺ کی اختیار کردہ تدابیر کی تفصیل دے کر اور

سلسلہ واقعات پر تبصرہ کر کے بڑی خوبی سے ثابت کیا ہے۔^③

① عہد نبوی ﷺ کے میدان ہائے جنگ، ص: ۲۴۔ ② عہد نبوی ﷺ میں نظام حکمرانی، ص: ۲۴۰۔

③ محسن انسانیت، ص: ۳۸۷۔

دراصل پیغمبر ﷺ کو اگرچہ چاروناچار میدانِ کارزار میں اترنا پڑا، کیونکہ شہادت گہ الفت کے باہر سے کوئی راہ نصب العین کی طرف نہ جاتی تھی، لیکن آپ ﷺ زمین کے ٹکڑوں کے بجائے روحوں کو فتح کرنا چاہتے تھے، آپ ﷺ تلوار کے زور سے بدنوں کو مطیع بنانے کے بجائے دلیل سے دماغوں کو، اور اخلاق سے دلوں کو مسخر کرنا چاہتے تھے۔ آپ ﷺ کا اصل معرکہ رائے عامہ کے میدان میں تھا، اور اس میدان میں حریفوں نے زک اٹھائی اور تیزی سے بازی ہارتے چلے گئے۔ جنگی کارروائی اس تصادم کا بہت چھوٹا جزء ہے جو پیغمبر ﷺ کو امن دشمنوں سے پیش آیا۔

دیکھیے کہ غزوہٴ خیبر کی مہم کے دوران میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ نے علم خاص عنایت فرماتے ہوئے کیا تاکید کی تھی؟ فرمایا: اے علی! اگر تمہارے ذریعے سے ایک شخص کو بھی ہدایت مل گئی تو یہ تمہارے لیے سب سے بڑی نعمت ہوگی۔^①

یعنی اصل مقصود دشمن کا جانی نقصان اور خونریزی نہیں ہے، بلکہ فوقیت اسی بات کو ہے کہ زیادہ سے زیادہ افراد کے دل و دماغ میں تبدیلی واقع ہو اور وہ نظامِ امن کو قبول کر لیں، یہ نمایاں جنگی انداز ہم نے محض بطور نمونہ پیش کیا ہے، ورنہ ایسے شواہد کی کمی نہیں جن سے نبی کریم ﷺ کا بنیادی نقطہٴ نظر سامنے آجاتا ہے۔ جنگ جوئی اور خونریزی کرنے والے لوگ مغلوب الغضب اور جلد باز ہوتے ہیں، بخلاف اس کے ہم آپ ﷺ کو ٹھنڈے عزم اور عالی حوصلے سے آراستہ پاتے ہیں، اور آپ ﷺ کی جنگی پالیسی میں قوت کے استعمال کے بجائے حکمت و دانشمندی کام کرتی دکھائی دیتی ہے۔ حکمت و دانشمندی کا اس سے بڑا ثبوت اور کیا ہوگا کہ حضور ﷺ مدینہ میں جاتے ہی مختلف عناصر کو مرکب کر کے اسلامی سلطنت کی بنیاد رکھ دیتے ہیں، کسی انقلابی نظریے پر بغیر ایک قطرہٴ خون بہائے نظامِ ریاست کو یوں استوار کر دینے کی مثال تاریخ کے اوراق میں ملنا ناممکن ہے۔ صحیح معنوں میں غیر خونی (Blood Less) انقلاب ہمیں یہی ایک ملتا ہے، جس کی بنیادوں میں انسانی خون کا ایک قطرہ نہ گرا، اور جس کی نیو کے پتھروں

① صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب غزوة خیبر۔

میں کسی ایک فرزندِ آدم کا لاشہ شامل نہیں، یہ محیر العقول واقعہ خود نبی کریم ﷺ کی مخصوص شان کا ترجمان ہے۔

نبی کریم ﷺ کی جنگوں میں جانی نقصانات کے اعداد و شمار:

نبی کریم ﷺ کی دس سالہ جنگی کارروائیوں کی یہ خاص نوعیت جانی نقصان کے اعداد و شمار سامنے رکھنے سے بخوبی واضح ہو جاتی ہے۔ ماننا پڑتا ہے کہ آپ ﷺ نے ”کم سے کم خونریزی“ کا ارادہ و اصول سامنے رکھا، اور بہت قلیل جانی نقصان کے ساتھ دس لاکھ مربع میل رقبہ کی سلطنت قائم کر دکھائی۔ آپ کی جنگی کارروائیوں میں طرفین سے کام آنے والے افراد کی تعداد درج ذیل ہے:

نام غزوہ یا سریہ	مسلمانوں کا نقصان	دشمن کا نقصان
	شہید	مقتول
۱ غزوہ بدر	۲۲	۷۰
۲ غزوہ احد	۷۰	۳۰
۳ غزوہ احزاب	۶	۱۰
۴ غزوہ خیبر	۱۸	۹۳
۵ سریہ موتہ	۱۲	نامعلوم
۶ غزوہ فتح مکہ	۲	۱۲
۷ غزوہ حنین و طائف	۶	۷۱
کل تعداد	۱۳۶	۲۸۶

سات غزوات و سرایا میں دونوں طرف سے کام آنے والے افراد کی کل تعداد ۴۲۲ ہے۔ عام طور پر مؤرخین اور سیرت نگاروں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات و سرایا کی تعداد ۸۲ لکھی ہے جو کہ درست نہیں۔ غزوات کی تعداد صرف سات ہے، البتہ حیاتِ طیبہ کی تمام چھوٹی

بڑی کارروائیوں اور نقل و حرکت کی تعداد ۸۲ ہے جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:

تعداد مقتولین دشمن	شہدا کی تعداد	کارروائیوں کی تعداد	کارروائیوں کا مقصد	
-	-	۵	تبلیغ اسلام اور تکمیل معاہدات	۱
-	-	۳	بت شکنی کی مہمات	۲
۱۲	۱۹	۱۰	دشمن کی طرف سے ڈاکہ زنی کے بعد مسلمانوں کا تعاقب	۳
۵	-	۵	ذاتی نوعیت کے واقعات قتل	۴
۱۲۷	-	۶	غلط فہمی کی بنا پر پیش آنے والے تصادم	۵
۱۱	۷۳	۳۸	سرحدوں کی حفاظت کے لیے کی گئی کارروائیاں	۶
۴۱۰	۸۲	۸	دشمن کی طرف سے دھوکہ دہی اور بغاوت کے واقعات	۷
۲۸۶	۱۳۶	۷	جنگیں (غزوات و سرایا)	۸
۸۵۱	۳۱۰	۸۲	کل تعداد	

۸۲ کارروائیوں میں دونوں طرف سے کام آنے والے افراد کی کل تعداد رحمۃ اللعالمین ج

۲، باب غزوات و سرایا اور الرحیق المنخوم، ص: ۴۲۴، ۴۹۵ پر ۱۱۶۱ ہے۔

۸۲ کارروائیوں میں کام آنے والے افراد کی یہ میسر العقول تعداد اس زمانے کی ہے جس

زمانے میں انتقام در انتقام کی شکل میں ہونے والی طویل جنگوں میں لاکھوں انسانوں کی ہلاکت ایک معمولی بات سمجھی جاتی تھی۔

اَمِنْ پَسِنْد ”مہذبوں“ کی اَمِنْ پَسِنْدی:

آئیے ایک نظر آج کے نام نہاد مہذب، داعیان تہذیب اور اَمِنْ پَسِنْد یورپ کی رزم

آرائیوں پر ڈالیں، اور دیکھیں کہ کس کی تلوار عالم انسانیت کی دشمن اور خون کی پیاسی ہے؟ اور کون انسانیت کا دشمن ہے؟

1- اٹھارہویں صدی عیسوی میں امریکی سفید فام نوآباد کاروں نے اپنی ”نئی دنیا“ آباد کرنے کے لیے ستر لاکھ ریڈ انڈینز کا قتل عام کیا۔ براعظم افریقہ کے سیاہ فام باشندوں کو جانوروں کی طرح پکڑ پکڑ کر اپنا غلام بنایا، جہازوں میں جانوروں کی طرح لاد لاد کر امریکہ لائے اور ان کی باقاعدہ خرید و فروخت کی۔ ان سیاہ فام باشندوں کی نسل آج تک امریکہ میں سفید فاموں کے برابر حقوق حاصل نہیں کر سکی۔ جب بھی سیاہ فام انسانوں نے امریکی دستور میں لکھے گئے، ”انسانی حقوق“ کا مطالبہ کیا، انہیں نہایت بے رحمی سے پھیل دیا گیا۔^①

2- ۱۸۹۰ء میں جنوبی ڈکوٹا اور ارجنٹائن پر امریکہ نے حملہ کیا۔ ۱۸۹۱ء میں چلی پر حملہ کیا، ۱۸۹۲ء میں اوہاؤ پر، ۱۸۹۳ء میں ہوائی پر حملہ کر کے آزاد ریاست کا خاتمہ کیا، ۱۸۹۴ء میں کوریا پر ۱۸۹۵ء میں پانامہ پر، ۱۸۹۶ء میں نکاراگوا پر حملہ کیا، ۱۸۹۸ء میں فلپائن پر حملہ کیا، یہ جنگ ۱۹۱۰ء تک یعنی بارہ سال تک جاری رہی جس میں چھ لاکھ فلپائنی مارے گئے۔

3- ۱۹۱۲ء میں کیوبا پر حملہ کیا، ۱۹۱۳ء میں میکسیکو پر، ۱۹۱۴ء میں ہیٹی پر، ۱۸، ۱۹۱۷ء میں جنگ عظیم اول میں شرکت کی، ۱۹۱۹ء میں ہونڈورس پر حملہ کیا، ۱۹۲۰ء میں گوئٹے مالا پر حملہ کیا، ۱۹۲۱ء میں مغربی ورجینیا پر حملہ کیا۔

4- ۱۹۴۱-۴۵ء کی جنگ عظیم دوم، جس میں چار کروڑ انسان لقمہ اجل بنے، صرف امریکہ بہادر نے اس جنگ میں تین کھرب ۶۰ ارب ڈالر خرچ کئے۔ ایک کروڑ ساٹھ لاکھ امریکی

① امریکی سیاہ فام محمد علی کھلے، اسلام قبول کرنے کا واقعہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: میں ۱۹۶۰ میں اٹلی کے شہر روم سے ایک مقابلہ جیت کر امریکہ واپس آیا تو ایک ہیرو کی طرح میرا استقبال کیا گیا۔ ایک روز میں ایسے ہوٹل میں چلا گیا جو گوروں کے لیے مختص تھا، جونہی میں ایک میز پر بیٹھا، ہوٹل کی خاتون مینیجر نے مجھے بڑی درستی سے حکم دیا: ”ہوٹل سے باہر چلے جاؤ، یہاں کسی سیاہ فام کو داخل ہونے کی اجازت نہیں ہے۔“ میں نے بتایا: ”میں روم میں اولمپک مقابلوں میں جیت کر آیا ہوں اور سونے کا تمغہ حاصل کیا ہے، لیکن اس خاتون نے ایک نہ سنی اور حقارت کے ساتھ زبردستی مجھے ہوٹل سے نکال دیا۔“ (ہم مسلمان کیوں ہوئے، از عبدالغنی فاروق، ص: ۲۵۶)

فوجیوں نے اس میں حصہ لیا، ہیروشیما اور ناگاساکی پر ایٹم بم گرانے کا فیصلہ کرنے والوں میں حقوق انسانی کے علمبردار امریکا کا صدر ”ٹرومین“ اور ”مہذب“ برطانیہ کا وزیر اعظم ”سر“ ولسٹن چرچل بھی شامل تھے۔

5- ۱۹۴۳ء میں ڈیٹوریت میں سیاہ فاموں کی بغاوت کچلنے کے لیے امریکہ نے فوجی ایکشن کیا۔ یونان کی خانہ جنگی (۴۹-۱۹۴۷) میں کمانڈو آپریشن کیا، ۱۹۵۰ء میں پورٹو ایکو پر حملہ کیا، ۱۹۵۳ء میں فوجی آپریشن کے ذریعہ ایران کی حکومت بدلی، ۱۹۵۴ء میں گوسٹے مالا پر بمباری کی۔

6- ۱۹۶۰ء تا ۱۹۷۵ء امریکہ نے مسلسل پندرہ سال تک ویت نام پر جنگ مسلط کئے رکھی، جس میں دس لاکھ انسان ہلاک ہوئے۔

7- ۱۹۶۵ء میں امریکہ نے انڈونیشیا کے آمر صدر سہارتو کو بائیں بازو کے دس لاکھ افراد کو قتل کرنے کے لیے مدد فراہم کی۔

8- ۱۹۶۹ء سے ۱۹۷۵ء تک (چھ سال) کمبوڈیا سے جنگ کی، جس میں ۲۰ لاکھ انسانوں کا قتل عام ہوا۔

9- ۱۹۷۱-۷۳ء میں لاؤس پر بمباری کی، ۱۹۷۳ء میں جنوبی ڈیکوٹا میں فوجی آپریشن کیا، ۱۹۷۳ء میں ”چلی“ میں فوجی آپریشن کے ذریعہ حکومت تبدیل کی، ۱۹۷۶، ۱۹۷۶ء میں انگولا میں جنوبی افریقہ کی حمایت سے ہونے والی بغاوت میں باغیوں کو مدد فراہم کی۔ ۱۹۸۱-۹۰ء میں ”نکاراگوا“ میں فوجی آپریشن کیا، ۱۹۸۲، ۸۲ء میں لبنان کے مسلم علاقوں پر بمباری کی، ۱۹۸۴ء میں خلیج فارس میں دو ایرانی طیارے تباہ کئے۔ ۱۹۸۶ء میں حکومت تبدیل کرنے کے لیے لیبیا پر حملہ کیا۔

10- ۱۹۷۹ء میں عراق نے امریکہ کے فوجی تعاون سے ایران پر حملہ کیا، یہ جنگ مسلسل آٹھ سال تک جاری رہی، جس میں دونوں طرف سے لاکھوں انسان لقمہ اجل بنے۔

11- ۱۹۸۹ء میں فلپائن میں فوجی بغاوت ہوئی۔ امریکہ نے بغاوت کچلنے کے لیے فلپائن کو فضائی مدد مہیا کی۔ ۱۹۸۹ء میں ہی فوجی آپریشن کے ذریعہ پانامہ میں حکومت تبدیل کی،

جس میں ۲ ہزار افراد ہلاک ہوئے۔

12- ۱۹۸۹ء میں الجزائر میں اسلامی انقلاب لایا گیا، لیکن فرنیٹیشن میں بھاری اکثریت سے جیتی، جو ملک میں اسلامی انقلاب لانا چاہتی تھی، اسلامی انقلاب کو روکنے کے لیے امریکہ کی مدد سے فوجی آپریشن کیا گیا، جس میں ۸۰ ہزار افراد قتل ہوئے۔

13- ۱۹۹۰ء میں عراق کو کویت پر حملہ کرنے کی ترغیب دلائی، اور ۱۹۹۱ء میں ”ڈیزرٹ سٹارم آپریشن“ کی صورت میں خود عراق پر حملہ کر دیا، جس میں ہزاروں عراقی ہلاک ہوئے۔

14- ۱۹۹۲ء میں بیٹی کی حکومت بدلنے کے لیے فوجی آپریشن کیا۔ ۱۹۹۶ء میں عراق پر حملہ کیا، اور فوجی اہمیت کے ۲۷ ٹھکانوں پر مزائل پھینکے۔ ۱۹۹۸ء میں سوڈان کی دواساز کمپنی پر میز سے ۱۹۹۸ء میں عراق پر پھر مسلسل چار دن تک میزائلوں سے بمباری کی۔

15- ۱۹۹۰ء میں دنیا کی سب سے بڑی اسلامی مملکت انڈونیشیا میں بغاوت کروائی، عیسائیوں کو مدد فراہم کی، لاکھوں مسلمانوں کا قتل عام کیا، بالآخر مشرقی تیمور کی صورت میں ایک عیسائی ریاست قائم کی۔^①

16- سوویت یونین کے جاہلانہ تسلط سے نجات حاصل کرنے کے لیے دس لاکھ شہداء کی قربانیاں دینے والے زخموں سے نڈھال، نسبتے افغانستان پر ۲۰۰۱ء میں طیاروں اور میزائلوں سے شدید بمباری کی، جس کے نتیجے میں ۲۵ ہزار بے گناہ شہری شہید ہوئے، ۷ ہزار افراد کو گرفتار کیا گیا اور طالبان کی جگہ شمالی اتحاد کی کھپتی حکومت قائم کی۔

17- عراق میں تباہ کن ہتھیاروں کا بہانہ بنا کر ۲۰ مارچ ۲۰۰۳ء کو امریکہ نے عراق پر حملہ کیا، جس میں ہزاروں بے گناہ شہری مارے گئے، امریکی قبضہ کے بعد فلوچہ شہر کے عوام کی مزاحمت پر امریکی فوج نے فلوچہ پر زہریلی گیس چھوڑی اور کیمیاوی ہتھیار بھی استعمال کئے، جن کے استعمال پر بین الاقوامی طور پر پابندی عائد ہے۔^②

① مذکورہ بالا اعداد و شمار خالد محمود قادری کی کتاب ”افغانستان میں مسلمانوں کا قتل عام“ سے لیے گئے ہیں۔

② ہفت روزہ تکبیر، کراچی، جنوری ۲۰۰۶۔

باب نمبر 18

سیرت مصطفیٰ ﷺ

نبی کریم ﷺ کی شجاعت و بہادری:

سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

((أَنَّهُ غَزَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فَأَدْرَكَتْهُمْ الْقَائِلَةُ فِي وَادٍ كَثِيرِ الْعِضَاهِ فَتَفَرَّقَ النَّاسُ فِي الْعِضَاهِ يَسْتَظِلُّونَ بِالشَّجَرِ فَنَزَلَ النَّبِيُّ ﷺ تَحْتَ شَجَرَةٍ فَعَلَقَ بِهَا سَيْفَهُ ثُمَّ نَامَ فَاسْتَيْقَظَ وَعِنْدَهُ رَجُلٌ وَهُوَ لَا يَشْعُرُ بِهِ ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : إِنَّ هَذَا اخْتَرَطَ سَيْفِي ، فَقَالَ : مَنْ يَمْنَعُكَ ؟ قُلْتُ : اللَّهُ ، فَشَامَ السَّيْفَ فَهَا هُوَ ذَا جَالِسٌ ثُمَّ لَمْ يَعِاقِبَهُ .)) ❶

”کسی غزوہ میں وہ نبی کریم ﷺ کے ہمراہ تھے، تو ایک ایسی وادی میں قیلوہ کا وقت ہو گیا جس میں گھنے درخت تھے۔ لوگ درختوں کے سائے میں ادھر ادھر بکھر گئے۔ نبی کریم ﷺ ایک درخت کے نیچے جلوہ افروز ہو گئے، اور اپنی تلوار اس کے ساتھ لٹکا دی اور سو گئے۔ جب آپ بیدار ہوئے تو ایک اجنبی آدمی کو اپنے پاس دیکھا۔ نبی کریم ﷺ نے بتایا کہ اس نے میری تلوار سونت لی، اور کہنے لگا: اب تمہیں کون بچائے گا؟ میں نے جواب دیا ”اللہ“ تو اس کے ہاتھ سے تلوار گر پڑی اور وہ یہ بیٹھا ہے، لیکن آپ نے اس سے انتقام نہ لیا۔“

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ:

((كَانَ النَّبِيُّ ﷺ أَحْسَنَ النَّاسِ ، وَأَشْجَعَ النَّاسِ ، وَ لَقَدْ فَرَغَ أَهْلُ الْمَدِينَةِ لَيْلَةً فَخَرَجُوا نَحْوَ الصَّوْتِ فَاسْتَقْبَلَهُمُ النَّبِيُّ ﷺ

❶ صحیح بخاری، کتاب الجہاد والسیر، رقم: ۲۹۱۳.

وَقَدْ اسْتَبْرَأَ الْخَبَرَ وَهُوَ عَلَى فَرَسٍ لِأَبِي طَلْحَةَ عُرِيٍّ ، وَفِي
عُنُقِهِ السَّيْفُ وَهُوَ يَقُولُ: لَمْ تُرَاعُوا ، لَمْ تُرَاعُوا ، ثُمَّ قَالَ
وَجَدْنَاهُ بَحْرًا أَوْ قَالَ إِنَّهُ بَحْرٌ . ❶

”رسول اللہ ﷺ نہایت دلیر اور شجاع تھے اور لوگوں میں بہترین شخصیت تھے۔
ایک رات مدینہ کے لوگ ڈر گئے کہ دشمن نے حملہ کر دیا ہے اور جس طرف سے آواز
آئی تھی اس طرف دوڑے، دیکھا تو نبی ﷺ پہلے سے موجود تھے اور فرما رہے
تھے کہ ڈرنے کی کوئی بات نہیں۔ آپ ﷺ ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر
سوار تھے، اور تلوار گردن مبارک میں جمایل تھی۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے اس
گھوڑے کو نہایت تیز رفتار پایا۔“

سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

”جب جنگ ہوتی اور دشمن سے ملاقات ہو جاتی تو ہم رسول اللہ ﷺ کے ذریعے بچاؤ
پکڑتے تھے، اور ہم میں سے کوئی بھی آپ سے زیادہ دشمن کے قریب نہیں ہوتا تھا۔“ ❷

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

”ہم نے مکہ فتح کیا، پھر حنین پر چڑھائی کی۔ مشرکین اتنی عمدہ صفیں بنا کر آئے جو
میں نے کبھی نہیں دیکھیں۔ سواروں کی صف، پھر پیادوں کی صف، پھر ان کے پیچھے
عورتیں، پھر بھیڑ بکریاں، پھر دوسرے چوپائے۔ ہم لوگ بڑی تعداد میں تھے۔
ہمارے سواروں کے میمنہ پر خالد بن ولید تھے۔ مگر ہمارے سوار (دشمن کی تیر اندازی
کی وجہ سے) ہماری پیٹھ کے پیچھے پناہ گیر ہونے لگے، اور ذرا سی دیر میں ہمارے
سوار بھاگ کھڑے ہوئے۔ اعراب بھی بھاگے اور وہ لوگ بھی جنہیں تم جانتے ہو۔
بہر حال جب بھگدڑ مچی تو رسول اللہ ﷺ نے دائیں طرف ہو کر پکارا، لوگو! میری طرف

❶ صحیح بخاری، کتاب الجهاد والسير، رقم: ۲۹۰۸۔ صحیح مسلم، کتاب الفضائل، رقم: ۶۰۰۶۔

❷ مستدرک حاکم، رقم: ۲۵۸۴۔ دلائل النبوة للبيهقي، رقم: ۱۱۲۱۔

آؤ، میں عبد اللہ کا بیٹا محمد ہوں۔ اس وقت اس جگہ آپ ﷺ کے ساتھ چند مہاجرین اور انہیں خاندان کے سوا کوئی نہ تھا۔

ان نازک ترین حالات میں رسول اللہ ﷺ کی بے نظیر شجاعت کا ظہور ہوا یعنی اس شدید بھگدڑ کے باوجود آپ کا رخ کفار کی طرف تھا، اور آپ ﷺ پیش قدمی کے لیے اپنے خچر کو ایڑ لگا رہے تھے اور یہ فرما رہے تھے؛

أَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبَ أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَلِّبِ

”میں نبی ہوں، یہ جھوٹ نہیں، میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔“

لیکن اس وقت ابوسفیان بن حارث نے آپ ﷺ کے خچر کی لگام پکڑ رکھی تھی، اور سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے رکاب تھام لی تھی۔ دونوں خچر کو روک رہے تھے کہ کہیں تیزی سے آگے نہ بڑھ جائے۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے اپنے چچا سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کو (جن کی آواز خاصی بلند تھی) حکم دیا کہ صحابہ کرام کو پکاریں۔ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نہایت بلند آواز سے پکارا، درخت والو! یعنی بیعت رضوان والو! کہاں ہو؟ واللہ! وہ لوگ میری آواز سن کر اس طرح مڑے، جیسے گائے اپنے بچوں پر مڑتی ہے اور جواباً کہا: ہاں ہاں، آئے آئے۔ حالت یہ تھی کہ آدمی اپنے اونٹ کو موڑنے کی کوشش کرتا، اور نہ موڑ پاتا، تو اپنی زرہ اس کی گردن میں ڈال پھیلتا، اور اپنی تلوار اور ڈھال سنبھال کر اونٹ سے کود جاتا، اور اونٹ کو چھوڑ چھاڑ کر آواز کی جانب دوڑتا۔ اس طرح جب آپ کے پاس سو آدمی جمع ہو گئے تو انہوں نے دشمن کا استقبال کیا اور لڑائی شروع کر دی۔“^①

فضیلیۃ الشیخ عبد اللہ بن صالح بن عبد العزیز الغصن لکھتے ہیں:

”لوگوں میں سب سے زیادہ شجاع و بہادر شخص رسول اللہ ﷺ تھے۔“^②

شیخ محمد اسماعیل الشربینی رقمطراز ہیں:

”کسی شخص سے جتنی ایمانی قوت مطلوب ہے اتنی مکمل طور پر رسول اللہ ﷺ میں

② دعوی المناوئین: ۱/۴۱۴۔

① الرحیق المختوم، ص: ۵۶۴۔

موجود تھی۔ اسی طرح آپ میں یہ بات بھی بدرجہ اتم موجود تھی کہ آپ ﷺ اللہ کے علاوہ کسی سے بھی خوف نہیں کھاتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ لوگوں میں سب سے زیادہ شجاع و بہادر اور حال و مقال کے اعتبار سے سب سے بلند تھے۔“ ①

شیخ علی بن نایف الشو فرماتے ہیں:

”رسول اللہ ﷺ لوگوں میں سب سے زیادہ شجاع، سب سے زیادہ درگزر کرنے والے، سب سے زیادہ منکسر المزاج اور سب سے زیادہ حیاء والے تھے۔“ ②

نبی کریم ﷺ کا رعب و دبدبہ:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((فُضِّلْتُ عَلَى الْأَنْبِيَاءِ بِسِتٍّ: أُعْطِيتُ جَوَامِعَ الْكَلِمِ، وَ نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ، وَ أَحِلَّتْ لِي الْغَنَائِمُ، وَ جُعِلَتْ لِي الْأَرْضُ مَسْجِدًا وَ طُهُورًا وَ أُرْسِلْتُ إِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً وَ خُتِمَ بِي النَّبِيُّونَ.)) ③

”مجھے چھ خوبیوں کی بنا پر دوسرے انبیاء علیہم السلام پر برتری حاصل ہے (1) مجھے جامع گفتگو کا ملکہ دیا گیا ہے۔ (2) خاص رعب و دبدبے کے ذریعے میری مدد کی گئی ہے۔ (3) میرے لیے مال غنیمت حلال کیا گیا ہے۔ (4) میرے لیے تمام زمین مسجد اور پاکیزگی عطا کرنے والی بنائی گئی ہے۔ (5) مجھے تمام مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہے۔ (6) مجھ پر انبیاء علیہم السلام کا سلسلہ ختم کیا گیا ہے۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

① رد شبہات حول عصمة النبی ﷺ فی ضوء السنة النبویة: ۱۱۱/۱.

② موسوعة الدفاع عن رسول الله ﷺ: ۴۵/۲.

③ صحیح مسلم، کتاب الصلوٰۃ، رقم: ۱۱۶۷.

((بُعِثْتُ بِجَوَامِعِ الْكَلِمِ ، وَنُصِرْتُ بِالرُّعْبِ ، وَبَيْنَا أَنَا نَائِمٌ رَأَيْتُنِي آتِيْتُ بِمَفَاتِيحِ خَزَائِنِ الْأَرْضِ فَوَضِعْتُ فِي يَدَيَّ)) ①

”مجھے جامع کلمات دے کر بھیجا گیا، اور رعب کے ذریعے میری مدد کی گئی۔ میں نے سوتے ہوئے خواب میں دیکھا کہ مجھے زمین کے خزانوں کی چابیاں عطا کی گئی ہیں اور انہیں میرے ہاتھ میں تھما دیا گیا۔“

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے:

”ظاہر یہ ہے کہ آپ ﷺ کی (دشمن پر رعب والی خصوصیت) علی الاطلاق ہے یعنی آپ ﷺ کا دشمن جہاں بھی ہو اور جتنے بھی فاصلے پر ہو اس پر آپ ﷺ کا رعب ڈال دیا گیا ہے۔“ ②

شیخ عبدالرزاق بن عبدالمحسن البدر فرماتے ہیں:

”رسول اللہ ﷺ کی رعب کے ذریعے مدد کی گئی ہے، کا مطلب یہ ہے کہ جب بھی آپ ﷺ کسی دشمن کی طرف رخ کرتے ہیں تو آپ ﷺ کے پہنچنے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ ان کے دلوں میں آپ ﷺ کا شدید رعب اور خوف ڈال دیتا ہے۔“ ③

شیخ علی بن نایف الشحوذ بیان فرماتے ہیں:

”رسول اللہ ﷺ کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ کی رعب کے ذریعے مدد کی گئی ہے، اور اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ جن دشمنوں کی طرف بھی رخ کرتے ہیں یا جن کی طرف بھی پیش قدمی کا ارادہ کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کے دلوں میں آپ ﷺ کا خوف اور دبدبہ پیدا فرمادیتا ہے۔“ ④

① صحیح بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة، رقم: ۷۲۷۳۔ صحیح مسلم، ایضاً، رقم: ۱۱۶۸۔

② فتح الباری: ۲۴/۲۔

③ تذکرة المؤتسی شرح عقيدة الحافظ عبد الغنی المقدسی: ۳۴۵/۱۔

④ موسوعة الدفاع عن رسول الله ﷺ: ۳۳۱/۱۲۔

نبی کریم ﷺ کی بے مثال سخاوت:

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

((أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ النَّبِيَّ ﷺ غَنَمًا بَيْنَ جَبَلَيْنِ فَأَعْطَاهُ إِيَّاهُ ، فَاتَى قَوْمَهُ ، فَقَالَ: أَيُّ قَوْمٍ! أَسْلِمُوا ، فَوَاللَّهِ! إِنَّ مُحَمَّدًا لَيُعْطِي عَطَاءً مَا يَخَافُ الْفَقْرَ.)) ❶

”ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے دو پہاڑوں کے درمیان والی بکریوں کا مطالبہ کیا۔ آپ نے اس کا سوال پورا کر دیا۔ وہ شخص اپنی قوم کے پاس آیا، اور کہنے لگا: لوگو! اللہ کی قسم! اسلام قبول کر لو، بلاشبہ محمد (ﷺ) اتنا زیادہ عطا کرتے ہیں کہ آپ کو کسی فقر و افلاس کا خوف نہیں ہے۔“

آپ ﷺ کی خواہش تھی کہ آپ کے پاس اُحد پہاڑ کے برابر سونا ہو تو آپ اسے بھی اللہ کی راہ میں خرچ کر دیں۔ جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَوْ كَانَ لِي مِثْلُ أَحَدٍ ذَهَبًا لَسَرَرْتَنِي أَنْ لَا يَمُرَّ عَلَيَّ ثَلَاثُ لَيَالٍ وَ عِنْدِي مِنْهُ شَيْءٌ ، إِلَّا شَيْءٌ أُرْصِدُهُ لِذَيْنٍ.)) ❷

”اگر میرے پاس اُحد پہاڑ کے برابر سونا ہو تو مجھے یہ بات پسند ہے کہ مجھ پر تین راتیں نہ گزریں کہ میرے پاس اس میں سے کوئی چیز موجود ہو، البتہ اس قدر مال کا کچھ حرج نہیں جسے میں قرض (کی ادائیگی) کے لیے محفوظ کر لوں۔“

ماہ رمضان میں تو آپ ﷺ کی سخاوت اس قدر بڑھ جاتی کہ آپ تیز آندھی کی طرح اللہ کی راہ میں خرچ کرتے۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

❶ صحیح مسلم، کتاب الفضائل، رقم: ۶۰۲۱۔

❷ صحیح بخاری، کتاب التمنی، باب تمنی الخیر، رقم: ۷۲۲۸۔ صحیح مسلم، کتاب الزکاة، باب

تغلیظ عقوبۃ من لا یؤدی الزکاة، رقم: ۹۹۱۔ مسند احمد، رقم: ۷۴۸۹۔

((كَانَ النَّبِيُّ ﷺ أَجْوَدَ النَّاسِ بِالْخَيْرِ ، وَكَانَ أَجْوَدَ مَا يَكُونُ فِي رَمَضَانَ ، حِينَ يَلْقَاهُ جِبْرِيلُ ، وَكَانَ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَلْقَاهُ كُلَّ لَيْلَةٍ فِي رَمَضَانَ حَتَّى يَنْسَلِخَ ، يَعْرِضُ عَلَيْهِ النَّبِيُّ ﷺ الْقُرْآنَ ، فَإِذَا لَقِيَهُ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ ، كَانَ أَجْوَدَ بِالْخَيْرِ مِنَ الرِّيحِ الْمُرْسَلَةِ .)) ❶

”نبی کریم ﷺ سخاوت اور خیر کے معاملے میں سب سے زیادہ سخی تھے، اور آپ کی سخاوت اس وقت اور زیادہ بڑھ جاتی تھی، جب جبرئیل علیہ السلام آپ سے رمضان میں ملاقات کرتے۔ جبرئیل علیہ السلام آپ سے رمضان کی ہر رات میں ملتے حتیٰ کہ رمضان گزر جاتا۔ نبی کریم ﷺ جبرئیل علیہ السلام سے قرآن کا دور کرتے تھے۔ جب جبرئیل علیہ السلام آپ ﷺ سے ملنے لگتے، تو آپ چلتی ہوا سے بھی زیادہ بھلائی پہنچانے میں سخی ہو جایا کرتے تھے۔“

آپ ﷺ اپنے گھر والوں کو بھی بغیر شمار کیے خرچ کرنے کی ترغیب دلایا کرتے تھے۔

سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا:

((أَنْفَقِيْ وَلَا تُحْصِيْ فَيُحْصِيَ اللهُ عَلَيْكَ ، وَلَا تُوعِيْ فَيُوعِيْ اللهُ عَلَيْكَ ، اَرْضَخِيْ مَا اسْتَطَعْتِ .)) ❷

”تم خرچ کرو اور شمار نہ کرو؛ ورنہ اللہ تعالیٰ بھی تمہیں شمار کر کے دے گا، اور بخل نہ کرو، ورنہ اللہ بھی تم سے روک لے گا۔ حسب استطاعت خرچ کرتی رہو۔“

آپ ﷺ نے اپنی امت کو بھی یہی نصیحت فرمائی ہے کہ ضرورت سے زائد مال میں سے

❶ صحیح بخاری، کتاب الصوم، باب أجود ما كان النبي ﷺ يكون في رمضان، رقم: ۱۹۰۲۔ صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب كان النبي أجود الناس بالخير من الريح المرسلة: ۲۳۰۸۔ صحیح ابن خزيمة، رقم: ۱۸۸۹۔

❷ صحیح بخاری، کتاب الزکاة، باب الصدقة فيما استطاع، رقم: ۱۴۳۴۔ صحیح مسلم، کتاب الزکاة، باب الحث في الإنفاق وكراهة الإحصاء، رقم: ۱۰۲۹۔

اللہ کی راہ میں خرچ کرنا ہی بہتر ہے۔ سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((يَا ابْنَ آدَمَ ! أَنْ تَبْدَلَ الْفَضْلَ خَيْرٌ لَكَ وَ أَنْ تُمْسِكَهُ شَرٌّ لَكَ وَ لَا تُتْلَمُ عَلَى كَفَافٍ ، وَ ابْدَأْ بِمَنْ تَعُولُ .)) ❶

”اولادِ آدم! اگر تو (ضرورت سے) زائد خرچ کرے تو تیرے لیے (دنیا و آخرت میں) بہتر ہے، اور اگر تو اسے روک لے تو تیرے لیے برا ہے، اور بقدرِ ضرورت مال پر تجھے ملامت نہیں کی جاسکتی، اور مال خرچ کرتے وقت اپنے اہل و عیال سے ابتدا کر۔“

آپ ﷺ نے ایک حدیثِ قدسی یوں بیان فرمائی ہے:

((قَالَ اللَّهُ تَعَالَى : أَنْفَقَ يَا ابْنَ آدَمَ ! أَنْفَقَ عَلَيْكَ .)) ❷

”اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے اولادِ آدم! خرچ کرو (اس کے بدلے) میں تم پر خرچ کروں گا۔“

آپ ﷺ نے امت کو صدقہ و خیرات کی ترغیب دلانے کے لیے خرچ کرنے والے کے لیے دعا اور خرچ نہ کرنے والے کے لیے بددعا بھی فرمائی ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَا مِنْ يَوْمٍ يُصْبِحُ الْعِبَادُ فِيهِ ، إِلَّا مَلَكَانِ يَنْزِلَانِ ، فَيَقُولُ أَحَدُهُمَا : اللَّهُمَّ ! أَعْطِ مُنْفِقًا خَلْفًا ، وَيَقُولُ الْآخَرُ : اللَّهُمَّ ! أَعْطِ مُمَسِّكًا تَلْفًا .)) ❸

❶ صحیح مسلم، کتاب الزکاة، باب بیان أن الید العلیا خیر من الید السفلی، رقم: ۱۰۳۶۔

❷ صحیح بخاری، کتاب النفقات، باب فضل النفقة علی الأهل، رقم: ۵۳۵۲۔ صحیح مسلم، کتاب الزکاة، باب الحث علی النفقة و تبشیر المنفق بالخلف، رقم: ۹۹۳۔

❸ صحیح بخاری، کتاب الزکاة، باب قول اللہ عزوجل فأما من أعطی واتقی، رقم: ۱۴۴۲۔ صحیح مسلم، کتاب الزکوة، رقم: ۱۰۱۰۔

”کوئی دن ایسا نہیں جاتا کہ جب بندے صبح کو اُٹھتے ہیں تو دوفرشتے آسمان سے نہ اُترتے ہوں۔ ایک فرشتہ تو یہ کہتا ہے کہ اے اللہ! خرچ کرنے والے کو اس کا بدلہ دے، اور دوسرا کہتا ہے کہ اے اللہ! ہاتھ روک لینے والے، بخیل کے مال کو ہلاک کر دے۔“

آپ ﷺ کی دعوتِ توحید:

تمام انبیاء ﷺ ایک ہی دعوت لے کر مبعوث ہوئے، اور وہ دعوتِ توحید کی دعوت ہے۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ

﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا أَنْ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا
الطَّاغُوتَ ۚ فَهَيَّؤْهُمْ مِّنْ هَدَىٰ اللَّهُ وَمِنْهُمْ مَّنْ حَقَّقْنَا عَلَيْهِ الضَّلٰلَةَ
فَاسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكٰذِبِينَ ﴿٣٦﴾﴾

(النحل : ۳۶)

”ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا کہ (لوگو!) صرف اللہ کی عبادت کرو، اور اس کے سوا تمام معبودوں سے بچو۔ پس بعض لوگوں کو تو اللہ نے ہدایت دی، اور بعض پر گمراہی ثابت ہوگئی۔ پس تم خود زمین میں چل پھر کر دیکھ لو کہ جھٹلانے والوں کا انجام کیسا کچھ ہوا؟۔“

ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے:

﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا نُوحِي إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا
أَنَا فَاعْبُدُونِ ﴿٢٥﴾﴾ (الانبیاء : ۲۵)

”تجھ سے پہلے بھی جو رسول ہم نے بھیجا اس کی طرف یہی وحی نازل فرمائی کہ میرے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں پس تم سب میری ہی عبادت کرو۔“

نبی کریم ﷺ کو بھی یہی حکم تھا کہ آپ خالص توحید کا پرچار کریں، خود بھی شرک سے بچیں اور دوسروں کو بھی بچائیں۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ ۝۱ اللَّهُ الصَّمَدُ ۝۲ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ ۝۳ وَ لَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ ۝۴﴾ (سورة الاخلاص)

”(اے پیغمبر!) آپ کہہ دیجئے کہ وہ اللہ تعالیٰ ایک ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے۔ نہ اس سے کوئی پیدا ہوا، اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا۔ اور نہ ہی اس کا کوئی ہمسر ہے۔“

نبی کریم ﷺ کو حکم دیا گیا کہ وہ مشرکین کو بتادیں جو غیر اللہ کی عبادت کرتے ہیں اور غیروں کے نام پر ذبح کرتے ہیں کہ وہ ان کی تمام شریکہ باتوں میں ان کے مخالف ہیں، اور ان کی نماز، ان کی قربانی اور ان کی زندگی، ان کی موت، سب رب العالمین کے لیے مخصوص ہے۔ اور آخر میں نبی کریم ﷺ نے کہا کہ میں اس اُمت کا پہلا مسلمان ہوں۔

آپ سے پہلے تمام انبیاء نے اسلام ہی کی دعوت دی جس کی بنیاد اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور صرف اسی کی عبادت پر ہے۔ نوح، ابراہیم، یعقوب، یوسف، موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام سب نے اپنی زبان سے شہادت دی کہ میں مسلمان ہوں، اور میرا جینا اور میرا مناسب اسی باری تعالیٰ کے لیے ہے۔ اور گزشتہ شریعتیں ایک دوسرے کے ذریعہ منسوخ ہوتی رہیں یہاں تک کہ اسلام کے ذریعہ وہ تمام سابقہ شریعتیں منسوخ ہو گئیں، اور اب یہی شریعت محمدی قیامت تک باقی رہے گی۔

مشرکین مکہ نے رسول اللہ ﷺ کو اپنے بتانِ باطلہ کی عبادت کی دعوت دی، تو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ سے فرمایا کہ آپ ان سے واضح کہہ دیجئے کہ کیا میں اللہ کے سوا اپنا کوئی رب بنا لوں جسے عبادت میں شریک کروں، میں نہ اللہ کے سوا کسی اور پر توکل کروں گا، اور نہ ہی کسی اور کی طرف رجوع کروں گا، اس لیے کہ اللہ ہی ہر چیز کا خالق و مالک ہے، اسی کے ہاتھ میں سب کچھ ہے، چنانچہ ارشاد ہوا:

﴿قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝۱۱۲ لَا شَرِيكَ لَهُ ۝ وَبِذَلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ ۝۱۱۳﴾ قُلْ أَغْيَرُ اللَّهُ

أَبْغَىٰ رَبًّا وَهُوَ رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ (الانعام: ۱۶۲-۱۶۴)

”(اے پیغمبر!) آپ فرما دیجئے کہ بالیقین میری نماز اور میری ساری عبادت، اور میرا جینا اور میرا مرنا، سب خالص اللہ ہی کا ہے جو سارے جہان کا مالک ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں، اور مجھ کو اسی کا حکم ہوا ہے، اور میں سب ماننے والوں میں سے پہلا ہوں۔ آپ فرما دیجئے کہ کیا میں اللہ کے سوا کسی اور کو رب بنانے کے لیے تلاش کروں، حالانکہ وہ مالک ہے ہر چیز کا۔“

ایک اور مقام پر فرمایا:

﴿وَلَقَدْ أُوحِيَ إِلَيْكَ وَإِلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكَ لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ ﴿۶۵﴾ بَلِ اللّٰهُ فَاَعْبُدْ وَكُنْ مِنَ الشّٰكِرِينَ ﴿۶۶﴾﴾ (الزمر: ۶۵، ۶۶)

”(اے پیغمبر!) یقیناً تیری طرف بھی اور تجھ سے پہلے (کے تمام نبیوں) کی طرف بھی وحی کی گئی ہے کہ اگر تو نے شرک کیا تو بلاشبہ تیرا عمل ضائع ہو جائے گا، اور بالیقین تو زیاں کاروں میں سے ہو جائے گا۔ بلکہ تو اللہ ہی کی عبادت کر اور شکر کرنے والوں میں سے ہو جا۔“

حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ رقمطراز ہیں:

”توحید الوہیت کی یہی دعوت تمام انبیاء نے دی، جس طرح آخری پیغمبر کی زبان مبارک سے کہلوا یا گیا کہ ”مجھے اسی کا حکم دیا گیا ہے اور میں سب ماننے والوں سے پہلا ہوں۔“ دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ”ہم نے آپ سے پہلے جتنے بھی انبیاء بھیجے، سب کو یہی وحی کی کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں، پس تم میری ہی عبادت کرو۔“ (الانبیاء: ۲۵) چنانچہ سیدنا نوح علیہ السلام نے بھی یہ اعلان فرمایا ﴿وَأَمْرٌ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ﴾ (یونس: ۷۲) سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں آتا ہے جب اللہ تعالیٰ نے انہیں کہا کہ ”أَسْلِمَ“ (فرمانبردار ہو جا) تو انہوں نے

فرمایا ﴿أَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ﴾ (البقرة: ۱۳۱) ”میں رب العالمین کے لیے مسلمان یعنی فرمانبردار ہو گیا“ سیدنا ابراہیم و یعقوب علیہما السلام نے اپنی اولاد کو وصیت فرمائی ﴿فَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ﴾ (البقرة: ۱۳۲) ”تمہیں موت اسلام پر آنی چاہیے۔“ سیدنا یوسف علیہ السلام نے دعا فرمائی ﴿تَوَفَّنِي مُسْلِمًا﴾ (یوسف: ۱۰۱) ”مجھے اسلام کی حالت میں دنیا سے اٹھانا۔“ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا ﴿فَعَلَيْهِ تَوَكَّلُوا إِنْ كُنْتُمْ مُسْلِمِينَ﴾ (یونس: ۸۴) ”اگر تم مسلمان ہو تو اسی اللہ پر بھروسہ کرو۔“ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں نے کہا ﴿وَأَشْهَدُ بِأَنَّنا مُسْلِمُونَ﴾ (المائدة: ۱۱۱) اسی طرح اور بھی تمام انبیاء علیہم السلام اور ان کے مخلص پیروکاروں نے اسی اسلام کو اپنا یا جس میں توحید الوہیت کو بنیادی حیثیت حاصل تھی، گو بعض شرعی احکام ایک دوسرے سے مختلف تھے۔“ ❶

مولانا عبدالرحمن کیلانی رحمہ اللہ نے لکھا ہے:

”آپ ﷺ اکیلے اللہ کی دعوت دے رہے تھے جبکہ دور نبوی کی ساری دنیا طرح طرح کے شرک میں مبتلا تھی۔ لہذا اللہ کی ذات کے متعلق آپ ﷺ سے کئی بار سوال ہوا، اور کئی قسم کے فرقوں کی طرف سے ہوا۔ سب سے پہلے یہ سوال مشرکین مکہ نے اٹھایا تھا، جو ہر خوبصورت پتھر کو معبود بنا لیتے تھے اور فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں قرار دیتے تھے۔ اس سوال کی نوعیت درج ذیل حدیث سے واضح ہوتی ہے۔

سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مشرکوں نے آپ ﷺ سے کہا کہ ہم سے اپنے رب کا نسب بیان کرو، تو اللہ نے یہ سورت اتار دی کہ آپ انہیں کہہ دیں کہ وہ اکیلا ہے، اللہ صمد ہے اور صمد وہ ہوتا ہے جو نہ کسی سے پیدا ہوا ہو اور نہ اس سے کوئی پیدا ہوا ہو۔ اس لیے کہ جو کسی سے پیدا ہوا ہوگا، وہ ضرور مرے گا، اور جو مرے گا اس کا کوئی وارث بھی ہوگا، اور اللہ نہ مرے گا، اور نہ اس کا کوئی وارث ہوگا اور نہ

❶ تفسیر أحسن البیان، ص: ۴۰۵.

اس کا کوئی کفو ہے۔ راوی کہتا ہے کہ ”کفو“ کا معنی یہ ہے کہ نہ کوئی اس کے مشابہ ہے اور نہ برابر، اور اس کی مثل کوئی چیز نہیں۔^①

مشرکوں کے بعد جس نے بھی آپ ﷺ سے اللہ کے بارے میں کوئی سوال کیا تو آپ ﷺ یہ سورت پڑھ کر سنا دیتے تھے۔^②

نبی کریم ﷺ لوگوں کو سیدھی راہ کی طرف دعوت دیتے:

آپ ﷺ نے لوگوں کو اس راہ کی طرف بلایا، دعوت دی جو بالکل سیدھی راہ ہے، اس میں کوئی کجی نہیں ہے، یعنی آپ نے انہیں دین اسلام کی طرف دعوت دی، لیکن ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ وہ آپ کا احسان مانتے اور اسے فوراً قبول کر لیتے، لیکن چونکہ وہ لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے تھے، اس لیے اس دین کو قبول کرنے سے اعراض کیا، اور منہ پھیرا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَإِنَّكَ لَتَدْعُوهُمْ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ﴾ (المومنون : ۷۳)

”اور بلاشبہ آپ انہیں سیدھی راہ کی طرف بلا تے ہیں۔“

ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے:

﴿وَإِنَّكَ لَتَهْدِي إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ﴾ (الشوری : ۵۲)

”اور یقیناً آپ (لوگوں کی) سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کرتے ہیں۔“

ہر نماز میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کرنے، اور اس کے لیے کمال خشوع و خضوع اور اپنی محتاجی و مسکنت کے اظہار کے بعد، رسول کریم ﷺ رشد و ہدایت کا منبع اور اُمی ہونے کے باوجود، بھی فرماتے:

﴿إِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ﴾

(الفاتحہ : ۷، ۶)

① سنن ترمذی، کتاب التفسیر، رقم: ۳۳۶۴۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے سوائے ”الصمد الذی“ کے بقیہ روایت کو ”حسن“ کہا ہے۔

② تیسیر القرآن: ۷۱۰/۴۔

تاکہ اللہ تعالیٰ صراطِ مستقیم پر ثابت قدم رکھے، اور دوام و استمرار بخشنے۔ لہذا آیت کا ترجمہ یہ ہوگا کہ ”اے اللہ! ہمیں صراطِ مستقیم پر رکھ، اور اس کے علاوہ کسی اور راہ کی طرف نہ پھیر دے۔“ یاد رہے کہ ہدایت کا معنی رہنمائی اور توفیق ہے، اور صراطِ مستقیم سے مراد وہ واضح روشن راستہ ہے جس میں کبھی نہ ہو، جو اللہ اور اس کی جنت تک پہنچانے والا ہو، اور یہ قرآن و سنت کی راہ ہے۔

عبدالرحمن سعدی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

”صراطِ مستقیم“ یعنی سیدھے راستے سے مراد وہ واضح راستہ ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کی جنت تک پہنچاتا ہے۔ یہ معرفتِ حق اور اس پر عمل پیرا ہونے کا نام ہے۔ پس (اے اللہ! تو ہماری) اس راستے کی طرف رہنمائی فرما، اور اس راستے میں ہمیں اپنی رہنمائی سے نواز۔ سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کا مطلب، دینِ اسلام کو اختیار کرنا اور اسلام کے سوا دیگر تمام ادیان کا ترک کر دینا ہے۔

یہ صراطِ مستقیم نبیوں، صدیقوں، شہیدوں اور صالحین کا راستہ ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتوں سے سرفراز فرمایا۔ یہ ان لوگوں کا راستہ نہیں جن پر اللہ کا غضب نازل ہوا، جنہوں نے حق کو پہچان کر بھی اسے ترک کر دیا مثلاً یہود وغیرہ اور نہ یہ ان گمراہ لوگوں کا راستہ ہے، جنہوں نے نصاریٰ کی مانند حق کو ترک کر کے جہالت اور گمراہی کو اختیار کر لیا۔^①

سورۃ نساء میں آیا ہے۔ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

﴿مَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَ الرَّسُولَ فَأُولَئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَ الصِّدِّيقِينَ وَ الشُّهَدَاءِ وَ الصَّالِحِينَ وَ حَسُنَ أُولَئِكَ رَفِيقًا﴾ (النساء: ۶۹)

”اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کریں گے، وہ ان کے ساتھ ہوں گے، جن پر اللہ نے نعم کیا یعنی انبیاء و صدیقین اور شہداء و صالحین کے ساتھ ہوں گے، اور یہ بڑے ہی اچھے ساتھی ہوں گے۔“

① تفسیر السعدی: ۷۲/۱-۷۳.

یہ لوگ اہل ہدایت و استقامت ہوتے ہیں، اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں،
اور امر کو بجالاتے ہیں اور منکرات و منہیات سے باز رہتے ہیں۔“

نبی کریم ﷺ سے پہلے دوسرے انبیاء ﷺ بھی لوگوں کو سیدھے راستے کی طرف ہی
دعوت دیتے تھے۔ جیسا کہ سیدنا عیسیٰ ﷺ نے اپنی قوم سے فرمایا تھا:

﴿إِنَّ اللَّهَ رَبِّي وَرَبُّكُمْ فَأَعْبُدُوا هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ ﴿٥١﴾﴾

(آل عمران : ۵۱)

”بلاشبہ اللہ تعالیٰ میرا اور تمہارا پروردگار ہے، پس تم اسی کی عبادت کرو، یہی سیدھا
راستہ ہے۔“

انبیاء کا کام صرف یہی تھا کہ وہ لوگوں کو سیدھے راستے کی طرف دعوت دیں، سیدھے راستے
پر چلا دینا اور اس کی توفیق دینا، صرف اللہ تعالیٰ کا ہی کام ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاللَّهُ يَدْعُوا إِلَىٰ دَارِ السَّلَامِ ۗ وَيَهْدِي مَنْ يَشَاءُ إِلَىٰ صِرَاطٍ
مُّسْتَقِيمٍ ﴿٢٥﴾﴾ (یونس : ۲۵)

”اللہ تعالیٰ سلامتی کے گھر کی طرف بلاتا ہے اور جسے چاہتا ہے سیدھے راستے کی
طرف رہنمائی سے نواز دیتا ہے۔“

رسول اللہ ﷺ اس راستے کی طرف دعوت دیتے رہے۔ اللہ رب العزت نے رسول
مکرم ﷺ کی زبانی ارشاد فرمایا:

﴿وَأَنَّ هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ
بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ ۗ ذَلِكُمْ وَصَّيْتُكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴿١٥٢﴾﴾ (الانعام : ۱۵۳)

”اور یہ کہ یہ دین میرا راستہ ہے جو مستقیم ہے۔ پس اس راہ پر چلو، اور دوسروں کی راہ
پر مت چلو کہ وہ راہیں تم کو اللہ کی راہ سے جدا کر دیں گی۔ اس کا تم کو اللہ نے
تاکیدی حکم دیا ہے تاکہ تم پر ہیزگاری اختیار کرو۔“

اس بات کی مزید توضیح اور تفسیر نبی کریم ﷺ کی اس حدیث سے ہو جاتی ہے، جس میں

ہے کہ ”آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے ایک خط کھینچا اور فرمایا: یہ اللہ کا (سیدھا) راستہ ہے، اور چند خطوط اس کی دائیں اور بائیں جانب کھینچے، اور فرمایا: یہ راستے ہیں جن پر شیطان بیٹھا ہوا ہے، اور وہ ان کی طرف لوگوں کو بلاتا ہے۔ پھر نبی کریم ﷺ نے یہ (مذکورہ بالا) آیت تلاوت فرمائی۔“^①

آپ ﷺ نے جو خط دائیں اور بائیں کھینچے، انہیں شیطان کا راستہ بتلایا، لیکن پھر بھی بعض لوگ کہتے ہیں کہ حق کا راستہ ایک نہیں، بلکہ چار ہیں اور چاروں کے چاروں ہی برحق ہیں۔

﴿فَمَاذَا بَعَدَ الْحَقِّ إِلَّا الضَّلَالُ﴾ (یونس: ۳۲)

”حق کے بعد سوائے گمراہی کے اور کچھ نہیں ہے۔“

یعنی ہدایت بمعنی ”دعوت و راہنمائی“ سب کے لیے عام ہے۔ لیکن ہدایت بمعنی توفیق اور جنت میں داخل کرنا، سب کو نصیب نہیں ہوتا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ﴾

(القصص: ۵۶)

”آپ جس کو چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے، اللہ جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔“

بخاری وغیرہ نے مسیب بن حزن مخزومی اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ ”یہ آیت رسول اللہ ﷺ کے چچا ابوطالب کے بارے میں نازل ہوئی تھی، جب وہ آپ ﷺ کے بے حد اصرار کے باوجود اسلام نہیں لائے اور کفر کی حالت میں مر گئے۔ اس وقت آپ نے فرمایا کہ جب تک مجھے منع نہ کر دیا جائے میں ان کے لیے مغفرت کی دعا کرتا رہوں گا۔ تو سورہ توبہ کی آیت: ﴿مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ﴾ (التوبہ: ۱۱۳) نازل ہوئی، جس میں آپ کو مشرکین کے لیے مغفرت کی دعا کرنے سے روک دیا گیا، اور سورہ القصص کی یہ (مذکورہ بالا) آیت نازل ہوئی کہ ”آپ جسے چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے، بلکہ اللہ جسے چاہتا ہے، ہدایت دیتا ہے۔“^②

① مسند احمد: ۱/۴۳۴، ۴۳۵۔ احمد شاکر نے اسے ”صحیح“ کہا ہے۔

② صحیح بخاری، کتاب التفسیر، رقم: ۴۷۷۲۔

نبی کریم ﷺ دین حق لے کر مبعوث ہوئے تھے:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ بِالْحَقِّ﴾ (البقرة : ۱۱۹)

”بلاشبہ ہم نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے۔“

سورۃ آل عمران میں ہے:

﴿نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ﴾ (آل عمران : ۳)

”(اے پیغمبر!) اللہ تعالیٰ نے آپ پر حق کے ساتھ کتاب کو نازل فرمایا ہے۔“

سورۃ النساء میں ارشاد ہے:

﴿إِنَّا أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا أَرَاكَ

اللَّهُ ۗ وَلَا تَكُنْ لِلْخَافِيْنَ خَصِيْمًا ۝﴾ (النساء : ۱۰۵)

”یقیناً ہم نے تمہاری طرف حق کے ساتھ اپنی کتاب نازل فرمائی ہے، تاکہ تم لوگوں

میں اس چیز کے مطابق فیصلہ کرو جس سے اللہ نے تم کو شناسا کیا ہے۔ اور خیانت

کرنے والوں کے حمایتی نہ بنو۔“

سورۃ النساء میں ہی ایک دوسرے مقام پر ہے:

﴿يَأَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ الرَّسُولُ بِالْحَقِّ مِنْ رَبِّكُمْ فَآمِنُوا﴾

(النساء : ۱۷۰)

”اے لوگو! یقیناً تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے رسول حق لے کر

آن پہنچا ہے، پس تم ایمان لے آؤ۔“

سورۃ التوبہ میں ہے:

﴿هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ

كُلِّهِ ۗ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ ۝﴾ (التوبة : ۳۳)

”وہی ذات ہے، جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا، تاکہ وہ

اسے تمام دیگر مذاہب پر غالب کر دے، گو مشرکین اس سے ناخوش ہی ہوں۔“
سورہ یونس میں ہے:

﴿ فَإِنْ كُنْتَ فِي شكٍّ مِمَّا أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ فَسئَلِ الَّذِينَ يُفْتَرُونَ
الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَقَدْ جَاءَكَ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ
الْمُتَرَدِّينَ ۙ ﴾ (یونس : ۹۴)

”پھر اگر آپ اس کی طرف سے شک میں ہوں جس کو ہم نے آپ کے پاس بھیجا
ہے، تو آپ ان لوگوں سے پوچھ دیکھئے جو آپ سے پہلی کتابوں کو پڑھتے ہیں۔ بے
شک آپ کے رب کی طرف سے کتاب حق آئی ہے۔ آپ ہرگز شک کرنے والوں
میں سے نہ ہوں۔“

اور سورہ النمل میں ہے:

﴿ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ ۚ إِنَّكَ عَلَى الْحَقِّ الْمُبِينِ ۙ ﴾ (النمل : ۷۹)

”پس آپ اللہ ہی پر بھروسہ رکھئے، یقیناً آپ حق اور کھلے دین پر ہیں۔“

امام ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”دین حق سے مراد ایسے درست اعمالِ صالحہ ہیں جو دنیا میں بھی نفع مند ہوں، اور
آخرت میں بھی کامیابی کا ذریعہ۔“^①

شیخ عبدالرحمن السعدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”دین حق عمل صالح کا نام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو جو دین دے کر مبعوث
فرمایا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات، اس کے افعال اور اس کے احکام و اخبار
کے بارے میں باطل میں سے حق کو واضح کرنے اور ہر ایسے حکم پر مشتمل ہے جو
بدن، روح اور قلب کے لیے نافع اور ان کی اصلاح کرتا ہے، یعنی دین میں
اخلاص، اللہ تعالیٰ سے محبت اور اسی کی عبادت کا حکم دیتا ہے، وہ مکارمِ اخلاق،

① تفسیر ابن کثیر: ۱۳۶/۴

محاسنِ عادات، اعمالِ صالحہ اور آدابِ نافعہ کے احکام پر مشتمل ہے، اور ان تمام برے اخلاق اور برے اعمال سے روکتا ہے جو ان کی ضد ہیں، جو دنیا و آخرت میں

قلب و بدن کے لیے ضرر رساں ہیں۔“^①

نبی کریم ﷺ شاعر اور مجنون نہ تھے:

رسول اللہ ﷺ نے جب مکہ میں اسلام کی دعوت پیش کی تو وہ تمام لوگ جو آپ کو صادق و امین کے لقب سے پکارتے تھے، آپ کے خلاف ہو گئے اور آپ کو شاعر و مجنون کے لقب سے پکارنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں متعدد مقامات پر ان کی تردید فرمائی ہے، اور یہ واضح کیا ہے کہ آپ ﷺ جو تعلیمات لے کر آئے ہیں وہ نہ تو کسی شاعر کی شاعری ہے اور نہ ہی کسی مجنون کا دیوانہ پن، بلکہ وہ تورب العالمین کی طرف سے ہدایت ہی ہدایت ہے۔ چند دلائل پیش خدمت ہیں:

﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۗ ۙ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ ۗ﴾ (النجم: ۳، ۴)

”(پیغمبر ﷺ) اپنی خواہش سے کوئی بات نہیں کہتے۔ (بلکہ) وہ تو صرف وحی

ہے جو اتاری جاتی ہے۔“

﴿وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِي لَهُ ۚ إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ وَقُرْآنٌ مُّبِينٌ ۗ﴾

(یس: ۶۹)

”نہ تو ہم نے اس پیغمبر کو شعر سکھائے ہیں، اور نہ ہی یہ اس کے لائق ہیں۔ وہ تو

صرف نصیحت اور واضح قرآن ہے۔“

﴿وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ قَلِيلًا مَّا تُوْمِنُونَ ۗ﴾ (الحاقہ: ۴۱)

”یہ کسی شاعر کی بات نہیں، بہت کم ہے جو تم ایمان لاتے ہو۔“

﴿أَوْ لَمْ يَتَفَكَّرُوا مَا بِصَاحِبِهِمْ مِّنْ جَنَّةٍ ۗ إِنْ هُوَ إِلَّا نَذِيرٌ مُّبِينٌ ۗ﴾

(الاعراف: ۱۸۴)

① تفسیر السعدی: ۱/۱۰۳۵.

”کیا یہ لوگ غور و فکر نہیں کرتے، ان کے اس ساتھی یعنی محمد کو کوئی جنون نہیں، وہ تو صرف کھلا ڈرانے والا ہے۔“

﴿أَمْ يَقُولُونَ بِهِ جِنَّةٌ بَلْ جَاءَهُمُ بِالْحَقِّ وَ أَكْثَرُهُمْ لِلْحَقِّ كِرْهُونَ ﴿٧٠﴾﴾

(المومنون : ۷۰)

”یہ لوگ کہتے ہیں کہ اسے جنون ہے، (نہیں) بلکہ وہ تو ان کے پاس حق لے کر آیا ہے، اور ان میں سے اکثر لوگ حق کو ناپسند کرتے ہیں۔“

﴿قُلْ اِمَّا اَعْظَمُكُمْ بِوَاحِدَةٍ اَنْ تَقُوْمُوا لِلّٰهِ مَشْنٰى وَ فِرَادٰى ثُمَّ تَتَفَكَّرُوْا ۗ مَا بِصَاحِبِكُمْ مِّنْ جِنَّةٍ اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ لَّكُمْ بَيْنَ يَدٰى عَذَابٍ شَدِيْدٍ ﴿٣١﴾﴾ (سبا : ۴۶)

”کہہ دیجئے کہ میں تمہیں صرف ایک ہی بات کی نصیحت کرتا ہوں کہ تم خلوص کے ساتھ ضد چھوڑ کر، دودمل کر یا تنہا تنہا کھڑے ہو کر سوچو تو سہی، تمہارے اس ساتھی کو کوئی جنون نہیں۔ وہ تو تمہیں ایک بڑی سخت آفت کے آنے سے پہلے ہوشیار کرنے والا ہے۔“

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُلُوْا لِلّٰهِ حَقَّ قَوْلٍ ۗ اِمَّا اَعْظَمُكُمْ مِّنْ جِنْدٍ اَوْ اِقْرَبُكُمْ ۗ وَمَا يَسْطُرُوْنَ ﴿١﴾ ۗ مَا اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ ﴿٢﴾﴾

(القلم : ۲، ۱)

”ن، اور تم ہے قلم کی، اور اس کی جو کچھ کہ وہ (فرشتے) لکھتے ہیں۔ تو اپنے رب کے فضل سے دیوانہ نہیں ہے۔“

﴿فَذَكِّرْ ۗ فَمَا اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ ۗ وَلَا مَجْنُوْنٍ ﴿٣٩﴾﴾

(الطور : ۲۹)

”آپ نصیحت کرتے رہیں، کیونکہ آپ اپنے رب کے فضل سے نہ تو کاہن ہیں اور نہ ہی دیوانہ۔“

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان فرمایا ہے:

((اِنَّ ضَمَادًا قَدِمَ مَكَّةَ ، وَ كَانَ مِنْ اَزْدِ سَنُوَّةَ ، وَ كَانَ يَرْقِي مِنْ هَذَا الرِّيحِ ، فَسَمِعَ سَفَهَاءَ مِنْ اَهْلِ مَكَّةَ يَقُولُونَ: اِنَّ مُحَمَّدًا مَجْنُونٌ ، فَقَالَ: لَوْ اَنْتِي رَاَيْتُ هَذَا الرَّجُلَ لَعَلَّ اللّٰهَ يَشْفِيهِ عَلٰى يَدِي . قَالَ: فَلَقِيْهِ ، فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ! اِنِّي اُرْقِي مِنْ هَذَا الرِّيحِ ، وَ اِنَّ اللّٰهَ يَشْفِي عَلٰى يَدِي مِنْ شَاءَ ، فَهَلْ لَكَ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ ، نَحْمَدُهُ وَ نَسْتَعِيْنُهُ ، مَنْ يَهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ ، وَ مَنْ يُّضِلِّ فَلَا هَادِيَ لَهُ ، وَ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ حُدَّهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ ، وَ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَ رَسُوْلُهُ ، اَمَّا بَعْدُ! فَقَالَ اَعِدْ عَلَيَّ كَلِمَاتِكَ هُوْلَاءِ ، فَاَعَادَهُنَّ عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ، قَالَ: فَقَالَ: لَقَدْ سَمِعْتُ قَوْلَ الْكُهْنَةِ ، وَ قَوْلَ السَّحْرَةِ ، وَ قَوْلَ الشُّعْرَاءِ ، فَمَا سَمِعْتُ مِثْلَ كَلِمَاتِكَ هُوْلَاءِ ، وَ لَقَدْ بَلَغَنَ نَاعُوْسَ الْبَحْرِ ، قَالَ ، فَقَالَ: هَاتِي يَدَكَ اُبَايِعُكَ عَلٰى الْاِسْلَامِ قَالَ: فَبَايَعَهُ .)) ❶

”ضماد مکہ مکرمہ آیا۔ اس کا تعلق سنوۂ قبیلہ سے تھا، اور وہ جنات وغیرہ کے لیے دم کیا کرتا تھا۔ جب اس نے مکہ مکرمہ کے جاہل لوگوں کو کہتے ہوئے سنا (نعوذ باللہ) محمد دیوانے ہو گئے ہیں۔ تو اس نے کہا کہ اگر میں اس آدمی کو دیکھ لوں تو شاید اللہ تعالیٰ اس کو میرے ہاتھ سے شفا یاب کر دے۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ وہ آپ سے ملا، اور کہنے لگا کہ میں آسیب کا دم کرتا ہوں، کیا آپ چاہتے ہیں (کہ میں آپ کا علاج کروں؟) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”تمام حمد و ثناء اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، ہم اس کی حمد بیان کرتے ہیں اور اسی سے مدد طلب کرتے ہیں، جس شخص کو اللہ تعالیٰ ہدایت عطا فرمائے اسے کوئی گمراہ نہیں کر

سکتا، اور جس شخص کو اللہ سیدھے راستے سے ہٹا دے اسے کوئی سیدھے راستے پر نہیں لاسکتا۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں، وہ ایک ہے، اس کا کوئی شریک نہیں۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہے۔“

حمد و صلاۃ سننے کے بعد ضاد کہنے لگا کہ آپ ان کلمات کو میرے سامنے دوبارہ ارشاد فرمائیے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے ان کلمات کو اس کے سامنے تین مرتبہ دہرایا۔ اس نے کہا: بلاشبہ میں نے کاہنوں، جادوگروں اور شعراء کا کلام سنا ہے، لیکن میں نے آپ کے ان کلمات جیسا کلام نہیں سنا۔ بلاشبہ یہ کلمات تو فصاحت و بلاغت کا سمندر ہیں۔ آپ اپنا ہاتھ آگے بڑھائیں، میں اسلام پر بیعت کرتا ہوں۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اس سے اسلام پر بیعت لی۔“

درج بالا دلائل سے معلوم ہوا کہ قرآن اللہ رب العالمین کا کلام ہے، کسی شاعر کا کلام نہیں اور مشرکین کے تمام الزامات بے بنیاد ہیں کہ آپ ﷺ شاعر، کاہن یا مجنون ہیں۔ اور اگر کوئی انسان تھوڑا سا بھی غور کر لے تو اسے معلوم ہو جائے گا کہ یہ قرآن کسی شاعر یا کاہن کا قول ہو ہی نہیں سکتا۔ کیونکہ شاعر کے تخیل کی پرواز میں میدانِ زندگی کا ہر اچھا یا برا پہلو ہو سکتا ہے، ماحول کا تاثر اس کی طبیعت پر غالب رہتا ہے، اور معاشرے کی اکثریت چونکہ گمراہ ہوتی ہے، اس لیے اس کا تخیل بھی انہی راستوں پر پرواز کرتا ہے۔ جبکہ قرآن صرف بھلائی ہی بھلائی کا راستہ دکھاتا ہے۔ شاعر اور رسول میں دوسرا فرق یہ ہے کہ شاعر کے افکار و نظریات میں اور بندش کلام میں عمر و عقل کی پختگی، تجربہ اور ممارست کی وجہ سے تبدیلی ہوتی رہتی ہے۔ لیکن کلام اللہ ایسی تبدیلی اور قباحت سے یکسر پاک ہے۔ اس نے جو بات پہلے دن پیش کی، پھر اس کے بعد جو کچھ پیش کیا، پہلے نظر یہ کی تائید میں ہی پیش کیا اور اس کی فصاحت و بلاغت، الفاظ کی بندش اور طرزِ بیان میں کبھی فرق نہیں آیا۔ علاوہ ازیں شاعر جو کچھ ڈینگیں مارتا ہے اور لاف زنی کر کے لوگوں کے

جذبات میں وقتی طور پر ایک ہیجان سا پیدا کر دیتا ہے، مگر وہ اپنی اس لاف زنی پر نہ کبھی عمل پیرا ہوتا ہے اور نہ ہی ہو سکتا ہے۔ جبکہ قرآن مجید کو پیش کرنے والا رسول جو کچھ پیش کرتا ہے اس پر عمل بھی کرتا ہے، پھر یہ کیسے کہا جاسکتا ہے کہ قرآن حکیم شاعری ہے اور اس کی طرف بلانے والا رسول شاعر ہے۔

اسی طرح قرآن کریم کسی کا ہن کا کلام بھی نہیں، کیونکہ کہانت کا ماخذ جنات اور خبیث روہیں ہیں جو ملاءِ اعلیٰ سے کوئی نہ کوئی بات سن لیتی ہیں اور جھوٹ سچ ملا کر کانہوں تک پہنچاتی ہیں۔ لہذا ان کی بتائی ہوئی غیب کی خبریں اکثر غلط ہوتی ہیں اور کبھی کبھار کوئی خبر صحیح بھی نکل آتی ہے۔ جبکہ قرآن کی خبروں کا ماخذ وحی الہی ہے، جن کا جھوٹ ثابت ہونا ناممکن ہے۔ ایسی بہت سی پیش گوئیاں قرآن میں مذکور ہیں اور بہت سی احادیث میں بھی ہیں جن میں سے کئی باتیں اپنے وقت پر لوگوں کے سامنے پوری ہو رہی ہیں۔ کاہن اور نبی میں دوسرا فرق یہ ہے کہ کاہن صرف غیب کی خبریں دیتا ہے خواہ وہ سچی ہوں یا غلط، جبکہ قرآن اور رسول کی بعثت کا مقصد زندگی کے جملہ پہلوؤں میں انسان کی رہنمائی ہے، پھر یہ کیسے کہا جاسکتا ہے کہ یہ کسی کا ہن کا کلام ہے۔ اگر لوگ تھوڑا سا بھی غور کر لیں تو انہیں معلوم ہو جائے کہ قرآن نہ تو کسی شاعر کا کلام ہے اور نہ ہی کسی کا ہن کا۔

قریش مکہ جو آپ ﷺ کو دیوانہ اور پاگل کہا کرتے تھے، حقیقت یہ ہے کہ آپ ﷺ اللہ کے فضل سے پاگل اور دیوانہ بھی نہیں تھے، وہ لوگ تو بکواس کرتے تھے، کیونکہ دیوانے کے سامنے اپنی زندگی کا کوئی مقصد نہیں ہوتا، جبکہ آپ ﷺ بر ملا اللہ کی راہ کی طرف بلاتے تھے۔ علاوہ ازیں دیوانے کے قول اور فعل میں کبھی مطابقت نہیں پائی جاتی، اس لیے کہ اسے اتنا ہوش نہیں ہوتا کہ وہ کیا کہہ چکا ہے اور کیا کر رہا ہے۔ تیسری بات یہ کہ دیوانہ ہمیشہ بے سرو پا اور بہکی بہکی باتیں کرتا ہے، جبکہ آپ ﷺ کو یہ لوگ خود صادق اور امین ہونے کا سرٹیفکیٹ دے چکے ہیں۔ لہذا یہ ممکن ہی نہیں کہ کفار کے اس الزام کو درست سمجھا جائے، وہ تو محض بغض و عناد اور اپنی حسرت مٹانے کے لیے آپ کو دیوانہ کہہ دیتے تھے۔^①

① ماحوز از، تیسیر القرآن: ۴/۴۹۹، ۵۱۴۔

نبی کریم ﷺ لوگوں کی خواہشات کے مطابق نہ چلتے:

اللہ تعالیٰ نے رسول مکرم ﷺ سے فرمایا کہ یہود و نصاریٰ کے پاس ہدایت نہیں، ہوائے نفس ہے، اور وہ دوسروں کو اسی کی طرف دعوت دیتے ہیں، اور وہ آپ سے کبھی بھی خوش نہیں ہوں گے، یہاں تک کہ آپ ان کے دین کو قبول کر لیں۔ لہذا ان کی خواہشات نفس کے مطابق نہ چلیے، اور ان کی مرضی حاصل کرنے کی کوشش نہ کیجیے، آپ بس رضائے الہی کے طلب گار رہیں۔ اور ان کے سامنے وہ دین حق پیش کریں جو آپ کو دے کر مبعوث کیا گیا ہے، اور جس کے علاوہ کوئی بھی دین، دین حق نہیں ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَنْ تَرْضَىٰ عَنْكَ الْيَهُودُ وَلَا النَّصْرَىٰ حَتَّىٰ تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ ۗ قُلْ إِنَّ هُدَىٰ اللَّهِ هُوَ الْهُدَىٰ ۗ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ أَهْوَاءَهُمْ وَ لَنْ تَرْضَىٰ عَنْكَ الْيَهُودُ وَلَا النَّصْرَىٰ حَتَّىٰ تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ ۗ قُلْ إِنَّ هُدَىٰ اللَّهِ هُوَ الْهُدَىٰ ۗ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ أَهْوَاءَهُمْ بَعْدَ الَّذِي جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۗ مَا لَكَ مِنَ اللَّهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ ﴿۱۲۰﴾﴾ (البقرة: ۱۲۰)

”یہود و نصاریٰ آپ سے ہرگز راضی نہیں ہوں گے جب تک کہ آپ ان کے مذہب کے تابع نہ بن جائیں۔ آپ کہہ دیجئے کہ اللہ کی ہدایت ہی ہدایت ہے اور اگر آپ نے اپنے پاس علم آجانے کے باوجود ان کی خواہشات کی پیروی کی تو اللہ کے پاس آپ کا نہ تو کوئی ولی ہوگا اور نہ مددگار۔“

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ رقمطراز ہیں:

”اس آیت کے ضمن میں وہ لوگ بھی آتے ہیں جو محض مدہانت کی بنیاد پر کسی کی رائے کو قرآن و سنت پر ترجیح دیتے ہیں۔ یا سنت کو پس پشت اس لیے ڈال دیتے ہیں کہ کسی امام یا کسی عالم کا قول اس کے خلاف ہے۔ اور قرآن و سنت کی تاویل کرتے ہیں۔ ان کے معانی و مفاہیم کو بدل دیتے ہیں تاکہ کوئی حاکم وقت ناراض نہ ہو جائے۔“

گویا کوئی بھی آدمی کسی انسان کی مرضی یا رائے کو مقدم کرنے کے لیے قرآن اور رسول اللہ کی سنت کو نظر انداز کر دیتا ہے، اور وہ اس آیت کے ضمن میں آئے گا، اور آیت میں موجود تہدید و وعید اس کو شامل ہوگی۔“ (تیسیر الرحمن، ص: ۶۸)

ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے:

﴿وَلَيْنَ آتَيْتَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ بِكُلِّ آيَةٍ مَّا تَبِعُوا قِبَلَتَكَ وَمَا أَنْتَ بِتَابِعٍ قِبَلَتِهِمْ وَمَا بَعْضُهُمْ بِتَابِعٍ قِبَلَةَ بَعْضٍ وَمَنْ لَنْ يَتَّبِعْتَ أَهْوَاءَهُمْ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ إِنَّكَ إِذَا لَمِنَ الظَّالِمِينَ﴾ (البقرة: ۱۷۵)

”اور آپ اگر چہ اہل کتاب کو تمام دلیلیں دے دیں، لیکن وہ آپ کے قبلے کی پیروی نہیں کریں گے، اور نہ آپ ان کے قبلے کو ماننے والے ہیں، اور نہ یہ آپس میں ایک دوسرے کے قبلے کو ماننے والے ہیں۔ اور اگر آپ اپنے پاس علم آجانے کے باوجود ان کی خواہشات کے پیچھے لگیں گے تو یقیناً آپ بھی ظالموں میں سے ہو جائیں گے۔“

ایک اور مقام پر فرمایا:

﴿كَلَّا لَا تَطَعَهُ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ﴾ (العلق: ۱۹)

”خبردار! اس کا کہنا ہرگز نہ ماننا، اور سجدہ کر اور قریب ہو جا۔“

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو یہ تشبیہ فرمائی ہے کہ آپ کفار کی خواہشات کے پیچھے ہرگز نہ چلیں، اور اگر آپ نے ایسا کیا تو پھر آپ کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔ چنانچہ پھر آپ ﷺ نے ایسا ہی کیا اور کفار کی خواہشات کو کبھی پورا نہ کیا۔ جیسا کہ ایک مرتبہ کفار آپ ﷺ کے پاس یہ خواہش لے کر آئے کہ ایک سال آپ ہمارے معبودوں کی عبادت کریں اور ایک سال ہم آپ کے معبود کی عبادت کریں گے تو آپ ﷺ نے انہیں واضح طور پر کہہ دیا کہ:

﴿لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ دِينِ﴾ (الکافرون: ۶)

”تمہارے لیے تمہارا دین ہے اور میرے لیے میرا دین ہے۔“

مولانا عبدالرحمن کیلانی رحمہ اللہ اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

”جب آپ ﷺ کی دعوت سے مکہ میں کچھ لوگ مسلمان ہو گئے تو کفار مکہ کو ابتداءً اسلام اور کفر میں سمجھوتے کی سوجھی، اور اس کے لیے کئی راہیں اختیار کی گئیں۔ کبھی لالچ کا راستہ، اور کبھی دھمکی اور دھونس کا راستہ حتیٰ کہ ایک دفعہ کفار نے یہاں تک پیش کش کر دی کہ آپ چاہو تو ہم آپ کے قدموں میں مال و دولت کے انبار لگا دیتے ہیں۔ حکومت چاہو تو وہ بھی حاضر ہے۔ کسی مالدار اور حسین لڑکی سے شادی چاہتے ہو تو وہ بھی حاضر ہے، مگر ہمارے معبودوں کی توہین نہ کیا کرو۔ منجملہ ایسی تدابیر کے ایک تدبیر یا تجویز یہ بھی تھی کہ کافروں نے آپ سے کہا کہ ایک سال ہم آپ ﷺ کے معبود کی عبادت کیا کریں گے، بشرطیکہ اگلے سال تم ہمارے معبودوں کی عبادت کرو۔ کفار کی یہ تدبیر کسی رواداری کی بنا پر نہیں تھی، بلکہ ایک انتہائی خطرناک چال تھی جس سے وہ دھوکہ دے کر پیغمبر ﷺ کو ان کے قدموں سے اُکھیرنا چاہتے تھے، اس لیے کہ وہ تو اللہ تعالیٰ کو پہلے ہی معبودِ برحق بلکہ سب سے بڑا معبود تسلیم کرتے تھے۔ ان کا جرم تو صرف یہ تھا کہ وہ اللہ کے ساتھ دوسرے معبودوں کی بھی عبادت کیا کرتے تھے۔ اس لیے اس شرط سے نہ ان کے عقیدہ میں کچھ فرق آتا تھا، اور نہ ہی طرز زندگی میں، جبکہ اللہ کے رسول کو وہ شرک کی نجاست میں مبتلا کرنا چاہتے تھے جسے مٹانے کے لیے ہی آپ ﷺ کو مبعوث کیا گیا تھا۔

بہر حال آپ ﷺ نے اللہ کے حکم سے ان کے سامنے اعلان کر دیا کہ اس شرط پر ہمارے تمہارے درمیان کبھی سمجھوتہ نہیں ہو سکتا، کیونکہ میں کسی قیمت پر تمہارے معبودوں کی عبادت نہیں کر سکتا۔ جس کا نتیجہ یہی ہو سکتا ہے کہ تم بھی ایک اکیلے اللہ کی عبادت کرنا گوارا نہ کرو گے اور اپنے دوسرے معبودوں کو چھوڑنے پر تیار نہ ہو گے۔ یہ ہے وہ دو ٹوک فیصلہ جو صرف مکہ کے کافروں کو نہیں، دنیا بھر کے کافروں کو بھی

نہیں بلکہ مسلمانوں کو بھی واضح الفاظ میں بتایا گیا کہ مشرکوں کو ان کے معبود مبارک رہیں، مگر مسلمان اسے کسی قیمت پر گوارا نہیں کر سکتے۔ شرک کے معاملہ میں اسلام نے کسی قسم کی چلک اور رواداری برداشت نہیں کی، خواہ یہ مشرک کافر ہوں یا اپنے آپ کو مسلمان ہی کہلاتے ہوں، کیونکہ اللہ پر ایمان لانے کے باوجود لوگوں کی اکثریت مشرک ہی ہوتی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے۔“ ①

نبی کریم ﷺ پر سب سے زیادہ آزمائشیں آئیں:

تندی بادِ مخالف سے نہ گھبرا اے عقاب!

یہ تو چلتی ہے تجھے اونچا اڑانے کے لیے

اللہ تعالیٰ کا قانون ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کا جتنا زیادہ برگزیدہ ہوتا ہے، اور جسے اللہ تعالیٰ جتنا زیادہ بلند مقام عطا فرماتا ہے، اسے اتنا ہی زیادہ آزمائشوں میں بھی مبتلا کر دیتا ہے۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((عِظْمُ الْجَزَاءِ مَعَ عِظْمِ الْبَلَاءِ، وَإِنَّ اللَّهَ إِذَا أَحَبَّ قَوْمًا

ابْتَلَاهُمْ فَمَنْ رَضِيَ، فَلَهُ الرِّضَا، وَمَنْ سَخِطَ، فَلَهُ السَّخْطُ)) ②

”بلاشبہ بڑا بدلہ بڑی آزمائش کا ہی نتیجہ ہوتا ہے، اور یقیناً اللہ تعالیٰ جب کسی قوم سے

محبت کرتا ہے تو انہیں آزماتا ہے، پھر جو راضی رہے اس کے لیے (اللہ کی)

رضامندی ہے، اور جو ناراض ہو جائے اس کے لیے (اللہ کی) ناراضگی ہے۔“

چونکہ انبیاء علیہم السلام کا مقام دیگر تمام انسانوں سے بلند ہے، اس لیے ان پر آزمائشیں بھی

زیادہ آتی ہیں، جیسا کہ ایک روایت میں ہے: دریافت کیا گیا، اے اللہ کے رسول!

((أَيُّ النَّاسِ أَشَدُّ بَلَاءً؟ قَالَ: الْأَنْبِيَاءُ.)) ③

① تیسیر القرآن: ۷۰۱/۴، ۷۰۲.

② سنن ابن ماجہ، کتاب الفتن، رقم: ۴۰۳۱۔ سلسلۃ الصحیحۃ، رقم: ۱۴۶.

③ سنن ترمذی، کتاب الزہد، رقم: ۳۹۸۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ”حسن صحیح“ کہا ہے۔

”لوگوں میں کسے سب سے سخت آزمائش پہنچتی ہے۔ فرمایا، انبیاء کو۔“

ایک دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ أَشَدَّ النَّاسِ بَلَاءً الْأَنْبِيَاءُ ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ)) ❶

”بلاشبہ لوگوں میں سب سے سخت آزمائش انبیاء کو آتی ہے، پھر ان کو جو ان کے

قریب ہیں اور پھر ان کو جو ان کے قریب ہیں۔“

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ جس سے زیادہ محبت کرتا ہے یا جسے زیادہ بلند مقام عطا فرماتا ہے

اسے آزمائشوں میں بھی زیادہ مبتلا کرتا ہے۔ چونکہ محمد رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے اس

کائنات کے تمام انسانوں حتیٰ کہ تمام انبیاء علیہم السلام سے بھی بڑھ کر مقام عطا فرمایا ہے، آپ ﷺ

کو انبیاء علیہم السلام کا امام اور سردار بنایا ہے، اس لیے آپ پر آزمائشیں بھی سب سے زیادہ آئیں اور

آپ نے ان آزمائشوں پر صبر و ثبات کا مظاہرہ کیا، اور بڑی سے بڑی آزمائش میں بھی صبر

و استقلال کا دامن کبھی نہ چھوڑا، جیسا کہ آپ ﷺ کی سیرت طیبہ کے متعدد واقعات اس پر شاہد

عدل ہیں۔

نبی کریم ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ أَوْ يَكُونُ لَكَ بَيْتٌ مِّنْ رُّحْرُقٍ أَوْ تَرْتُقِي فِي السَّمَاءِ ۗ وَلَٰكِن تَوَّابٌ ۙ

لِرُحْبِكَ حَتَّىٰ تَنْزِلَ عَلَيْنَا كِتَابًا نَقْرُؤُهُ ۗ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيَ هَلْ كُنْتُ

إِلَّا بَشَرًا مِّثْلَ رَسُولٍ ۗ ﴿٩٣﴾ وَمَا مَنَعَ النَّاسَ أَنْ يُؤْمِنُوا إِذْ جَاءَهُمُ الْهُدَىٰ

إِلَّا أَنْ قَالُوا أَبَعَثَ اللَّهُ بَشَرًا رَسُولًا ۗ ﴿٩٤﴾ قُلْ لَوْ كَانَ فِي الْأَرْضِ مَلَائِكَةٌ

يَمْشُونَ مُطْمَئِنِّينَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِم مِّنَ السَّمَاءِ مَلَكًا رَسُولًا ۗ ﴿٩٥﴾

(الاسراء : ٩٣ تا ٩٥)

❶ صحیح الجامع الصغیر، رقم: ١٥٦٢۔

”یا آپ کے اپنے لیے کوئی سونے کا گھر ہو جائے، یا آپ آسمان پر چڑھ جائیں، اور ہم تو آپ کے چڑھ جانے کا بھی اس وقت تک ہرگز یقین نہیں کریں گے جب تک کہ آپ ہم پر کوئی کتاب نہ اتار لائیں جسے ہم خود پڑھ لیں، آپ (ان سے) کہہ دیجئے کہ میرا پروردگار پاک ہے، میں تو صرف ایک انسان ہی ہوں جو رسول بنایا گیا ہے۔ لوگوں کے پاس ہدایت پہنچ چکنے کے بعد ایمان سے روکنے والی صرف یہی چیز رہی کہ انہوں نے کہا، کیا اللہ نے ایک انسان کو ہی رسول بنا کر بھیجا۔ آپ کہہ دیں کہ اگر زمین میں فرشتے چلتے پھرتے، اور رہتے بستے ہوتے تو ہم بھی ان کے پاس کسی آسمانی فرشتے کو ہی رسول بنا کر بھیجتے۔“

سورۃ الکہف میں ارشاد ہے:

﴿قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَيَّ أَنَّمَا إِلَهُكُمُ اللَّهُ وَاحِدٌ فَمَن كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا ۝۱۱﴾ (الکہف : ۱۱۰)

”اعلان کر دیجئے کہ میں تو تم جیسا ہی ایک انسان ہوں، ہاں، میری جانب وحی کی جاتی ہے، سب کا معبود صرف ایک ہی معبود ہے، تو جسے بھی اپنے پروردگار سے ملنے کی آرزو ہو اسے چاہیے کہ نیک اعمال کرے اور اپنے پروردگار کی عبادت میں کسی کو بھی شریک نہ کرے۔“

سورۃ فصلت میں ہے:

﴿قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَيَّ أَنَّمَا إِلَهُكُمُ اللَّهُ وَاحِدٌ فَاسْتَقِيمُوا إِلَيْهِ وَاسْتَغْفِرُوا ۗ وَأَنذَرْتُ لَلْشُرِكِ كَيْنَ ۝۶﴾ (فصلت : ۶)

”آپ کہہ دیجئے کہ میں تو تم جیسا ہی انسان ہوں، مجھ پر وحی نازل کی جاتی ہے کہ تم سب کا معبود ایک اللہ ہی ہے، سو تم اس کی طرف متوجہ ہو جاؤ، اور اس سے گناہوں کی معافی چاہو اور ان مشرکوں کے لیے (بڑی ہی) خرابی ہے۔“

سورہ یونس میں ہے:

﴿ أَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا أَنْ أَوْحَيْنَا إِلَىٰ رَجُلٍ مِّنْهُمْ أَنْ أَنْذِرِ النَّاسَ
وَبَشِّرِ الَّذِينَ آمَنُوا أَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ قَالَ الْكٰفِرُونَ
إِنَّ هَذَا لَسِحْرٌ مُّبِينٌ ﴿٢﴾ ﴾ (یونس : ۲)

”کیا ان لوگوں کو اس بات سے تعجب ہے کہ ہم نے ان میں سے ایک انسان کے پاس وحی بھیجی ہے کہ سب آدمیوں کو ڈراؤ، اور جو ایمان لے آئیں ان کو یہ خوش خبری سناؤ کہ ان کے رب کے پاس ان کو پورا اجر و مرتبہ ملے گا، کافروں نے کہا کہ یہ شخص تو بلاشبہ صریح جادوگر ہے۔“

سورۃ الانعام میں ہے:

﴿ قُلْ لَا أَقُولُ لَكُمْ عِنْدِي خَزَائِنُ اللَّهِ وَلَا أَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَا أَقُولُ
لَكُمْ إِنِّي مَلَكٌ إِن آتَّبِعْ إِلَّا مَا يُوحَىٰ إِلَيَّ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ
وَالْبَصِيرُ أَفَلَا تَتَفَكَّرُونَ ﴿٥٠﴾ ﴾ (الانعام : ۵۰)

”آپ کہہ دیجئے کہ نہ تو میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں، اور نہ میں غیب جانتا ہوں، اور نہ میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں۔ میں تو صرف جو کچھ میرے پاس وحی آتی ہے اس کا اتباع کرتا ہوں، آپ کہئے کہ اندھا اور بینا کہیں برابر ہو سکتا ہے، سو کیا تم غور نہیں کرتے؟“

مذکورہ بالا آیات اس بات کے اثبات کے لیے یقیناً بہت زیادہ ہیں کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں، آپ فرشتوں کی مانند کوئی نوری مخلوق نہیں۔ اور حقیقت یہ ہے کہ آپ ﷺ کے علاوہ بھی جتنے رسول آئے وہ تمام بھی انسان ہی تھے، فرق صرف اتنا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنا خاص فضل فرمایا تھا اور انہیں دیگر انسانوں میں سے شرف نبوت کے لیے چُن لیا تھا۔

سورہ ابراہیم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ إِنْ نَحْنُ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَمُنُّ عَلَىٰ

مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَمَا كَانَ لَنَا أَنْ تَأْتِيَكُمْ بِسُلْطَنٍ إِلَّا بِإِذْنِ

اللَّهِ وَعَلَى اللَّهِ قَلْبَتَا كُلِّ الْمُؤْمِنُونَ ﴿١١﴾ (ابراہیم : ١١)

”ان کے پیغمبروں نے ان سے کہا کہ یہ تو سچ ہے کہ ہم تم جیسے ہی انسان ہیں لیکن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے اپنا فضل کرتا ہے۔ اللہ کے حکم کے بغیر ہماری مجال نہیں کہ ہم کوئی معجزہ تمہیں لا دکھائیں۔ اور ایمان والوں کو صرف اللہ تعالیٰ پر ہی بھروسہ رکھنا چاہیے۔“

سنن ابی داؤد میں ایک طویل روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ مسکرائے حتیٰ کہ آپ کی داڑھیں مبارک ظاہر ہو گئیں، پھر آپ ﷺ نے فرمایا:

((أَشْهَدُ أَنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، وَأَنِّي عَبْدُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ.)) ①

”میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر (پوری طرح) قادر ہے، اور میں اللہ کا بندہ اور رسول ہوں۔“

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی طویل روایت میں ہے کہ جب قبر میں مومن آدمی سے رسول اللہ ﷺ کے متعلق سوال کیا جائے گا، تو وہ کہے گا:

((هُوَ عَبْدُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ.)) ②

”آپ اللہ کے بندے اور رسول تھے۔“

رسول اللہ ﷺ نے قیصر روم ہرقل کی طرف خط لکھا، تو اس کی ابتدا یوں فرمائی:

((بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ، مِنْ مُحَمَّدٍ عَبْدِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ

إِلَى هِرَقْلَ عَظِيمِ الرُّومِ ، سَلَامٌ عَلَيَّ مِنْ أَتْبَعِ الْهُدَى)) ③

① سنن ابی داؤد، کتاب الصلوٰۃ، رقم: ۱۱۷۳۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ”حسن“ کہا ہے۔

② سنن ابی داؤد، کتاب السنۃ، رقم: ۴۷۵۱۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ”صحیح“ کہا ہے۔

③ صحیح بخاری، کتاب الاستئذان، رقم: ۹۲۶۰۔

”اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔ محمد اللہ کے بندے اور اس کے رسول کی طرف سے ہر قتل کی طرف جو روم کا بڑا ہے، اس پر سلامتی ہو جس نے ہدایت کو قبول کر لیا۔“

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَا تُطْرُونِي كَمَا أَطْرَتِ النَّصَارَى ابْنَ مَرْيَمَ، فَإِنَّمَا أَنَا عَبْدُهُ فَقُولُوا: عَبْدُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ.)) ❶

”میری تعریف میں حد سے تجاوز نہ کرو، جیسا کہ نصاریٰ نے عیسیٰ بن مریم کے بارے میں کیا تھا، میں تو صرف اللہ کا بندہ ہوں۔ پس تم بھی مجھے اللہ کا بندہ اور رسول ہی کہو۔“

ایک بار کسی صحابی نے آپ ﷺ کو ان الفاظ میں مخاطب کیا: ”يَا مُحَمَّدُ! يَا سَيِّدَنَا وَابْنَ سَيِّدِنَا، وَخَيْرَنَا وَابْنَ خَيْرِنَا“ ”یعنی اے محمد! اے ہمارے سردار اور ہمارے سردار کے بیٹے! اے ہم میں سب سے افضل اور سب سے افضل کے بیٹے!“ یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا:

((يَا أَيُّهَا النَّاسُ! عَلَيْكُمْ بِتَقْوَاكُمْ، لَا يَسْتَهْوِيَنَّكُمُ الشَّيْطَانُ، أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، عَبْدُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ وَاللَّهُ مَا أَحَبُّ أَنْ تَرْفَعُونِي فَوْقَ مَنْزِلَتِي الَّتِي أَنْزَلَنِي اللَّهُ.)) ❷

”اے لوگو! تقویٰ کو لازم پکڑو! دیکھو کہیں شیطان تمہیں میری محبت میں صحیح راستے سے بھٹکا نہ دے۔ میں محمد بن عبد اللہ ہوں، اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔ مجھے یہ قطعاً پسند نہیں کہ تم مجھے میرے اُس مقام سے اونچا اٹھاؤ جس مقام پر اللہ تعالیٰ نے مجھے رکھا ہے۔“

❶ صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، رقم: ۳۴۴۵.

❷ مسند احمد: ۱۵۲/۳، رقم: ۱۲۵۵۱۔ شیخ شعیب نے اس کی سند کو ”صحیح“ کہا ہے۔ نسائی فی عمل

اليوم واللييلة، ص: ۲۴۹.

رسول اللہ ﷺ کے یہ واضح فرامین اس بات کا قطعی ثبوت ہیں کہ آپ ﷺ اللہ کے بندے اور رسول تھے، اور انسانوں میں سے ایک انسان تھے۔ مزید اس کا ثبوت یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ عام انسانوں کی طرح کھاتے پیتے، اٹھتے بیٹھتے، سوتے جاگتے اور دیگر امور انجام دیتے تھے حتیٰ کہ جیسے ہر انسان کے لیے موت مقدر کی گئی ہے، اسی طرح آپ ﷺ کو بھی موت آئی۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں:

”اللہ تعالیٰ کے مجھ پر بے پناہ انعامات میں سے ایک یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ میرے گھر میں، میری باری کے دن، میرے سینے اور حلق کے درمیان فوت کیے گئے، اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی وفات کے قریب میرے لعاب اور آپ کے لعاب دہن کو جمع فرمایا (اور وہ اس طرح کہ) عبدالرحمن بن ابی بکر میرے پاس اندر آئے اور ان کے پاس مسواک تھی۔ میں نے آپ ﷺ کو سہارا دے رکھا تھا، میں نے دیکھا کہ آپ مسواک کی طرف متوجہ ہیں۔ میں سمجھ گئی کہ آپ مسواک کرنا چاہتے ہیں۔ میں نے پوچھا، کیا آپ کے لیے مسواک لوں؟ آپ ﷺ نے اثبات میں سر سے اشارہ کیا۔ میں نے آپ کو وہ مسواک پکڑادی۔ چنانچہ آپ نے مسواک کرنا شروع کی، لیکن وہ آپ کے لیے سخت تھی۔ پھر میں نے پوچھا، کیا میں اسے آپ کے لیے نرم کر دوں؟ آپ نے اپنے سر سے ہاں کا اشارہ کیا۔ چنانچہ میں نے مسواک کو آپ کے لیے نرم کر دیا۔ آپ ﷺ نے اس کو (دانتوں پر) پھیرا اور آپ کے ہاتھوں کے درمیان پانی کا برتن تھا۔ آپ پانی میں اپنے ہاتھ ڈالتے اور اپنے چہرے پر دونوں ہاتھ ملتے رہے، اور کہنے لگے: ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ“ بلاشبہ سکرَاتِ موتِ برحق ہیں۔ پھر اپنا ہاتھ بلند کیا اور رفیقِ اعلیٰ سے ملاقات کی دعا کر رہے تھے حتیٰ کہ آپ کی روح قبض کر لی گئی اور آپ کا دست مبارک جھک گیا۔“^①

مولانا عبدالرحمن کیلانی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

① صحیح بخاری، کتاب المغازی، رقم: ۳۴۴۹۔

”انبیاء و رسل علیہم السلام کے مخالفین کا ہمیشہ یہ اعتراض رہا ہے کہ چونکہ یہ رسول ہماری طرح کا ہی انسان ہے، ہماری طرح ہی کھاتا پیتا، چلتا پھرتا، شادی کرتا اور صاحب اولاد ہے جو احتیاجات ہمیں لاحق ہیں وہ اسے بھی لاحق ہیں۔ پھر یہ نبی کیسے ہو سکتا ہے؟ گویا کافر اس وجہ سے انبیاء علیہم السلام کی نبوت کا انکار کرتے تھے کہ وہ بشر ہیں۔ پھر بعد میں انہی نبیوں کی امت میں سے ایسے لوگ پیدا ہوئے، جنہوں نے فرط عقیدت سے ان کی نبوت و رسالت کو تو ان کی حد سے متجاوز تسلیم کیا، مگر ان کی بشریت سے انکار کر دیا۔ پھر کسی نے اپنے نبی کو خدا کا درجہ دے دیا، کسی نے خدا کے بیٹے کا اور کسی نے یوں کہا کہ خدا اس میں حلول کر گیا ہے، گویا ان دونوں انتہا پسندوں کی نظر میں بشریت اور رسالت کا ایک ذات میں جمع ہونا ناممکن ہی بنا رہا۔ کافروں نے بشریت کی وجہ سے رسالت کا انکار کیا اور فرط عقیدت رکھنے والوں نے رسالت کی وجہ سے بشریت کا انکار کر دیا۔

حقیقت یہ ہے کہ رسول کا انسان ہونا ہی ضروری ہے، کیونکہ دنیا میں انسان آباد ہیں، اس لیے ان کے لیے رسول بھی انسان ہی ہونا چاہیے۔ وجہ یہ ہے کہ رسول کا کام اتنا ہی نہیں ہوتا کہ وہ اللہ کا پیغام پہنچا دے یا اس پیغام کی تشریح و توضیح کر دے۔ بلکہ یہ کام بھی ہوتا ہے کہ اللہ کی طرف سے نازل شدہ احکام پر عمل کر کے دکھائے اور امت کو ایک عملی نمونہ بھی پیش کرے۔ اب فرض کیجئے ایک فرشتہ رسول بن کر آتا اور آدمی کی شکل میں آتا، وہ اللہ کا پیغام پہنچاتا اور ان احکام پر عمل کر کے بھی دکھا دیتا۔ تو لوگ یہ کہنے میں حق بجانب ہوتے کہ یہ عملی نمونہ دکھانے والا تو فرشتہ تھا، اس میں بشری کمزوریاں پائی جاتی تھیں نہ اسے بشری ضروریات کی احتیاج تھی۔ لہذا ہم اس فرشتے جیسے کام کیسے کر سکتے ہیں اور وہ ہمارے لیے نمونہ کیسے بن سکتا ہے۔ مزہ تو جب تھا کہ وہ ہماری طرح کا انسان ہوتا پھر ان احکامات پر عمل کر کے دکھاتا۔“^①

① تیسیر القرآن: ۶۱۰/۲۔

ایک دوسرے مقام پر نقل فرماتے ہیں:

”صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جمعین کے سامنے بھی آپ ﷺ نے متعدد بار انسان ہونے کے ناطے سے بشری کمزوریوں کا اعتراف فرمایا تھا، جیسا کہ درج ذیل احادیث سے واضح ہوتا ہے:

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ آپ ﷺ نے نماز پڑھائی تو اس میں کچھ کمی بیشی کر دی۔ جب سلام پھیرا تو لوگوں نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول! نماز کے متعلق کوئی نیا حکم آیا ہے؟ آپ ﷺ نے پوچھا، کیوں کیا بات ہے؟ لوگوں نے کہا، آپ نے اتنی رکعت پڑھی ہیں۔ یہ سن کر آپ اٹھے پاؤں پھرے، قبلہ کی طرف منہ کیا، (سہو کے) دو سجدے کیے، پھر سلام پھیرا، پھر ہماری طرف منہ کر کے فرمایا ”اگر نماز کے بارے میں کوئی نیا حکم آتا تو میں تمہیں ضرور بتاتا لیکن بات یہ ہے کہ میں بھی تمہاری طرح آدمی ہوں جیسے تم بھول جاتے ہو میں بھی بھول جاتا ہوں، تو جب میں بھول جاؤں مجھے یاد دلا دیا کرو، اور جب تم میں سے کسی کو اپنی نماز میں شک ہو جائے تو اپنے ظن غالب کے مطابق اپنی نماز پوری کرے، پھر سلام پھیرے اور سہو کے دو سجدے کرے۔“¹

ام المؤمنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”میں بھی ایک بشر ہی ہوں، اور تم آپس میں جھگڑتے ہوئے میرے پاس آتے ہو، اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ تم میں سے ایک فریق دلائل دینے میں دوسرے سے زیادہ چرب زبان ہوتا ہے اور میں اس کے دلائل سن کر اسی کے حق میں فیصلہ کر دیتا ہوں۔ اب اگر میں کسی فریق کو اس کے بھائی کا کچھ حق دلا دوں تو یاد رکھو! میں اسے آگ کا ایک ٹکڑا دلا رہا ہوں۔“²

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ آپ کو علم غیب نہیں تھا، جیسا کہ بعض لوگوں کا خیال ہے۔ اہل سنت والجماعت کا اجماع ہے کہ عالم الغیب صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔

1 صحیح بخاری، کتاب الصلاة، باب التوجه نحو القبلة.

2 صحیح بخاری، کتاب الاحکام، باب موعظة الامام للخصوم.

سیدنا رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لائے تو اس وقت لوگ کھجور میں پیوند لگاتے تھے۔ آپ ﷺ نے پوچھا، یہ کیا کرتے ہو؟ صحابہ کرام نے جواب دیا، ہم تو ایسا ہی کیا کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا، اگر تم یہ کام نہ کرو تو شاید بہتر ہوگا۔ لوگوں نے پیوند لگانا چھوڑ دیا تو کھجور پھل کم لائی۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے یہ بات رسول اللہ ﷺ سے بیان کی تو آپ ﷺ نے فرمایا، میں بھی ایک بشر ہی ہوں جب میں تمہیں تمہارے دین کی کسی بات کا حکم دوں تو اس پر عمل کرو اور جب میں کوئی بات اپنی رائے سے کہوں تو میں بھی آخر آدمی ہی ہوں۔^①

یہ احادیث ہمیں اس لیے درج کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی کہ رسول اللہ ﷺ کے بارے میں آپ ﷺ کی امت افراط و تفریط کا شکار ہو گئی۔ کچھ لوگ تو اس بات پر مصر ہیں کہ آپ بشر تھے ہی نہیں بلکہ نور تھے، یہ احادیث انہی کو سمجھانے اور ان پر حجت کے طور پر درج کی گئی ہیں۔ دوسرا فریق جو تفریط کا شکار ہوا تو وہ آپ ﷺ کو ایک عام انسان کی سطح پر لے آیا اور دلیل یہ دی کہ انما کلمہ حصر ہے حالانکہ ”انما“ محض الوہیت اور عبودیت میں امتیاز کا فائدہ دے رہا ہے یعنی رسول اللہ ﷺ میں الوہیت کا کچھ بھی حصہ نہیں، اس سے کمالات نبوت کی نفی مراد نہیں۔ بخاری میں ”علامات النبوة فی الاسلام“ کے عنوان کے تحت آپ ﷺ کے سینکڑوں معجزات مذکور ہیں، لہذا رسول اللہ ﷺ کو عام انسانوں جیسا ایک معمولی انسان سمجھنا انتہائی گستاخی اور سخت نادانی ہے۔“^②

رسول اللہ ﷺ کا سایہ مبارک:

رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ پیغمبر تھے۔ اور آپ کو رب تعالیٰ نے انسانوں سے ہی پیدا فرمایا تھا۔ جیسا کہ گزشتہ سطور میں براہین قاطعہ اور دلائل ساطعہ سے ثابت کیا جا چکا ہے۔ پس انسان و بشر ہونے کے ناطے آپ ﷺ کا سایہ مبارک تھا، کیونکہ انسان کا سایہ ہوتا ہے،

① صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب وجوب امتثال ما قالہ.

② تیسیر القرآن: ۲ / ۶۶۲، ۶۶۳.

قرآن مجید میں ہے:

﴿وَاللَّهُ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَظُلْمًا بِاَلْعُدُوِّ

وَالْاَصٰلِ ۝۱۵﴾ (الرعد: ۱۵)

”اور آسمانوں اور زمین میں رہنے والے (فرشتے اور جن و انس) صرف اللہ کو سجدہ کرتے ہیں، چاہے خوشی سے کریں یا مجبور ہو کر، ان کے سائے بھی صبح و شام (اللہ کو) سجدہ کرتے ہیں۔“

ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ لکھتے ہیں:

”آسمانوں اور زمین میں جتنی چیزیں ہیں، سب اللہ کے ارادہ و مشیت اور اس کے حکم کے تابع ہیں۔ کوئی بھی اس کے حکم سے ایک ذرہ برابر سرتابی نہیں کر سکتا۔ جو کفار اللہ کو سجدہ نہیں کرتے، وہ بھی اس کے ارادہ و مشیت کے مطابق کبھی صحت مند ہوتے ہیں تو کبھی بیمار، ان میں کوئی مالدار ہوتا ہے تو کوئی فقیر، انہیں بھی ایک محدود وقت تک زندہ رہنے کے بعد موت لاحق ہوتی ہے۔ اہل ایمان اللہ کے سامنے برضا و رغبت جھکتے ہیں، اور کافر اللہ کے اوامر کو قبول کرنے پر مجبور ہیں۔ ایک دوسری رائے یہ ہے کہ یہاں سجدہ سے مراد حقیقی سجدہ ہے، یعنی اللہ کی تعظیم کے لیے زمین پر پیشانی ٹیکنا۔ تو اہل ایمان انس و جن اور فرشتے فی الواقع صبح و شام یعنی ہمیشہ اللہ کو سجدہ کرتے رہتے ہیں، اور اہل کفر حالت اضطرار میں اللہ ہی کو سجدہ کرتے ہیں، جیسا کہ اللہ نے سورۃ العنکبوت آیت (۶۵) میں فرمایا ہے: ﴿فَاِذَا رَكَ سُوًا فِی الْفُلْکِ دَعُوْا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهٗ الدِّيْنَ﴾ ”کہ جب کشتی میں سوار ہوتے ہیں تو اللہ کو پورے اخلاص کے ساتھ پکارتے ہیں۔“ اسی طرح انسان اور دیگر تمام مخلوقات کے سائے بھی اللہ کو سجدہ کرتے ہیں۔ جب کوئی اللہ کو سجدہ کرتا ہے تو اس کا سایہ بھی اس کے ساتھ اللہ کے سامنے جھکتا ہے۔“ (تیسیر الرحمن، ص: ۷۱۰-۷۱۱)

اور رسول اللہ ﷺ بھی تو اللہ کی مخلوق ہیں، اور انسان بھی۔ لہذا آپ کا بھی سایہ مبارک

تھا۔ اور کئی احادیث سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ آپ کا سایہ تھا۔ چنانچہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ”ایک رات نبی کریم ﷺ نے ہمیں نماز پڑھائی اور بالکل نماز کی حالت میں اپنا ہاتھ آگے بڑھایا، مگر پھر جلد ہی پیچھے ہٹا لیا۔ ہم نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! آج آپ نے خلاف معمول نماز میں ایک نیا عمل کیا ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: نہیں، بلکہ میرے سامنے ابھی ابھی جنت پیش کی گئی، میں نے اس میں بہترین پھل دیکھے تو میرے جی میں آیا کہ اس سے کچھ اُچک لوں، مگر فوراً حکم ملا کہ پیچھے ہٹ جاؤ، میں پیچھے ہٹ گیا۔ پھر مجھ پر جہنم پیش کی گئی۔ ((حَتَّى رَأَيْتُ ظِلِّي وَظِلُّكُمْ.)) ”اس کی روشنی میں میں نے اپنا اور تمہارا سایہ دیکھا۔“ دیکھتے ہی میں نے تمہاری طرف اشارہ کیا کہ پیچھے ہٹ جاؤ۔“^①

پس آپ ﷺ کے متعلق کہنا کہ آپ کا سایہ نہیں تھا، قطعی طور پر درست نہیں۔
آپ ﷺ خاتم النبیین ہیں:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ

النَّبِيِّينَ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا ۝﴾ (الاحزاب : ۴۰)

” (لوگو! تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ محمد نہیں، لیکن آپ اللہ کے رسول ہیں، اور تمام نبیوں کے ختم کرنے والے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کا بخوبی جاننے والا ہے۔“

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

((فَهَذِهِ الْآيَةُ نَصٌّ فِي أَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدَهُ.))^②

”یہ آیت اس بارے میں نص ہے کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں (آئے گا)۔“

حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں نقل فرماتے ہیں:

① مستدرک حاکم: ۴/۵۶۶۔ علامہ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث صحیح ہے۔

② تفسیر ابن کثیر: ۶/۴۲۸۔

”خاتم“ مہر کو کہتے ہیں اور مہر آخری عمل کو ہی کہا جاتا ہے، یعنی آپ ﷺ پر نبوت و رسالت کا خاتمہ کر دیا گیا، آپ ﷺ کے بعد جو بھی نبوت کا دعویٰ کرے گا، وہ نبی نہیں کذاب و دجال ہوگا۔ احادیث میں اس مضمون کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے اور اس پر پوری امت کا اجماع و اتفاق ہے۔ قیامت کے قریب سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا، جو صحیح اور متواتر روایات سے ثابت ہے، تو وہ نبی کی حیثیت سے نہیں آئیں گے بلکہ نبی ﷺ کے امتی بن کر آئیں گے، اس لیے ان کا نزول عقیدہ ختم نبوت کے منافی نہیں ہے۔^①

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَثَلِي وَمَثَلُ الْأَنْبِيَاءِ، كَمَثَلِ قَصْرِ أَحْسَنَ بِنْيَانِهِ تَرِكَ مِنْهُ مَوْضِعٌ لِبِنَةِ فَطَافٍ بِهِ النَّظَارُ يَتَعَجَّبُونَ مِنْ حُسْنِ بِنْيَانِهِ إِلَّا مَوْضِعَ تِلْكَ اللَّبِنَةِ فَكُنْتُ أَنَا سَدَدْتُ مَوْضِعَ اللَّبِنَةِ خْتِمَ بِي الْبُنْيَانُ وَخْتِمَ بِي الرَّسُلُ - وَفِي رِوَايَةٍ: فَأَنَا اللَّبِنَةُ، وَأَنَا خَاتِمُ النَّبِيِّينَ.))^②

”میری مثال اور دوسرے نبیوں کی مثال نہایت ہی اعلیٰ تعمیر شدہ محل کی سی ہے، جس میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی گئی تھی۔ اس کو دیکھنے والے اس کے ارد گرد گھومتے رہے۔ اس عمارت کے حسن کو دیکھ کر عرش عرش کراٹھتے۔ سوائے اس اینٹ کی خالی جگہ کے۔ چنانچہ میں نے اس اینٹ کے خلا کو پر کر دیا۔ مجھ پر اس عمارت کی تکمیل ہوئی اور رسولوں کا سلسلہ بھی مجھ پر ہی ختم ہوا۔

دوسری روایت میں ہے کہ میں ہی وہ اینٹ ہوں اور میں ہی خاتم النبیین ہوں۔“

سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے:

((إِنَّهُ سَيَكُونُ فِي أُمَّتِي كَذَابُونَ ثَلَاثُونَ كُلُّهُمْ يَزْعُمُ أَنَّهُ نَبِيٌّ، وَ

① تفسیر احسن البیان، ص: ۱۱۸۲-۱۱۸۳.

② صحیح بخاری، کتاب المناقب، رقم: ۳۵۳۴، ۳۵۳۵۔ صحیح مسلم، کتاب الفضائل، رقم: ۵۹۵۹.

أَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ لَا نَبِيَّ بَعْدِي. ①

”عنقریب میری امت میں تمیں کذاب ہوں گے، ان میں سے ہر ایک یہ گمان کرے گا کہ وہ نبی ہے حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”بنی اسرائیل پر نبی حکومت کیا کرتے تھے، جب ایک نبی فوت ہو جاتا تو اس کی جگہ دوسرا نبی ہوتا۔ مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ البتہ میرے بعد کثرت سے خلفاء پیدا ہوں گے۔“ ②

رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا:

”تیری مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارون علیہ السلام کی موسیٰ علیہ السلام سے تھی، مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں۔“ ③

معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ آخری نبی ہیں۔ اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اور اگر کسی نے نبوت کا دعویٰ کیا تو وہ سو فیصد کذاب ہے، خواہ مسیلمہ کذاب ہو یا مرزا غلام احمد قادیانی۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

”آپ ﷺ کے زمانہ میں مسیلمہ کذاب مدینہ آیا اور کہنے لگا، اگر محمد ﷺ اپنے اپنے مجھے اپنا جانشین بنائیں تو میں ان کی تابعداری کرتا ہوں۔ مسیلمہ کذاب اپنے ساتھ اور بہت سے لوگوں کو بھی لایا تھا۔ آپ ﷺ اس کے پاس چلے گئے اور آپ ﷺ کے ساتھ ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ اس وقت آپ ﷺ کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی۔ آپ ﷺ نے مسیلمہ کذاب سے مخاطب ہو کر فرمایا، اگر تم محمد ﷺ سے یہ چھڑی بھی مانگو تو میں نہیں دوں گا (جانشینی تو دور کی بات ہے) اور اللہ نے جو کچھ تیری تقدیر میں لکھ دیا ہے تو اس سے بچ نہیں سکتا۔“

① سنن ابی داؤد، کتاب الفتن والسلام، رقم: ۴۲۵۲۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ”صحیح“ کہا ہے۔

② صحیح بخاری، کتاب الانبیاء، باب ما ذکر عن بنی اسرائیل، رقم: ۳۴۶۵۔

③ صحیح الجامع الصغیر، رقم: ۱۴۸۴۔

اور تو اسلام نہ لائے گا، اور اللہ تجھے تباہ کر دے گا، اور میں تو سمجھتا ہوں کہ تو وہی دشمن ہے، جس کا حال مجھے اللہ تعالیٰ (خواب میں) دکھا جا چکا ہے اور یہ ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ میری طرف سے تمہیں جواب دے گا۔ یہ کہہ کر آپ ﷺ واپس چلے گئے۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے آپ ﷺ کے اس ارشاد کا مطلب پوچھا تو انہوں نے بیان کیا کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

”ایک دفعہ میں سویا ہوا تھا، میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے ہاتھ میں سونے کے دو کنگن ہیں تو میں بہت پریشان ہوا۔ خواب میں ہی مجھے حکم دیا گیا کہ ان پر پھونک مارو، میں نے ان پر پھونک ماری تو وہ دونوں اڑ گئے۔ میں نے اس کی تعبیر سمجھی کہ میرے بعد دو جھوٹے شخص پیغمبری کا دعویٰ کریں گے، ان میں سے ایک اسود عسی ہے اور دوسرا مسلمہ کذاب۔“^①

مرزا غلام احمد قادیانی کے دعوائے نبوت کے ابطال پر مولانا عبدالرحمن کیلانی رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر ”تیسیر القرآن“ میں مفصل بحث کی ہے اور دلائل سے ثابت کیا ہے کہ مرزا کذاب اپنے پیغمبری کے دعوے میں جھوٹا تھا۔ تفصیل کے لیے شائقین اس تفسیر کی طرف رجوع کریں۔^②

نبی کریم ﷺ کی عالم گیر رسالت:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ۚ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ يُحْيِي وَيُمِيتُ ۚ فَأَمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ الَّذِي يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَكَلِمَاتِهِ وَاتَّبِعُوهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ﴿١٥٨﴾ (الاعراف: ١٥٨)

① صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب وفد بنی حنیفہ، رقم: ٤٣٧٣.

② تیسیر القرآن: ٥٩٠/٣ - ٥٩٥.

” (اے پیغمبر!) آپ کہہ دیجئے کہ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اُس اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا رسول ہوں، جس کی بادشاہی تمام آسمانوں اور زمین میں ہے، اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہی زندگی دیتا ہے اور وہی موت دیتا ہے پس اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے نبی پر جو کہ اللہ تعالیٰ پر اس کے احکام پر ایمان رکھتے ہیں، اور ان کی اتباع کرو، تاکہ تم (سیدھی) راہ پر آ جاؤ۔“

اس آیت کی تفسیر کے لیے ”صحیح بخاری“ کا مطالعہ انتہائی مفید ہے، چنانچہ اس میں ہے:

” اتفاق سے ابو بکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ میں کچھ چشمک ہو گئی، سیدنا صدیق رضی اللہ عنہ نے سیدنا فاروق رضی اللہ عنہ کو ناراض کر دیا۔ سیدنا فاروق رضی اللہ عنہ اسی حالت میں چلے گئے۔ سیدنا صدیق رضی اللہ عنہ نے درخواست کی کہ آپ معاف فرمائیں اور اللہ سے میرے لیے بخشش چاہیں۔ لیکن سیدنا عمر رضی اللہ عنہ راضی نہ ہوئے بلکہ کواڑ بند کر لیے، آپ لوٹ کر رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے، اس وقت دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی حضور ﷺ کی مجلس میں موجود تھے، آپ ﷺ نے فرمایا، تمہارے اس ساتھی نے انہیں ناراض اور غضبناک کر دیا، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی واپسی کے بعد بہت ہی نادم ہوئے اور اسی وقت دربار رسالت مآب میں حاضر ہو کر ساری بات کہہ سنائی، رسول اللہ ﷺ ناراض ہوئے، ابو بکر رضی اللہ عنہ بار بار کہتے جاتے تھے کہ اے اللہ کے رسول! زیادہ ظلم تو مجھ سے سرزد ہوا ہے، حضور ﷺ نے فرمایا، کیا تم میرے ساتھی کو میری وجہ سے چھوڑتے نہیں؟ سنو! جب میں نے اس آواز حق کو اٹھایا کہ لوگو میں تم سب کی طرف اللہ کا پیغمبر بنا کر بھیجا گیا ہوں، تو تم نے کہا تو جھوٹا ہے، لیکن اس ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا، آپ ﷺ سچے ہیں۔“^①

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((فَضِّلْتُ عَلَى الْأَنْبِيَاءِ بِسِتٍّ: أُعْطِيتُ جَوَامِعَ الْكَلِمِ، وَنُصِرْتُ

① صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب قل یا یہا الناس انی رسول اللہ، رقم: ۶۶۴۰.

بِالرُّعْبِ، وَأَحَلَّتْ لِي الْغَنَائِمَ، وَجَعَلَتْ لِي الْأَرْضَ مَسْجِدًا
وَطَهُورًا، وَأَرْسَلَتْ إِلَيَّ الْخَلْقَ كَافَّةً وَخَتِمَ بِي النَّبِيُّونَ. ❶

”مجھے چھ خوبیوں کی بنا پر دوسرے انبیاء پر برتری حاصل ہے (۱) مجھے جامع گفتگو کا
ملکہ دیا گیا ہے۔ (۲) خاص رعب و دبدبے کے ذریعے میری مدد کی گئی ہے۔ (۳)
میرے لیے مالِ غنیمت حلال کیا گیا ہے۔ (۴) میرے لیے تمام زمین مسجد اور
پاکیزگی عطا کرنے والی بنائی گئی ہے۔ (۵) مجھے تمام مخلوق کی طرف رسول بنا کر
بھیجا گیا ہے۔ (۶) مجھ پر انبیاء کا سلسلہ ختم کیا گیا ہے۔“

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

”جسے دین اسلام کی ذرا بھی سمجھ ہے وہ بالیقین جانتا اور مانتا ہے کہ آپ ﷺ
تمام جہان کے لوگوں کی طرف اللہ کے رسول ہیں۔“ ❷

مولانا عبدالرحمن کیلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”معلوم ہوا کہ آپ ﷺ سابقہ انبیاء علیہم السلام کی طرح نسلی یا قومی پیغمبر نہ تھے اور
نہ علاقائی۔ آپ کا حلقہ تبلیغ پوری دنیا کے انسان ہیں اور سارے کے سارے لوگ
ہیں، پھر آپ ﷺ وقتی یا کسی مخصوص زمانہ کے بھی پیغمبر نہیں، بلکہ قیامت تک کے
لیے پیغمبر ہیں اور آپ ﷺ کی رسالت کا کام تا قیامت جاری رہے گا، کیونکہ آپ
ﷺ خاتم النبیین ہیں۔ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں، (اللہ کی طرف سے آنے والا
نہیں) اور اگر کوئی نبوت کا دعویٰ کرے تو وہ جھوٹا اور کذاب ہوگا۔ آپ نے اپنی
زندگی بھر امکانی حد تک تبلیغ رسالت کا فریضہ سرانجام دیا، حجۃ الوداع کا موقع پر آپ
نے بڑی تاکید سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر یہ ذمہ داری ڈالی کہ جن لوگوں تک اللہ کا
پیغام نہیں پہنچ سکا، ان تک وہ پہنچا دیں، لہذا اب اس امت کی ذمہ داری ہے

❶ صحیح مسلم، کتاب الصلوٰۃ، رقم: ۱۱۶۸۔

❷ تفسیر ابن کثیر: ۴۱۴/۲۔

کہ وہ اسلام کی دعوت کو دنیا کے کونے کونے تک پہنچانے کا کام سرانجام دیں، اور اس کام کے لیے جو ممکن ذرائع اختیار کیے جاسکتے ہیں، وہ کیے جائیں۔“^①

پہلی آیت کی تفسیر میں حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ نقل فرماتے ہیں:

”یہ آیت بھی رسالتِ محمدیہ کی عالم گیر رسالت کے اثبات میں بالکل واضح ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو حکم دیا کہ آپ ﷺ کہہ دیجئے کہ اے کائنات کے انسانو! میں سب کی طرف اللہ کا رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ یوں آپ ﷺ پوری بنی نوع انسانی کے نجات دہندہ اور رسول ہیں۔ اب نجات اور ہدایت نہ عیسائیت میں ہے نہ یہودیت میں، نہ کسی اور مذہب میں، نجات اور ہدایت اگر ہے تو صرف اسلام کے اپنانے اور اسے ہی اختیار کرنے میں ہے۔“^②

معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کے بعد یہود و نصاریٰ کے پاس بھی بخشش کا ایک یہی راستہ ہے کہ وہ آپ ﷺ پر ایمان لے آئیں۔ اس کے متعلق رسول اللہ ﷺ کا واضح فرمان بھی موجود ہے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ محمد ﷺ جو اللہ کے آخری رسول اور رحمۃ للعالمین ہیں، نے فرمایا:

”قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے! اس امت کا جو کوئی بھی یہودی یا نصرانی میری خبر سن لے یعنی میری نبوت و رسالت کی دعوت اس تک پہنچ جائے اور پھر وہ مجھ پر اور میرے لائے ہوئے دین پر ایمان لائے بغیر مر جائے، تو وہ ضرور دوزخیوں میں ہوگا۔“^③

عبدالرحمن سعدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”جو شخص بھی یہ دعویٰ رکھتا ہے کہ وہ انبیائے کرام علیہم السلام کا پیروکار ہے، یہودی ہو یا

① تیسیر القرآن: ۱۰۷/۲.

② تفسیر احسن البیان، ص: ۴۶۱.

③ صحیح مسلم، کتاب الایمان، رقم: ۳۴۶.

عیسائی یا کوئی اور، اگر وہ محمد ﷺ پر ایمان نہیں لایا تو وہ اس پختہ عہد (جس پر اللہ اور اس کے رسولوں کی گواہی ہے کہ محمد ﷺ پر ایمان لانا سب کے لیے لازم ہے) کی خلاف ورزی کر رہا ہے۔ اس عہد شکنی کی سزا کے طور پر جہنم میں ہمیشہ رہنے کا مستحق ہو گیا ہے کیونکہ وہ نافرمان ہے۔“^①

نبی کریم ﷺ کی نبوت کے بعد انبیاء کرام ﷺ کو بھی آپ کی اتباع کا حکم دیا گیا:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُمْ مِنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنْصُرُنَّهُ قَالَ أَأَقْرَرْتُمْ وَأَخَذْتُمْ عَلَىٰ ذُلِكُمْ إِصْرِي قَالُوا أَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوا وَآتَاكُمْ مِنْ الشَّاهِدِينَ ①﴾ (آل عمران : ۸۱)

”جب اللہ نے نبیوں سے عہد لیا کہ جو کچھ میں تمہیں کتاب و حکمت دوں پھر تمہارے پاس وہ رسول آئے جو تمہارے پاس کی چیز کو صحیح بتائے، تو تمہارے لیے اس پر ایمان لانا اور اس کی مدد کرنا ضروری ہے۔ فرمایا کہ تم اسکے اقراری ہو اور اس پر میرا ذمہ لے رہے ہو؟ سب نے کہا کہ ہمیں اقرار ہے، فرمایا، تو اب گواہ رہو اور خود میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں۔“

مولانا عبدالرحمن کیلانی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

اللہ تعالیٰ نے ایک عہد تو تمام بنی آدم سے عالم ارواح میں لیا تھا کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائیں گے جس کا ذکر ”سورۃ اعراف“ میں ہے، اور دوسرا عہد انبیاء سے لیا گیا تھا، جس کا ذکر اس آیت میں ہے، اور مفسرین کی رائے کے مطابق یہ عہد بھی عالم ارواح میں ہی لیا گیا تھا، اور وہ عہد یہ تھا کہ اگر تمہاری زندگی میں کوئی ایسا نبی آئے جو تمہارے پاس پہلے سے موجود

① تفسیر السعدی، ص : ۳۸۷.

کتاب کی تصدیق کرتا ہوتا تمہیں اس پر ایمان بھی لانا ہوگا اور اس کی مدد بھی کرنا ہوگی۔ یہ حکم دینے کے بعد اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء علیہم السلام سے اس حکم کی بجا آوری کی توثیق بھی کرائی۔ بے شمار انبیاء تو ایسے ہیں جو ہم عصر تھے، جیسے سیدنا ابراہیم اور لوط علیہما السلام، سیدنا موسیٰ اور ہارون علیہما السلام، سیدنا عیسیٰ اور یحییٰ علیہما السلام وغیرہ، اور یہ سب دعوت الی اللہ کے کام میں ایک دوسرے کے معاون اور مددگار تھے۔ پھر جو عہد انبیاء علیہم السلام سے لیا گیا تھا اس کو پورا کرنے کی ذمہ داری ہر نبی کی امت پر بھی عائد ہوتی ہے۔ اس لحاظ سے یہود پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی تھی کہ وہ عیسیٰ علیہ السلام اور دوسرے انبیاء کرام علیہم السلام پر ایمان لاتے اور ان کے کام میں مددگار ثابت ہوتے۔ اسی طرح یہود، نصاریٰ اور مشرکین مکہ (جو اپنے آپ کو دین ابراہیم کا پیروکار سمجھتے تھے) سب پر یہی ذمہ داری عائد ہوتی تھی کہ وہ رسول اللہ ﷺ پر ایمان لاتے اور ان کے معاون و مددگار ثابت ہوتے۔ پھر یہ بات صرف اس عہد تک ہی محدود نہ تھی بلکہ ہر نبی کی کتاب میں بعد میں آنے والے نبی کی بشارت بھی دی جاتی رہی، اور اس نبی اور اس کی امت سے اسی قسم کا عہد لیا جاتا رہا۔

واضح رہے کہ رسول اللہ ﷺ سے پہلے کے انبیاء علیہم السلام سے یہ عہد لیا گیا تھا اور ان کی کتابوں میں آنے والے نبی کی بشارت بھی دی گئی تھی۔ لیکن آپ ﷺ سے اس قسم کا عہد نہیں لیا گیا کیونکہ آپ ﷺ خاتم النبیین ہیں۔ قرآن وحدیث میں کسی آنے والے نبی کی بشارت بھی نہیں ہے۔ اس کے برعکس قرآن میں آپ ﷺ کو خاتم النبیین کہا گیا ہے اور بے شمار احادیث صحیحہ سے یہ بات واضح ہے کہ آپ ﷺ کے بعد تا قیامت کوئی نبی نہیں آئے گا۔ البتہ قیامت کے قریب سیدنا عیسیٰ علیہ السلام ضرور نازل ہوں گے، مگر اس وقت ان کی حیثیت آپ ﷺ کے متبع کی ہوگی یعنی وہ شریعت محمدیہ کی ہی اتباع کریں گے۔“^①

شیخ عبدالرحمن سعدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”چونکہ محمد ﷺ خاتم النبیین ہیں اس لیے تمام انبیاء کرام علیہم السلام پر واجب ہے کہ

① تیسیر القرآن: ۲۸۳/۱

جس نبی کو بھی آپ ﷺ کا زمانہ ملے وہ آپ پر ایمان لائے، آپ کی پیروی کرے اور آپ کی مدد کرے، کیونکہ آپ ان کے امام، پیشوا اور متبوع ہیں۔ یہ آیت کریمہ نبی کریم ﷺ کے بلند مرتبے اور عظمت شان کی سب سے بڑی دلیل ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ ﷺ تمام انبیاء علیہم السلام سے افضل اور ان کے سردار ہیں۔^①

حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ نقل فرماتے ہیں:

” (اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ) ہر نبی سے یہ وعدہ لیا گیا کہ اس کی زندگی اور دور نبوت میں اگر دوسرا نبی آئے گا تو اس پر ایمان لانا اور اس کی مدد کرنا ضروری ہو گا، جب نبی کی موجودگی میں آنے والے نئے نبی پر خود اس نبی کو ایمان لانا ضروری ہے تو ان کی امتوں کے لیے تو اس نئے نبی پر ایمان لانا بطریق اولیٰ ضروری ہے۔ بعض مفسرین نے ”رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ“ سے ”الرَّسُوْلُ“ کا مفہوم مراد لیا ہے یعنی سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی بابت تمام نبیوں سے عہد لیا گیا کہ اگر ان کے دور میں وہ آجائیں تو اپنی نبوت ختم کر کے ان پر ایمان لانا ہوگا، لیکن واقعہ یہ ہے کہ پہلے معنی میں ہی یہ دوسرا مفہوم از خود آ جاتا ہے۔ اس لیے الفاظ قرآن کے اعتبار سے پہلا مفہوم ہی زیادہ صحیح ہے، اور اس مفہوم کے لحاظ سے بھی یہ بات واضح ہے کہ نبوت محمدی کے سراج منیر کے بعد کسی بھی نبی کا چراغ نہیں جل سکتا بہر حال اب قیامت تک واجب الاتباع صرف محمد رسول اللہ ﷺ ہیں، اور نجات انہی کی اطاعت میں منحصر ہے نہ کہ کسی امام کی اندھی تقلید یا کسی بزرگ کی بیعت میں۔ جب کسی پیغمبر کا سکہ اب نہیں چل سکتا تو کسی اور کی ذات غیر مشروط اطاعت کی مستحق کیوں کر ہو سکتی ہے؟“^②

① تفسیر السعدی: ۳۸۷/۱

② تفسیر أحسن البیان، ص: ۱۵۸

درج ذیل حدیث بھی اس مسئلے کو بخوبی واضح کرتی ہوئی نظر آتی ہے: سیدنا جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ تورات لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ تورات ہے۔ آپ خاموش رہے، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ تورات پڑھنے لگے تو رسول اللہ ﷺ کا چہرہ مبارک (غصے سے) بدلنے لگا۔ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ (نے یہ صورت حال دیکھی) تو کہا: اے عمر! گم کرنے والیاں تجھے گم پائیں۔ رسول اللہ ﷺ کے چہرہ انور کی طرف نہیں دیکھتے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے چہرہ مبارک کی طرف دیکھا تو کہا: میں اللہ اور اس کے رسول کے غصے سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔ ہم اللہ کے رب ہونے پر اسلام کے دین ہونے پر اور محمد ﷺ کے نبی ہونے پر راضی ہیں۔ اس کے بعد رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے! اگر آج موسیٰ علیہ السلام تشریف لے آئیں اور تم لوگ میری اتباع کرنے کے بجائے ان کی اتباع شروع کر دو تو سیدھی راہ سے گمراہ ہو جاؤ گے۔ اور اگر موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے اور میری نبوت کا زمانہ پاتے، تو وہ بھی میری ہی اتباع کرتے۔“^①

نبی ﷺ اُمت کے لیے بہترین نمونہ ہیں:

نبی کریم ﷺ کی ذات گرامی نیک صفات اور اچھے اخلاق و کردار میں مومنوں کے لیے بہترین نمونہ ہے۔ آپ مشکل گھڑیوں میں ہمیشہ ثابت قدم رہے، دُکھ اور مصیبت پر صبر کیا، اور کسی حال میں بھی آپ کے پائے استقامت میں لغزش نہیں پیدا ہوئی۔ مکی زندگی میں قریشیوں نے آپ پر ہر مصیبت کے پہاڑ ڈھائے، اور آپ اور مسلمانوں پر عرصہ حیات تنگ کر دیا، لیکن آپ ایمان و عزیمت کے ساتھ سب کچھ جھیل گئے۔ آپ ﷺ کے یہ اوصاف ان مومنوں کے لیے مشعل راہ ہیں جو رضائے الہی اور ثوابِ آخرت کی اُمید لگائے ہوئے ہیں۔ ایسے لوگ اللہ کی راہ میں جہاد کرتے وقت بزدلی نہیں دکھاتے اور اللہ کو خوب یاد کرتے رہتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

① سنن دارمی، المقدمة، رقم: ۴۳۹، اسنادہ صحیح۔

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُوا اللَّهَ وَ
الْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَذِكْرٍ ۝﴾ (الاحزاب : ۲۱)

”یقیناً تمہارے لیے رسول اللہ (کی زندگی) میں عمدہ نمونہ موجود ہے، ہر اس شخص کے لیے جو اللہ کی، اور قیامت کے دن کی توقع رکھتا ہے اور بکثرت اللہ کی یاد کرتا ہے۔“

حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ لکھتے ہیں:

”یعنی اے مسلمانو! اور منافقو! تم سب کے لیے رسول اللہ ﷺ کی ذات کے اندر بہترین نمونہ ہے، پس تم جہاد میں اور صبر و ثبات میں اسی کی پیروی کرو۔ ہمارا یہ پیغمبر جہاد میں بھوکا رہا حتیٰ کہ انہیں پیٹ پر پتھر باندھنے پڑے، ان کا چہرہ زخمی ہو گیا، ان کا رباعی دانت (مبارک) ٹوٹ گیا، خندق اپنے ہاتھوں سے کھودی اور تقریباً ایک مہینہ دشمن کے سامنے سینہ سپر رہا۔ یہ آیت اگرچہ جنگِ احزاب کے ضمن میں نازل ہوئی ہے جس میں جنگ کے موقع پر بطور خاص رسول اللہ ﷺ کے اسوۂ حسنہ کو سامنے رکھنے اور ان کی اقتدا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ لیکن یہ حکم عام ہے یعنی آپ ﷺ کے تمام اقوال، افعال اور احوال میں مسلمانوں کے لیے آپ ﷺ کی اقتدا ضروری ہے چاہے ان کا تعلق عبادات سے ہو یا معاشرت سے، معیشت سے، سیاست سے۔ زندگی کے ہر شعبے میں آپ کی ہدایات واجب الاتباع ہیں۔“^①

نبی کریم ﷺ کی اتباع ایمان اور ہدایت ہے:

نبی کریم ﷺ کی اتباع مومن اور ہدایت یافتہ ہی کرتے ہیں، چنانچہ نبی کریم ﷺ کی

اتباع سے اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ

① تفسیر أحسن البیان، ص: ۱۱۷۲۔

ذُنُوبِكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٣١﴾ (آل عمران: ۳۱)

”آپ کہہ دیجیے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا، اور تمہارے گناہ معاف کر دے گا، اور اللہ بڑا معاف کرنے والا، رحم کرنے والا ہے۔“

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ ”یہ آیت اُن تمام لوگوں کے خلاف دلیل ہے جو اللہ کی محبت کا دعویٰ کرتے ہیں اور طریقہ محمدی پر گامزن نہیں ہوتے۔ جب تک آدمی اپنے تمام اقوال و افعال میں شرع محمدی کی اتباع نہیں کرتا، وہ اللہ سے دعویٰ محبت میں کاذب ہوتا ہے۔“

(تفسیر ابن کثیر، تحت هذا الآية)

مزید برآں یہ کہ اتباع رسول ﷺ کے باعث انسان کے گناہ بھی معاف ہو جاتے ہیں، جیسا کہ آیت کریمہ میں ہے: ﴿وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ﴾ ”اور تمہارے گناہ معاف کر دے گا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْاِنْفَالِ طَقُلِ الْاِنْفَالِ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ ۗ فَاتَّقُوا اللّٰهَ

وَاصْلِحُوا اٰذَاتِ بَيْنِكُمْ ۗ وَاَطِيعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗٓ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۗ﴾ ﴿١﴾

(الانفال: ۱)

”یہ لوگ آپ سے غنائم کا حکم دریافت کرتے ہیں۔ آپ فرما دیجئے کہ غنائم اللہ اور اس کے رسول کی ہیں۔ تم اللہ سے ڈرو، اور اپنے باہمی تعلقات کی اصلاح کرو، اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اگر تم ایمان دار ہو۔“

امام رازی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

”اللہ اور رسول کی اطاعت کرو اگر تم مومن ہو (مراد یہ ہے کہ جس ایمان کی طرف رسول نے تمہیں دعوت دی ہے، اور اس کی رغبت دلائی ہے، وہ اس اطاعت و فرمانبرداری کے بغیر مکمل نہیں ہو سکتا، اس لیے اطاعت سے روگردانی سے بچو۔“ ﴿١﴾

عبدالرحمن سعدی رحمہ اللہ نے لکھا ہے:

”اللہ اور رسول کی اطاعت کرو اگر تم مومن ہو (کیونکہ ایمان اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کا تقاضا کرتا ہے، جیسے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت نہیں کرتا وہ مومن نہیں، جس کی اطاعت الہی اور اطاعت رسول ناقص ہے اس کا ایمان بھی اتنا ہی ناقص ہے۔“^①

حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ فرماتے ہیں:

”اس (آیت) کا مطلب یہ ہوا کہ مذکورہ تینوں باتوں پر عمل کے بغیر ایمان مکمل نہیں۔ اس سے تقویٰ، اصلاح ذات البین، اور اللہ اور رسول کی اطاعت کی اہمیت واضح ہے۔ خاص طور پر مالِ غنیمت کی تقسیم میں ان تینوں امور پر عمل نہایت ضروری ہے۔ کیونکہ مال کی تقسیم میں باہمی فساد کا بھی شدید اندیشہ رہتا ہے، اس کے علاج کے لیے اصلاح ذات البین پر زور دیا۔ ہیرا پھیری اور خیانت کا بھی امکان رہتا ہے، اس کے لیے تقویٰ کا حکم دیا۔ اس کے باوجود بھی کوئی کوتاہی ہو جائے تو اس کا حل اللہ اور رسول کی اطاعت میں مضمر ہے۔“^②

جس طرح ایمان دار ہونے کے لیے اطاعت رسول ضروری ہے، اسی طرح ہدایت یافتہ ہونے کے لیے بھی اطاعت رسول ضروری ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَ أَطِيعُوا الرَّسُولَ ۚ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَيْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ ۗ وَإِنْ تُطِيعُوا تَهْتَدُوا ۗ وَمَا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ ﴿۵۴﴾ (النور : ۵۴)

”کہہ دیجئے کہ اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو، اگر تم نے روگردانی کی تو رسول کے ذمے تو صرف وہی ہے جو اس پر لازم کر دیا گیا ہے، اور تم پر اس کی

① تفسیر السعدی: ۹۶۸/۱.

② تفسیر احسن البیان، ص: ۴۷۸.

جو ابدا ہی ہے جو تم پر رکھا گیا ہے۔ ہدایت تو تمہیں اسی وقت ملے گی جب رسول کی اطاعت کرو گے۔ سنو! رسول کے ذمے تو صرف صاف طور پر پہنچا دینا ہی ہے۔“
حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

”رسول کی اطاعت میں ہدایت اس لیے ہے کیونکہ وہ صراطِ مستقیم کی طرف دعوت دیتا ہے۔“^①

علامہ نسفی حنفی نے لکھا ہے:

”اگر تم رسول کی اطاعت کرو گے تو ہدایت پاؤ گے، کا مطلب یہ ہے کہ اگر تم اُن تمام اُمور میں رسول کی اطاعت کرو گے جن کا اس نے حکم دیا ہے، اور جن سے اس نے روکا ہے تو تم ہدایت سے اپنا حصہ محفوظ کر لو گے۔“^②
امام رازی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے:

”اطاعتِ رسول کے ذریعے تم ہدایت پا جاؤ گے، کا مطلب یہ ہے کہ تم حق کو پا لو گے اور اگر تم اس کی نافرمانی کرو گے تو پھر رسول کا کام تو پیغام پہنچا دینا ہی ہے۔“^③

اختلاف کی صورت میں نبی کریم ﷺ کو فیصلہ ماننا:

کوئی آدمی اس وقت تک مسلمان نہیں ہو سکتا، جب تک اپنے تمام اُمور میں رسول اللہ ﷺ کو فیصلہ نہیں مان لیتا، اس لیے کہ آپ کا فیصلہ وہ ربانی فیصلہ ہے، جس کے برحق ہونے کا دل میں اعتقاد رکھنا ضروری ہے، اور عمل کے ذریعے بھی اس پر ایمان رکھنے کا ثبوت فراہم کرنا ضروری ہے۔ اسی لیے اللہ نے فرمایا: یہ ضروری ہے کہ لوگوں کا ظاہر و باطن اسے تسلیم کر لے، اور اس کی حقانیت کے بارے میں دل کے کسی گوشے میں بھی شبہ باقی نہ رہے۔ چنانچہ

① تفسیر ابن کثیر: ۷۶/۶۔

② تفسیر مدارك التنزيل: ۴۲۵/۲۔

③ تفسیر الكبير، للرازی: ۳۶۲/۱۱۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجُؤْا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ۝۱۵ ﴾

(النساء: ۶۵)

”قسم ہے تیرے پروردگار کی! یہ ایماندار نہیں ہو سکتے جب تک کہ تمام آپس کے اختلاف میں آپ کو حاکم نہ مان لیں، پھر جو فیصلے آپ ان میں کر دیں، ان سے اپنے دل میں کسی طرح کی تنگی اور ناخوشی نہ پائیں، اور فرمانبرداری کے ساتھ قبول کر لیں۔“

اس آیت کا صحیح شانِ نزول یہ ہے:

”سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ کا، جو رسول اللہ ﷺ کے پھوپھی زاد تھے، اور ایک آدمی کا کھیت کو سیراب کرنے والے (نالے) کے پانی پر جھگڑا ہو گیا۔ معاملہ نبی کریم ﷺ تک پہنچا تو آپ ﷺ نے صورتِ حال کا جائزہ لے کر جو فیصلہ دیا تو وہ اتفاق سے سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ کے حق میں تھا، جس پر دوسرے آدمی نے کہا کہ آپ ﷺ نے یہ فیصلہ اس لیے کیا ہے کہ وہ آپ ﷺ کا پھوپھی زاد ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ ① آیت کا مطلب یہ ہوا کہ نبی کریم ﷺ کی کسی بات یا فیصلے سے اختلاف تو کجا، دل میں انقباض بھی محسوس کرنا ایمان کے منافی ہے۔ یہ آیت بھی منکرینِ حدیث کے لیے تو ہے ہی، دیگر افراد کے لیے بھی لمحہ فکریہ ہے جو قولِ امام کے مقابلے میں حدیثِ صحیح سے انقباض ہی محسوس نہیں کرتے، بلکہ یا تو کھلے لفظوں میں اسے ماننے سے انکار کر دیتے ہیں یا اس کی دوراز کار تاویل کر کے یا ثقہ راویوں کو ضعیف باور کرا کے مسترد کرنے کی مذموم سعی کرتے ہیں۔“ ②

① صحیح بخاری، کتاب التفسیر، تفسیر سورة النساء.

② بحوالہ أحسن البیان، ص: ۲۳۳-۲۳۴.

شیخ عبدالرحمن سعدی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

”اللہ تعالیٰ نے اپنی ذاتِ اقدس کی قسم کھاتے ہوئے فرمایا کہ یہ لوگ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے جب تک اپنے جھگڑوں میں اس کے رسول کو حکم تسلیم نہ کریں۔ یعنی ہر اس معاملے میں رسول اللہ ﷺ کو حکم اور فیصلہ تسلیم کریں جس میں اجماعی مسائل کے برعکس ان کے درمیان کسی قسم کا کوئی اختلاف واقع ہو، کیونکہ اجماعی مسائل کتاب و سنت کی دلیل پر مبنی ہوتے ہیں۔ پھر اس تحکیم کو تسلیم کرنا ہی کافی قرار نہیں دیا، بلکہ یہ شرط بھی عائد کی کہ آپ کو حکم تسلیم کرنا محض اغماض کے پہلو سے نہ ہو، بلکہ ان کے دلوں میں کسی قسم کی تنگی اور حرج نہ ہو، اور اس تحکیم کو ہی کافی قرار نہیں دیا جب تک کہ وہ شرح صدر، اطمینانِ نفس، ظاہری اور باطنی اطاعت کے ساتھ آپ کے فیصلے کو تسلیم نہ کر لیں۔ پس آپ کو حکم تسلیم کرنا اسلام کے مقام میں ہے، اس تحکیم میں تنگی محسوس نہ کرنا، ایمان کے مقام میں ہے اور آپ کے فیصلے پر تسلیم و رضا احسان کے مقام میں ہے۔“^①

ایک دوسرے مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَ أَطِيعُوا الرَّسُولَ وَ أُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَ الرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَ الْيَوْمِ الْآخِرِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَ أَحْسَنُ تَأْوِيلًا ﴿٥٩﴾﴾

(النساء: ٥٩)

”اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ کی، اور اطاعت کرو رسول کی اور ان کی جو تم میں سے صاحبِ حکومت ہیں، پھر اگر تم کسی بات میں جھگڑ پڑو تو اللہ اور رسول کی طرف رجوع کرو، اگر تم ایمان رکھتے ہو اللہ پر اور یومِ آخرت پر، یہ بہتر ہے اور اس کا انجام بہت اچھا ہے۔“

① تفسیر السعدی: ٥٣٦/١

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

”اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اگر تم میں کسی بارے میں جھگڑا پڑے تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹاؤ، یعنی کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کی طرف لوٹاؤ جیسا کہ مجاہد رحمہ اللہ کی تفسیر ہے، پس یہاں صریح اور صاف لفظوں میں اللہ تعالیٰ کا حکم ہو رہا ہے کہ لوگ جس مسئلہ میں بھی اختلاف کریں۔ خواہ وہ مسئلہ اصول دین سے متعلق ہو، خواہ فروغ دین سے متعلق، اس کے تصفیہ کی صرف یہی صورت ہے کہ کتاب و سنت کو فیصلہ مان لیا جائے، جو اس میں ہو وہ قبول کیا جائے، جیسا کہ ایک دوسری آیت میں ہے کہ ”اگر تمہارا کسی چیز میں اختلاف ہو جائے تو اس کا فیصلہ اللہ کی طرف ہے۔“ لہذا کتاب و سنت جو حکم دے، اور جس مسئلہ کی صحت کی شہادت سے، وہی حق ہے باقی سب باطل ہے۔ قرآن میں ہے کہ ”حق کے بعد جو بھی ہے وہ ضلالت و گمراہی ہی ہے“ اسی لیے یہاں بھی اس حکم کے ساتھ ارشاد ہوتا ہے کہ ”اگر تم اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہو“ یعنی اگر تم ایمان کے دعوے میں سچے ہو تو جس مسئلہ میں تمہیں اختلاف ہو جائے یا جس میں مختلف آراء ہوں، ان سب کا فیصلہ کتاب اللہ اور حدیث رسول سے کیا کرو، جو ان دونوں میں ہو مان لیا کرو۔ ثابت ہوا کہ جو شخص اختلافی مسائل کا تصفیہ کتاب و سنت کی طرف نہ لے جائے وہ اللہ پر اور قیامت پر ایمان نہیں رکھتا۔“^①

حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

”اللہ کی طرف لوٹانے سے مراد، قرآن کریم اور ”الرسول“ سے مراد اب حدیث رسول ہے۔ یہ تنازعات کے ختم کرنے کے لیے ایک بہترین اصول بتلا دیا گیا ہے۔ اس اصول سے بھی یہ واضح ہوتا ہے کہ کسی تیسری شخصیت کی اطاعت واجب نہیں۔ جس طرح تقلید شخصی یا تقلید معین کے قائلین نے ایک تیسری اطاعت کو

① تفسیر ابن کثیر: ۷۰۷/۱.

واجب قرار دے رکھا ہے، اور اسی تیسری اطاعت نے، جو قرآن کی اس آیت کے صریح مخالف ہے، مسلمانوں کو امت متحدہ کی بجائے امت منتشرہ بنا رکھا ہے اور ان کے اتحاد کو تقریباً ناممکن بنا دیا ہے۔“^①

عبدالرحمن سعدی رحمہ اللہ نے لکھا ہے:

”یہ آیت کریمہ دلالت کرتی ہے کہ جو کوئی نزاعی مسائل کو قرآن و سنت پر پیش نہیں کرتا وہ حقیقی مومن نہیں، بلکہ وہ طاغوت پر ایمان رکھتا ہے، جیسا کہ بعد والی آیت میں (اللہ تعالیٰ نے) ذکر فرمایا ہے۔“^②

پس کسی معاملے میں بھی اللہ اور اس کے رسول کا حکم صادر ہو جائے تو کسی مومن مرد یا عورت کے لیے یہ اختیار باقی نہیں رہتا کہ اس کی مخالفت کرے، اور اپنی یا کسی اور کی رائے پر عمل کرے، اس لیے کہ اللہ اور اس کے رسول کی سراسر نافرمانی اور کھلم کھلا گمراہی ہوگی۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا لِمُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُّبِينًا﴾ (الاحزاب: ۳۶)

”اور جب اللہ اور اس کا رسول کسی معاملے میں فیصلہ کر دے، تو کسی مسلمان مرد اور عورت کے لیے اس بارے میں کوئی اور فیصلہ قبول کرنے کا اختیار باقی نہیں رہتا، اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا، وہ کھلی گمراہی میں مبتلا ہو جائے گا۔“

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ:

”اس آیت میں مذکور حکم تمام امور کو شامل ہے، یعنی کسی بھی معاملے میں جب اللہ

① تفسیر أحسن البیان، ص: ۲۳۱۔

② تفسیر السعدی: ۵۳۳/۱۔

اور اس کے رسول ﷺ کا حکم صادر ہو جائے، تو کسی کے لیے بھی اس کی مخالفت جائز نہیں ہے، اور نہ کسی کے قول یا رائے کی کوئی حیثیت باقی رہ جاتی ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ النساء آیت (۶۵) میں فرمایا ہے۔“ (تفسیر ابن کثیر، تحت الآیة) اطاعتِ رسول سے روگردانی اعمال کے ضیاع کا ذریعہ ہے:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَ أَطِيعُوا الرَّسُولَ وَلَا تُبْطِلُوا
أَعْمَالَكُمْ﴾ (محمد : ۳۳)

”اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو، اور رسول کی اطاعت کرو، اور اپنے اعمال غارت مت کرو۔“

حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ رقمطراز ہیں:

”اس آیت سے معلوم ہوا کہ کوئی عمل خواہ کتنا ہی بہتر کیوں نہ معلوم ہوتا ہو، اگر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کے دائرے سے باہر ہے تو رائیگاں اور برباد ہے۔“^①

مولانا عبد الرحمن کیلانی رحمہ اللہ نے اس آیت کی یوں وضاحت فرمائی ہے:

”یعنی تم جو کام بھی کرو وہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کے جذبہ سے اور اس کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق ہونا چاہیے۔ مثلاً جہاد سے اصل مقصود اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی اور اس کے کلمہ کی سر بلندی ہے۔ اگر کوئی شخص کسی اور جذبہ کے تحت مثلاً شہرت اور ناموری کی غرض سے یا قبائلی عصبیت کی وجہ سے یا مالِ غنیمت کے حصول کی بنا پر جہاد کرے گا، تو اس کا ایسا نیک عمل بھی مقبول نہ ہوگا۔ پھر اسے یہ بھی چاہیے کہ اپنے نیک عمل کی حفاظت کرے اور کوئی ایسا کام نہ کر بیٹھے، جس سے اس کے عمل کے برباد ہونے کا خطرہ ہو۔ مثلاً ارتداد، شرک، اپنے کئے ہوئے

① تفسیر أحسن البیان، ص: ۱۴۳۹.

کام پر فخر کرنا یا صدقہ کی صورت میں احسان جتلانا ایسے کام ہیں جو نیک اعمال کو برباد کر دیتے ہیں۔“ ❶

معلوم ہوا کہ جو بھی اطاعتِ رسول سے منہ پھیرے گا وہ خائب و خاسر ہوگا، اور جو عمل بھی رسول اللہ ﷺ کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق نہیں ہوگا، وہ برباد اور ضائع ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہے:

((مَنْ عَمَلَ عَمَلًا لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ)) ❷

”جس نے کوئی ایسا عمل کیا جس پر ہمارا حکم نہیں، تو وہ مردود ہے۔“

نبی کریم ﷺ کا حکم رد کرنے کا کسی کو اختیار نہیں:

ارشاد باری تعالیٰ ہے :

﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا لِمُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ ۗ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلًّا مُبِينًا ۝﴾ (الاحزاب : ۳۶)

”اور کسی مسلمان مرد و عورت کو اللہ اور اس کے رسول کے فرمان کے بعد اپنے کسی امر کا کوئی اختیار باقی نہیں رہتا۔ یاد رکھو! اللہ اور اس کے رسول کی جو بھی نافرمانی کرے گا وہ صریح گمراہی میں پڑے گا۔“

حافظ صلاح الدین حفظہ اللہ مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

”یہ آیت سیدنا زینب رضی اللہ عنہا کے نکاح کے سلسلے میں نازل ہوئی تھی۔ سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ جو اگرچہ اصلاً عرب تھے، لیکن کسی نے انہیں بچپن میں زبردستی پکڑ کر بطور غلام بیچ دیا تھا۔ نبی ﷺ سے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نکاح کے بعد سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے انہیں رسول اللہ ﷺ کو ہبہ کر دیا تھا۔ آپ ﷺ نے انہیں آزاد کر کے اپنا

❶ تیسیر القرآن : ۴ / ۲۳۴۔

❷ ارواء الغلیل، رقم : ۴۷۶۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ”صحیح“ کہا ہے۔

بیٹا بنا لیا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے ان کے نکاح کے لیے اپنی پھوپھی زاد بہن سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو نکاح کا پیغام بھیجا، جس پر انہیں اور ان کے بھائی کو خاندانی وجاہت کی بنا پر تامل ہوا کہ زید رضی اللہ عنہ ایک آزاد کردہ غلام ہیں اور ہمارا تعلق ایک اونچے خاندان سے ہے۔ جس پر یہ آیت نازل ہوئی، جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ اور رسول کے فیصلے کے بعد کسی مومن مرد اور عورت کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ اپنا اختیار بروئے کار لائے، بلکہ اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ سر تسلیم خم کر دے۔ چنانچہ یہ آیت سننے کے بعد سیدہ زینب رضی اللہ عنہا وغیرہ نے اپنی رائے پر اصرار نہیں کیا اور ان کا باہم نکاح ہو گیا۔^①

امام طبری رحمہ اللہ نے فرمایا ہے:

”جب اللہ اور اس کا رسول کسی کام کا فیصلہ کر دیں تو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھنے والے کسی بھی مرد و عورت کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ اس فیصلے سے ہٹ کر کسی اور کام کو اختیار کر لیں، اور اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کریں اور ان کی نافرمانی، یقیناً جو ایسا کرے گا، وہ گمراہ ہے اور ہدایت کے راستے سے ہٹ چکا ہے۔“^②

نبی کریم ﷺ کی مخالفت ضلالت اور گمراہی ہے:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ يُحَادُّونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أُولَئِكَ فِي الْأَذَلِّينَ ٢٠﴾

(المجادلة: ٢٠)

”بے شک جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں، وہ لوگ سب سے زیادہ ذلیل ہیں۔“

دوسرے مقام پر ارشاد ہے:

① تفسیر أحسن البیان، ص: ۱۱۸۰.

② تفسیر طبری: ۲۷۱/۲۰.

﴿إِنَّ الَّذِينَ يُحَادُّونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ كُبِتُوا كَمَا كُبِتَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَقَدْ أَنْزَلْنَا آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ وَلِلْكَافِرِينَ عَذَابٌ مُهِينٌ ۝ هَٰؤُمَ يَبْعَثُهُمُ اللَّهُ جَمِيعًا فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوا ۗ أَحْصَاهُ اللَّهُ وَنَسُوهُ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ۝﴾ (المجادلة: ٥)

”بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں، وہ ذلیل کیے جائیں گے جیسے ان سے پہلے کے لوگ ذلیل کیے گئے تھے، اور بے شک ہم واضح آیتیں اتار چکے ہیں۔ اور کافروں کے لیے تو ذلت والا عذاب ہے۔ جس دن اللہ ان سب کو اٹھائے گا، پھر انہیں ان کے کیے ہوئے عمل سے آگاہ کرے گا، جسے اللہ نے شمار کر رکھا ہے، اور جسے یہ بھول گئے تھے۔ اور اللہ ہر چیز سے واقف ہے۔“

سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّمَا مَثَلِي وَمَثَلُ مَا بَعَثَنِي اللَّهُ بِهِ كَمَثَلِ رَجُلٍ أَتَى قَوْمًا فَقَالَ: يَا قَوْمِ، إِنِّي رَأَيْتُ الْجَيْشَ بَعِينِي، وَإِنِّي أَنَا النَّذِيرُ الْعُرْيَانُ، فَالِنَجَاءِ فَاطَاعَهُ طَائِفَةٌ مِنْهُمْ مِّنْ قَوْمِهِ فَأَدْلَجُوا فَانْطَلَقُوا عَلَيَّ مَهْلِهِمْ فَانْجَوْا، وَكَذَّبَتْ طَائِفَةٌ مِنْهُمْ فَأَصْبَحُوا مَكَانَهُمْ، فَصَبَحَهُمُ الْجَيْشُ فَأَهْلَكَهُمْ وَاجْتَا حَهُمْ، فَذَلِكَ مَثَلُ مَنْ أَطَاعَنِي فَاتَّبَعَ مَا جِئْتُ بِهِ، وَمَثَلُ مَنْ عَصَانِي وَكَذَّبَ بِمَا جِئْتُ بِهِ مِنَ الْحَقِّ.)) ❶

”بلاشبہ میری اور اس کی مثال جس کے ساتھ مجھے مبعوث کیا گیا ہے اس شخص جیسی ہے، جس نے اپنی قوم کے پاس آ کر کہا، اے قوم! میں نے اپنی آنکھوں سے ایک فوج دیکھی ہے، میں تمہیں واضح طور پر اس سے ڈرانے والا ہوں۔ لہذا اپنے آپ کو بچالو۔ چنانچہ اس کی قوم میں سے ایک جماعت نے اس کی بات مانی اور راتوں

❶ صحیح بخاری، کتاب الاعتصام بالكتاب والسنة، رقم: ۷۲۸۳.

رات نکل کر پناہ گاہ میں جا چھپے اور بچ گئے، جبکہ ایک جماعت نے اسے جھٹلایا اور صبح تک اپنے اپنے مقامات پر ہی رہے۔ منہ اندھیرے دشمن نے حملہ کر دیا اور انہیں ہلاک کر کے غارت گری کا بازار گرم کیا۔ پس یہ مثال ہے اس کی جس نے میری اطاعت کی اور جو میں لے کر آیا ہوں اس کی پیروی کی، اور اس شخص کی مثال جس نے میری نافرمانی کی اور جو حق میں لے کر آیا ہوں اسے جھٹلایا۔“

حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ رقمطراز ہیں:

”جس طرح گزشتہ امتوں میں سے اللہ اور رسول کے مخالفوں کو ذلیل اور تباہ کیا گیا، ان کا شمار بھی انہی اہل ذلت میں ہوگا، اور ان کے حصے میں بھی دنیا و آخرت کی ذلت و رسوائی کے سوا کچھ نہیں آئے گا۔“^①

مولانا عبدالرحمن کیلانی رحمہ اللہ نقل فرماتے ہیں:

”جو تو میں اللہ (اور اس کے رسول) کے احکام کی مخالفت پر اتر آئی تھیں، اللہ نے انہیں ذلیل و رسوا کر دیا تھا اور اگر اب تم وہی کام کرو گے تو تمہارا بھی ویسا ہی انجام ہوگا۔ دنیا میں تو ذلیل و رسوا ہو گے اور آخرت میں جو عذاب دیا جائے گا وہ بھی ذلیل و رسوا کرنے والا ہوگا۔“^②

نبی کریم ﷺ کی نافرمانی جہنم میں داخلے کا ذریعہ ہے:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَتَعَدَّ حُدُودَ مَا يَدْخُلُهُ تَارًا خَالِدًا فِيهَا ۖ وَلَهُ عَذَابٌ مُّهِينٌ ۝۱۳﴾ (النساء: ۱۴)

”اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا، اور اس کی حد سے تجاوز کرے گا، اللہ اُسے آگ میں داخل کرے گا، وہ اس میں ہمیشہ رہے گا اور اُس کے لیے رسوا

① تفسیر أحسن البیان، ص: ۱۵۵۱۔

② تیسیر القرآن: ۳۹۲/۴۔

کرنے والا عذاب ہے۔“

دوسرے مقام پر ارشاد ہے:

﴿وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصَلِّهِ جَهَنَّمَ ۖ وَسَاءَتْ مَصِيرًا ۝۱۱۵﴾

(النساء: ۱۱۵)

”جو شخص ہدایت کے واضح ہو جانے کے باوجود بھی رسول کی مخالفت کرے، اور تمام مومنوں کی راہ چھوڑ کر چلے، ہم اسے ادھر ہی متوجہ کر دیں گے جدرہ وہ خود متوجہ ہوا اور دوزخ میں ڈال دیں گے، وہ پہنچنے کی بہت ہی بری جگہ ہے۔“

ایک اور مقام پر فرمایا:

﴿الَّذِينَ يَعْلَمُونَ أَنَّهُ مَن يُحَادِدِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَأَنَّ لَهُ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيهَا ۚ ذَلِكَ الْخِزْيُ الْعَظِيمُ ۝۶۳﴾ (التوبہ: ۶۳)

”کیا یہ نہیں جانتے کہ جو بھی اللہ کی اور اس کے رسول کی مخالفت کرے گا اس کے لیے یقیناً دوزخ کی آگ ہے جس میں وہ ہمیشہ رہنے والا ہے۔ یہ زبردست رسوائی ہے۔“

ان آیات سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی جہنم میں داخلے کا ذریعہ بن سکتی ہے۔ آج اللہ تعالیٰ نے ہمیں موقع دیا ہے اس لیے ہمیں چاہیے کہ رسول اللہ ﷺ کی مخالفت و نافرمانی سے باز آجائیں، اور اگر ہم نے یہ موقع ضائع کر دیا تو پھر یہ ذہن نشین رہنا چاہیے کہ مرنے کے بعد سوائے ندامت و پشیمانی کے کچھ ہاتھ نہیں آئے گا۔

چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَوْمَ تَقَلَّبُ وُجُوهُهُمْ فِي النَّارِ يَقُولُونَ يَلَيْتَنَّا أَطَعْنَا اللَّهَ وَ أَطَعْنَا الرَّسُولَ ۝۶۶﴾ (الاحزاب: ۶۶)

”اُس دن ان کے چہرے آگ میں اُلٹ پلٹ کیے جائیں گے۔ حسرت و افسوس سے کہیں گے کہ کاش! ہم اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے۔“

نبی کریم ﷺ کی اطاعت کرنے والے کو نہ خوف ہوگا نہ غم:

جو لوگ پیغمبر ﷺ سے محبت کرتے ہیں، اور آپ کے ہر حکم پر عمل کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ انہیں دنیا میں بھی بے یار و مددگار نہیں چھوڑتا، بلکہ ہر مشکل میں ان کے ساتھ ہوتا ہے، اور ان کے غم و فکر کو دور کر کے انہیں ہر کام میں سرخرو کرتا ہے۔ جب ہجرت کی رات مشرکین مکہ رسول اللہ ﷺ کا تعاقب کرتے ہوئے غارِ ثور تک پہنچ گئے، اور ان کے قدم نظر آنے لگے تو ابو بکر رضی اللہ عنہ شدید گھبرا گئے۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: اے ابو بکر! غم نہ کرو اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِلَّا تَنْصُرُوهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللَّهُ إِذْ أَخْرَجَهُ الَّذِينَ كَفَرُوا ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا فَأَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَيْهِ وَأَيَّدَهُ بِجُنُودٍ لَّهُم تَرَوُهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِينَ كَفَرُوا السُّفْلَىٰ وَكَلِمَةُ اللَّهِ هِيَ الْعُلْيَا وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿٣٠﴾﴾ (التوبہ : ٤٠)

”اگر تم اس کی مدد نہ کرو تو اللہ ہی نے اس کی مدد کی اس وقت جب کہ اسے کافروں نے دلیس سے نکال دیا تھا، دو میں سے دوسرا، جب کہ وہ دونوں غار میں تھے، جب یہ اپنے ساتھی سے کہہ رہے تھے کہ غم نہ کرو اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ پس جناب باری تعالیٰ نے اپنی طرف سے تسکین اس پر نازل فرما کر ان لشکروں سے اس کی مدد کی، جنہیں تم نے دیکھا بھی نہیں، اس نے کافروں کی بات پست کر دی، اور بلند و عزیز تو اللہ کا کلمہ ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ غالب حکمت والا ہے۔“

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

((أَنَّ أَبَا بَكْرٍ الصِّدِّيقَ، قَالَ: نَظَرْتُ إِلَى أَقْدَامِ الْمُشْرِكِينَ عَلَى رُؤُوسِنَا وَنَحْنُ فِي الْغَارِ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! لَوْ أَنَّ أَحَدَهُمْ نَظَرَ إِلَى قَدَمِهِ أَبْصَرَنَا، فَقَالَ: يَا أَبَا بَكْرٍ مَا ظَنُّكَ بِأَشْيَيْنِ اللَّهُ تَالِهُمَا.)) ①

① صحیح بخاری، کتاب التفسیر، رقم: ۴۶۶۳۔ صحیح مسلم، کتاب الفضائل، رقم: ۶۱۶۹۔

”سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب ہم غار ثور میں تھے تو میں نے مشرکین مکہ کے پاؤں اپنے سروں کے اوپر دیکھے، رسول اللہ ﷺ کو آہستہ سے اپنے خدشے کا اظہار کیا کہ اگر ان میں سے کسی نے اپنے پاؤں کی طرف نظر ڈالی تو وہ ہمیں دیکھ لے گا۔ نبی کریم ﷺ نے باطمینان فرمایا، ابوبکر! ان دو کے متعلق تمہارا کیا گمان ہے، جن کے ساتھ تیسرا اللہ تعالیٰ ہے؟“

یہ تو ایک واقعہ ہے، اس طرح کے سینکڑوں واقعات کتب سیر و تواریخ میں موجود ہیں، جن سے ثابت ہوتا ہے کہ پیغمبر ﷺ کے فرمانبرداروں کو اللہ تعالیٰ ہمیشہ اس دنیا میں بھی کامیاب و کامران کرتا ہے، اور ان سے غم و فکر کے بادل دور لے جاتا ہے۔ اور یاد رہے کہ پیغمبروں کے فرمانبردار آخرت میں بھی ہر قسم کے غم و خوف سے دور ہی ہوں گے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ قُلْنَا اهْبِطُوا مِنْهَا جَمِيعًا فَاِمَّا يَأْتِيَنَّكُمْ مِنِّي هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴾ (البقرة : ۳۸)

”ہم نے کہا: تم سب یہاں سے چلے جاؤ، جب کبھی تمہارے پاس میری ہدایت پہنچے تو اس کی تابعداری کرنے والوں پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ غم۔“

ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے:

﴿ وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِينَ إِلَّا مُبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ فَمَنْ آمَنَ وَأَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴾ (الانعام : ۴۸)

”اور ہم پیغمبروں کو صرف اس واسطے بھیجا کرتے ہیں کہ وہ بشارت دیں اور ڈرائیں، پھر جو ایمان لے آئے، اور اصلاح کر لے۔ سو ان لوگوں پر کوئی خوف نہیں اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے۔“

ایک اور مقام پر ارشاد ہے:

﴿ يَذَرِيْ اٰدَمَ اِمَّا يَأْتِيَنَّكُمْ رُّسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُضُوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ فَمَنْ

التَّقَىٰ وَأَصْلَحَ فَلَا خَوْفَ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿٣٥﴾

(الاعراف : ۳۵)

”اے اولادِ آدم! اگر تمہارے پاس پیغمبر آئیں جو تم ہی میں سے ہوں جو میرے احکام تم سے بیان کریں، تو جو شخص تقویٰ اختیار کرے، اور اصلاح کر لے سوان لوگوں پر نہ کچھ خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔“

حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ فرماتے ہیں:

”مستقبل یعنی آخرت میں پیش آنے والے حالات کا انہیں اندیشہ نہیں اور اپنے پیچھے دنیا میں جو کچھ چھوڑ آئے یا دنیا کی جو آسودگیاں وہ حاصل نہ کر سکے، اس پر وہ مغموم نہیں ہوں گے، کیونکہ دونوں جہانوں میں ان کا ولی اور کارساز وہ رب ہے جو دونوں ہی جہانوں کا رب ہے۔“^①

اطاعتِ رسول، اللہ کی رحمت کا ذریعہ ہے:

رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کا ایک فائدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت حاصل ہو جاتی ہے،

اور جس پر اللہ کی رحمت ہو جائے یقیناً وہ بڑا خوش بخت انسان ہے۔ اللہ تعالیٰ کا پر ارشاد ہے:

﴿وَاطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ﴾ (آل عمران : ۱۳۲)

”اللہ اور رسول کی اطاعت کرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔“

امام طبری رحمہ اللہ نے نقل فرمایا ہے:

”ابو جعفر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ یہ فرما رہا ہے کہ اے مومنو! تم ہر اس کام میں اللہ کی اطاعت کرو جس سے اس نے تمہیں روکا ہے خواہ وہ سود خوری ہو یا کچھ اور۔ اور ہر اس کام میں بھی اس کی اطاعت کرو جس کا اس کے رسول نے تمہیں حکم دیا ہے، اور رسول کی بھی اطاعت کرو، تا کہ تم پر رحم کیا جائے یعنی تم

عذاب سے بچ جاؤ۔“^②

② تفسیر طبری: ۲۰۶/۷.

① تفسیر احسن البیان، ص: ۳۵۷.

سید طنطاوی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے:

”اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ ہر اس کام میں اللہ کی اطاعت کرو جس کا اس نے تمہیں حکم دیا ہے، اور جس سے اس نے تمہیں منع کیا ہے، اور اس رسول کی اطاعت کرو جسے تمہارے پروردگار نے تمہاری ہدایت و سعادت کے لیے تمہاری طرف بھیجا ہے، تاکہ اس اطاعت و فرمانبرداری کے ذریعے تمہیں اللہ کی رحمت حاصل ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے برحق فرمایا ہے کہ ”یقیناً اللہ کی رحمت نیکی کرنے والوں کے قریب ہے۔“ ❶

عبدالرحمن سعدی رحمہ اللہ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا ہے:

”اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اوامر پر عمل، اور اس کے نواہی سے اجتناب کر کے اللہ اور رسول کی اطاعت کرو“ تاکہ تم پر رحم کیا جائے“ کیونکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت حصولِ رحمت کا سبب ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ ۖ فَسَأَكْتُمِبَهَا لِلَّذِينَ يَتَّقُونَ وَيُؤْتُونَ
الزَّكَاةَ﴾ (الاعراف: ۱۵۶)

”اور میری رحمت ہر چیز پر وسیع ہے، اور میں اسے ان لوگوں کے لیے لکھ دوں گا جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں۔“ ❷

ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کے دو مطیع و فرمانبردار صحابہ رضی اللہ عنہما پر اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت یوں فرمائی:

”سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ: سیدنا اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ، اور سیدنا عباد بن بشر رضی اللہ عنہ، دونوں اپنی کسی ضرورت کے متعلق رسول اللہ ﷺ سے گفتگو کر رہے تھے۔ یہاں تک کہ رات کافی بیت گئی۔ اور رات سخت اندھیری تھی۔ پھر جب

❶ التفسیر الوسیط: ۱/۷۳۸۔ ❷ تفسیر السعدی: ۱: ۴۲۲۱۔

دونوں آپ ﷺ کی مجلس سے اٹھ کر اپنے گھروں کی طرف لوٹنے لگے، اور ان میں سے ہر ایک کے ہاتھ میں لاٹھی تھی تو ان میں سے ایک کی لاٹھی دونوں کے لیے روشنی دینے لگی اور وہ اس کی روشنی میں چلنے لگے۔ یہاں تک کہ جب ان کے راستے جدا جدا ہو گئے تو دوسرے کی لاٹھی بھی روشن ہو گئی۔ چنانچہ وہ دونوں اپنے گھر پہنچنے تک اپنی اپنی لاٹھی کی روشنی میں چلتے رہے۔“ ❶

اطاعتِ رسولِ کامیابی کا ذریعہ ہے:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَخْشِ اللَّهَ وَيَتَّقْهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ﴾ (النور: ۵۲)

”جو بھی اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کریں، خوفِ الہی رکھیں، اور اس کے عذابوں سے ڈرتے رہیں، وہی نجات پانے والے ہیں۔“

ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے:

﴿وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا﴾ (الاحزاب: ۷۱)

”جو بھی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے اس نے بڑی کامیابی حاصل کر لی۔“

ایک اور مقام پر ارشاد ہے:

﴿الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْنُوبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرَةِ وَالْإِنْجِيلِ يَا أُمَّهُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَيَتَّبِعُهُمْ مِنَ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ ۗ فَالَّذِينَ آمَنُوا بِهِ وَعَزَّرُوهُ وَنَصَرُوهُ وَاتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِي أُنزِلَ مَعَهُ ۗ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾ (۱۵۸)

(الاعراف: ۱۵۷)

”جو لوگ ایسے رسولِ نبی امی کی اتباع کرتے ہیں، جن کو وہ لوگ اپنے پاس تورات و انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں، وہ ان کو نیک باتوں کا حکم دیتے ہیں، اور بری باتوں سے منع کرتے ہیں، اور پاکیزہ چیزوں کو حلال بتاتے ہیں، اور گندی چیزوں کو ان پر حرام فرماتے ہیں، اور ان لوگوں پر جو بوجھ اور طوق تھے ان کو دور کرتے ہیں۔ پس جو لوگ اس نبی پر ایمان لاتے ہیں، اور ان کی حمایت کرتے ہیں، اور ان کی مدد کرتے ہیں، اور اس نور کا اتباع کرتے ہیں جو ان کے ساتھ بھیجا گیا ہے۔ ایسے لوگ پوری فلاح پانے والے ہیں۔“

حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ رقمطراز ہیں:

”فلاح و کامیابی کے مستحق صرف وہ لوگ ہوں گے جو اپنے تمام معاملات میں اللہ اور رسول کے فیصلے کو خوش دلی سے قبول کرتے ہیں، اور انہی کی اطاعت کرتے ہیں اور خشیتِ الہی اور تقویٰ سے متصف ہیں، نہ کہ دوسرے لوگ جو ان صفات سے محروم ہیں۔“^①

معلوم ہوا کہ کامیابی اللہ اور رسول کی اطاعت میں ہی ہے، اور عظیم کامیابی یہ ہے کہ انسان جہنم سے بچا لیا جائے، اور جنت میں داخل کر دیا جائے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَمَنْ رُحِزَّ عَنِ النَّارِ وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ﴾ ﴿آل عمران : ۱۸۵﴾
 ”جسے آتشِ جہنم سے بچا لیا گیا، اور جنت میں داخل کر دیا گیا۔۔ بلاشبہ وہ کامیاب ہو گیا۔“

اطاعتِ رسولِ جنت میں داخلے کا ذریعہ ہے:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ﴾ ﴿النساء : ۱۳﴾

① تفسیر أحسن البیان، ص : ۹۸۵.

”جو بھی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا، اللہ اسے اُن جنتوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی، ان میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور یہی بڑی کامیابی ہے۔“

دوسرے مقام پر ارشاد ہے:

﴿مَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَ الرَّسُولَ فَأُولَئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصَّادِقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَئِكَ رَفِيقًا ۗ﴾ (١٤) ذَلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللَّهِ وَ كَفَى بِاللَّهِ عَلِيمًا ﴿١٥﴾

(النساء : ٦٩ - ٧٠)

”جو بھی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے، وہ (جنت میں) ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جن پر اللہ نے انعام کیا ہے، جیسے نبی، صدیق، شہید اور نیک لوگ، یہ بہترین ساتھی ہیں۔ یہ اللہ کی طرف سے فضل ہے، اور اللہ کافی ہے جاننے والا۔“

ایک اور مقام پر فرمایا:

﴿وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَ رَسُولَهُ يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ وَ مَنْ يَتَوَلَّ يَعْذِبْهُ عَذَابًا أَلِيمًا﴾ (١٧) (الفتح : ١٧)

”جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا، اللہ اسے ایسی جنتوں میں داخل فرمائے گا، جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ اور جو منہ پھیر لے اللہ اسے دردناک عذاب دے گا۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((كُلُّ أُمَّتِي يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ إِلَّا مَنْ أَبِي، قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ! وَمَنْ يَا أَبَى؟ قَالَ: مَنْ أَطَاعَنِي دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ عَصَانِي فَقَدْ أَبِي)) ❶

”میری ساری امت جنت میں داخل ہوگی مگر جس نے خود ہی انکار کر دیا۔ لوگوں

❶ صحیح بخاری، کتاب الاعتصام بالكتاب و النسبة، رقم: ٧٢٨٠.

نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! انکار کون کرے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا،
جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوگا، اور جس نے میری نافرمانی کی
اس نے انکار کر دیا۔“

مذکورہ بالا دلائل اس بات کا واضح ثبوت ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرنے
والا شخص جنت میں جائے گا، اور اسے جنت میں انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کی رفاقت
حاصل ہوگی، ان شاء اللہ۔ اور جس نے اطاعت رسول اللہ ﷺ سے اعراض کیا، وہ شخص قطعاً
جنت میں نہیں جاسکتا۔

مصطفیٰ ﷺ کی معیشت:

رسول اللہ ﷺ کی زندگی بڑے مختصر انداز سے زہد اور زندگی میں دنیاوی سامان سے خالی
ہاتھ ہونے کی حیرت انگیز مثالیں قائم کرتے گزری۔

اتنی سادہ زندگی کہ آٹا چھاننے کے لیے چھلنی کا انتظام نہ تھا:

میدہ اور میدہ کی چیزیں، حلوہ، مٹھائیاں، تو درکنار معمول جو ہوتا تھا اس کے چھاننے کے
لیے چھلنی کا انتظام نہ تھا نہ اس کی فکر ہی تھی۔ منہ سے پھونک لیتے تھے جو جو بھوسی اڑا سکتے تھے اڑا
لیتے تھے۔ اسے کبھی سرکہ اور کبھی نمک سے کھالیتے تھے۔^①

سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((مَا أَكَلَ النَّبِيُّ ﷺ خُبْزًا مُرَقَّقًا وَلَا شَاةً مَسْمُوطَةً حَتَّى لَقِيَ

اللَّهُ .))^②

”نبی کریم ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے ملاقات تک میدے کی روٹی اور کھال سمیت
بھنی ہوئی بکری کبھی نہیں کھائی۔“

① صحیح بخاری، کتاب الأطعمة، رقم: ۵۴۱۳۔

② صحیح بخاری، کتاب الأطعمة، رقم: ۵۳۸۶۔

مدینہ منورہ آمد کے بعد کبھی تین دن مسلسل پیٹ بھر کر گندم کی روٹی نہیں کھائی:

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

((مَا شَبِعَ آلَ مُحَمَّدٍ مُنْذُ قَدِمَ الْمَدِينَةَ مِنْ طَعَامِ الْبُرِّ ثَلَاثَ لَيَالٍ تَبَاعًا حَتَّى قُبِضَ .))^❶

”محمد ﷺ کی آل (گھر والوں) نے کبھی تین دن تک مسلسل پیٹ بھر کر گندم کی روٹی نہیں کھائی، جب سے مدینہ منورہ آئے۔ حتیٰ کہ آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے پاس بلا لیا۔“

کبھی ایک دن میں دو مرتبہ کھایا تو ان میں ایک مرتبہ کھانا ضرور کھجور ہوتی:

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہی کا ارشاد ہے:

((مَا أَكَلَ آلُ مُحَمَّدٍ أَكْلَتَيْنِ فِي يَوْمٍ إِلَّا أَحَدَاهُمَا تَمْرٌ .))^❷

”محمد ﷺ کے گھر والوں نے ایک دن میں جب دو بار کھانا کھایا تو دوسری بار کا کھانا کھجور ہوتی۔“

بچھاؤں گدیلہ بھی چمڑے کا تھا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی:

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

((كَانَ فِرَاشُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ مِنْ أَدَمٍ وَحَشْوُهُ مِنْ لَيْفٍ .))^❸

”رسول اللہ ﷺ کا بستر چمڑے کا تھا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔“

❶ صحیح بخاری، کتاب الأطعمة، رقم: ۵۴۱۶.

❷ صحیح بخاری، کتاب الرقاق، رقم: ۶۴۵۵.

❸ صحیح بخاری، کتاب الرقاق، رقم: ۶۴۵۶.

آنحضرت ﷺ نے لباسِ تجملِ زیبِ تن نہیں فرمایا:

رسول اللہ ﷺ نے لباسِ تجملِ زیبِ تن نہیں فرمایا۔ زیب و زینت، بیل بوٹے اور نقش والے کپڑے سے احتراز فرمایا۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

((أَخْرَجَتِ الْيَنَابِلُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا إِزَارًا غَلِيظًا وَكِسَاءً مُلَبَّدًا، فَقَالَتْ:

فِي هَذَا قُبُضَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ.))^①

”عائشہ رضی اللہ عنہا نے ہمارے سامنے ایک موٹا اور ایک پوند لگا کمبل نکالا اور فرمایا کہ

آپ ﷺ کی وفات ان دو کپڑوں میں ہوئی تھی۔“

عمر کے آخری حصہ میں جو کی روٹی بھی پیٹ کر نصیب نہیں ہوئی:

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کچھ لوگوں کے پاس سے گزرے، ان کے آگے بھنی ہوئی بکری رکھی ہوئی تھی۔

انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو دعوتِ طعام دی، تو سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے انکار کر دیا، اور فرمایا:

((خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مِنَ الدُّنْيَا وَلَمْ يَشْبَعْ مِنَ الْخُبْزِ

الشَّعِيرِ.))^②

”کہ رسول اللہ ﷺ اس حال میں دنیا سے تشریف لے گئے کہ پیٹ بھر کر جو کی

روٹی نہیں کھائی۔“

بعض اوقات بھوک کی وجہ سے پیٹ پر پٹی یا پتھر باندھ لیتے:

انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک روز میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔

آپ ﷺ اپنے صحابہ کے ساتھ بیٹھے تھے اور پیٹ پر ایک پٹی باندھ رکھی تھی۔ اسامہ رضی اللہ عنہ کہتے

ہیں: مجھے شک ہے کہ انس نے (پٹی کے ساتھ) پتھر باندھنے کا ذکر کیا یا نہیں۔ میں نے لوگوں

سے پوچھا ”رسول اللہ ﷺ نے اپنے پیٹ پر پٹی کیوں باندھ رکھی ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے

جواب دیا، بھوک کی وجہ سے۔“^③

① صحیح مسلم، کتاب اللباس والزینة، رقم: ۲۰۸۰/۳۵.

② صحیح بخاری، کتاب الأطعمة، رقم: ۵۴۱۴.

③ صحیح مسلم، کتاب الأشربة، رقم: ۲۰۴۰/۱۴۳.

وفات مبارک سے قبل آپ ﷺ کی غذا کھجور اور پانی پر مشتمل تھی:

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے بھانجے عروہ کو اس تنگی کے بارے میں بتاتے ہوئے فرما رہی ہیں، جس میں آپ ﷺ نے زندگی گزاری۔ فرمایا کہ ہم چاند کو تین ماہ تک دیکھتی رہتی تھیں مگر رسول اکرم ﷺ کے گھروں میں آگ (اتنے عرصے) تک نہیں جلتی تھی۔ عروہ کہنے لگے تو زندگی کا گزارا کیسے ہوتا تھا؟ فرمایا، دوکالی چیزوں، یعنی کھجور اور پانی پر گزارہ تھا۔^①

فرماتی ہیں کہ رسول اکرم ﷺ کی جس دن وفات ہوئی میرے گھر میں کوئی ایسی چیز نہ تھی جس سے کوئی جگر والا اپنا پیٹ بھر سکے سوائے آدھی کھجور کے۔^②

اور فرمایا: رسول اکرم ﷺ کی وفات ہوگئی مگر کسی ایک دن ایسا نہ ہوا کہ زیتون کے تیل اور روٹی سے دو وقت کھانا کھایا ہو۔^③

بوقت وفات آپ ﷺ کی زرہ ایک یہودی کے پاس تیس (30) صاع کے عوض رہن تھی:

عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: نبی کریم ﷺ فوت ہوئے تو آپ کی زرہ ایک یہودی کے پاس تیس صاع (تقریباً 75 کلوگرام) جو کے بدلے رہن رکھی ہوئی تھی۔^④

رسول اللہ ﷺ کی دعائے رزق و توشہ:

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے:

((اللَّهُمَّ ارْزُقْ آلَ مُحَمَّدٍ قُوَّةً.))^⑤

”اے اللہ! آل محمد ﷺ کا رزق گزارے کا توشہ مقرر کر دے۔“

نوٹ.....: عربی میں یہاں ”قوت“ کا لفظ ہے جس کا معنی اتنا کھانا جس سے انسان موت

① صحیح بخاری، کتاب الرقاق، رقم: ۶۴۵۹.

② صحیح مسلم، کتاب الزهد والرقائق، رقم: ۲۹۷۳.

③ صحیح مسلم، کتاب الزهد والرقائق، رقم: ۲۹۷۵.

④ صحیح بخاری، کتاب المغازی، رقم: ۴۴۶۷.

⑤ صحیح بخاری، کتاب الرقاق، رقم: ۶۴۶۰.

سے بچ جائے، یا جس سے گزارا ہو جائے۔ پیٹ بھر کر کھانا ”قوت“ سے آگے کی چیز ہے۔
مصطفیٰ ﷺ رفیقِ اعلیٰ کی جانب:

نبی کریم ﷺ نے اپنے رب کے پڑوس (اور رفیقِ اعلیٰ) کو اختیار فرمایا۔ آہ! مکہ مکرمہ میں طلوع ہونے والا ماہِ عرب و عجم تریسٹھ (63) برس تک ساری دنیا کو نورِ توحید سے منور کرنے کے بعد سوموار کے روز مدینہ منورہ کی پاک سرزمین میں غروب ہو گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَيْہِ رَاجِعُونَ!
 یہ واقعہ ۱۲۔ ربیع الاول ۱ھ یومِ دوشنبہ کو چاشت کی شدت کے وقت پیش آیا۔
 تجہینرو تفتین اور تدفین:

”منگل کی صبح ہوئی۔ اس وقت تک آپ ﷺ کا جسد مبارک ایک دھاری داریمینی چادر سے ڈھکا بستر ہی پر رہا۔ گھر کے لوگوں نے باہر سے دروازہ بند کر دیا تھا۔
 منگل کے روز آپ ﷺ کو کپڑے اتارے بغیر غسل دیا گیا۔ غسل دینے والے حضرات تھے: حضرت عباس، حضرت علی، حضرت عباس کے دو صاحبزادگان فضل اور قثم، رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام شقران، حضرت اسامہ بن زید اور اوس بن خول عنی اللہ، حضرت عباس، فضل اور قثم آپ کی کروٹ بدل رہے تھے۔ حضرت اسامہ اور شقران پانی بہا رہے تھے، حضرت علی رضی اللہ عنہ غسل دے رہے تھے اور حضرت اوس نے آپ کو اپنے سینے سے ٹیک دے رکھی تھی۔
 اس کے بعد آپ کو تین سفیدیمینی چادروں میں کفنا یا گیا۔ ان میں کرتا اور پگڑی نہ تھی۔
 بس آپ کو چادروں ہی میں لپیٹ دیا گیا تھا۔

آپ ﷺ کی آخری آرام گاہ کے بارہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی رائیں مختلف تھیں۔ لیکن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ کوئی نبی بھی فوت نہیں ہوا مگر اس کی تدفین وہیں ہوئی جہاں فوت ہوا۔ اس فیصلے کے بعد حضرت ابوطحہ رضی اللہ عنہ نے آپ کا وہ بستر اٹھایا جس پر آپ کی وفات ہوئی تھی اور اس کے نیچے قبر کھودی۔ قبر

① الرقیق المختوم، ص: ۶۳۰۔ فضائل رحمة للعالمین ﷺ، ص: ۲۹۶۔

② صحیح بخاری: ۱/۱۶۹۔ صحیح مسلم: ۱/۳۰۶۔

لحدِ والی (بغلی) کھودی گئی تھی۔

اس کے بعد باری باری دس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حجرہ شریف میں داخل ہو کر (از خود) نماز جنازہ پڑھی۔ کوئی امام نہ تھا۔ سب سے پہلے آپ کے خاندانہ (بنو ہاشم) نے نماز جنازہ پڑھی۔ پھر مہاجرین نے، پھر انصار نے، پھر مردوں کے بعد عورتوں نے اور ان کے بعد بچوں نے۔

نماز جنازہ پڑھنے میں منگل کا پورا دن گزر گیا۔ اور چہار شنبہ (بدھ) کی رات آگئی۔ رات میں آپ کے جسد پاک کو سپرد خاک کیا گیا۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ کی تدفین کا علم نہ ہوا۔ یہاں تک کہ ہم نے بدھ کی رات کے درمیانی اوقات میں پھاؤڑوں کی آواز سنی۔^①

قبر مبارک:

آپ ﷺ کی قبر مبارک اونٹ کی کوبان کی طرح بنائی گئی۔^②



① مختصر سیرۃ الرسول للشیخ عبد اللہ، ص: ۴۷۱۔ واقعہ کی تفصیل کے لیے دیکھئے: صحیح بخاری، باب مرض النبی ﷺ۔ اور اس کے بعد کے چند ابواب مع فتح الباری، نیز صحیح مسلم، مشکوٰۃ المصابیح، باب وفاة النبی ﷺ۔ ابن ہشام: ۴۹/۲ تا ۶۵۔ تلقیح فہوم اہل الاثر، ص: ۳۸، ۳۹۔ رحمة للعالمین: ۱/۲۷۷ تا ۲۸۶۔ اوقات کی تعیین بالعموم رحمۃ للعالمین سے لی گئی ہے۔ بحوالہ الرحیق المختوم، ص: ۶۳۲-۶۳۳۔

② صحیح بخاری، کتاب الجنائز، رقم: ۱۳۹۰۔

باب نمبر 19

معراجِ مصطفیٰ ﷺ کا بیان

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿سُبْحٰنَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ
الْاَقْصَا الَّذِیْ بَرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِیْہٖ مِنْ اٰیٰتِنَا ۗ اِنَّہٗ هُوَ السَّیِّعُ
الْبَصِیْرُ ۝۱﴾ (بنی اسرائیل : ۱)

”پاک ہے وہ اللہ جو اپنے بندے کو رات ہی رات میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گیا، جس کے آس پاس ہم نے برکت دے رکھی ہے، اس لیے کہ ہم اسے اپنی قدرت کے بعض نمونے دکھائیں۔ یقیناً اللہ ہی خوب سننے والا، دیکھنے والا ہے۔“

”اسراء“ کے معنی ہوتے ہیں، رات کو لے جانا۔ آگے ”لیلاً“ اس لیے ذکر کیا گیا ہے تاکہ رات کی قلت واضح ہو جائے، اسی لیے وہ نکرہ ہے۔ یعنی رات کے ایک حصے یا تھوڑے سے حصے میں یعنی چالیس راتوں کا یہ دور دراز کا سفر، پوری رات میں بھی نہیں بلکہ رات کے ایک قلیل حصے میں طے ہوا۔

”اقصیٰ“ دور کو کہتے ہیں، بیت المقدس جو ”القدس“ یا ”ایلیا“ شہر میں ہے، اور فلسطین میں واقع ہے۔ مکے سے القدس تک مسافت ۴۰ دن کی ہے، اس اعتبار سے مسجد حرام کے مقابلے میں بیت المقدس کو مسجد اقصیٰ (دور کی مسجد) کہا گیا ہے۔ یہ علاقہ قدرتی نہروں اور پھلوں کی کثرت اور انبیاء علیہم السلام کا مسکن و مدفن ہونے کے لحاظ سے ممتاز ہے، اس لیے اسے بابرکت قرار دیا گیا ہے۔

”تاکہ ہم اسے اپنی قدرت کے بعض نمونے دکھائیں“ یہ اس سیر کا مقصد ہے تاکہ ہم اپنے

اس بندے کو عجائبات اور آیاتِ کبریٰ دکھائیں۔ جن میں سے ایک آیت اور معجزہ یہ سفر بھی ہے کہ اتنا لمبا سفر رات کے ایک قلیل حصے میں ہو گیا۔ نبی کریم ﷺ کو معراج ہوئی یعنی آسمانوں پر لے جایا گیا، وہاں مختلف آسمانوں پر انبیاءِ علیہم السلام سے ملاقاتیں ہوئیں، اور ”سلسلۃ المنتہی“ پر جو عرش سے نیچے ساتویں آسمان پر ہے، اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے سے نماز اور دیگر بعض چیزیں عطا کیں۔ جس کی تفصیلات صحیح احادیث میں بیان ہوئی ہیں، اور صحابہ و تابعین سے لے کر آج تک امت کے اکثر علماء و فقہاء اس بات کے قائل چلے آ رہے ہیں کہ یہ معراج ”بِجَسَدِهِ الْعُنْصُرِي“ (یعنی جسمِ خاکی کے ساتھ) حالتِ بیداری میں ہوئی۔ یہ خواب یا روحانی سیر اور مشاہدہ نہیں ہے، بلکہ عینی مشاہدہ ہے جو اللہ نے اپنی قدرتِ کاملہ سے اپنے پیغمبر کو کرایا ہے۔ اس معراج کے دو حصے ہیں: پہلا حصہ اسراء کہلاتا ہے، جس کا ذکر یہاں کیا گیا ہے، اور جو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک کے سفر کا نام ہے، یہاں پہنچنے کے بعد نبی کریم نے تمام انبیاء و رسل علیہم السلام کی امامت فرمائی۔ بیت المقدس سے پھر آپ کو آسمانوں پر لے جایا گیا، یہ اس سفر کا دوسرا حصہ ہے جسے ”معراج“ کہا جاتا ہے۔ اس کا کچھ تذکرہ سورہ ”نجم“ میں کیا گیا ہے اور باقی تفصیلات احادیث میں بیان کی گئی ہیں۔ عام طور پر اس پورے سفر کو ”معراج“ سے ہی تعبیر کیا جاتا ہے۔ معراج، سیڑھی کو کہتے ہیں، یہ نبی ﷺ کی زبانِ مبارک سے نکلے ہوئے الفاظ ”عُرَجِ بِي إِلَى السَّمَاءِ“ (مجھے آسمان پر چڑھایا گیا) سے ماخوذ ہے، کیونکہ اس سفر کا دوسرا حصہ پہلے سے بھی زیادہ اہم اور عظیم الشان ہے، اس لیے معراج کا لفظ ہی زیادہ مشہور ہو گیا۔^①

شیخ عبداللہ بن عبدالمجید الاثری رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

”قرآن کے بعد سب سے بڑا معجزہ، جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی تائید و حمایت فرمائی ہے ”اسراء و معراج“ کا معجزہ ہے۔ اہل السنہ اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کو بیداری کی حالت میں روح و جسم سمیت آسمان کی طرف لے جایا گیا تھا۔“^②

① الوجیز فی عقیدۃ السلف الصالح: ۶۶/۱۔

② تفسیر أحسن البیان، ص: ۷۶۵-۷۶۶۔

امام ابن قیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”صحیح قول کے مطابق رسول اللہ ﷺ کو آپ کے جسم مبارک سمیت براق پر سوار کر کے سیدنا جبریل علیہ السلام کی معیت میں مسجد حرام سے بیت المقدس تک سیر کرائی گئی، پھر آپ ﷺ نے وہاں نزول فرمایا، اور انبیاء علیہم السلام کی امامت فرماتے ہوئے نماز پڑھائی اور براق کو مسجد کے دروازے کے حلقے سے باندھ دیا تھا۔

اس کے بعد اسی رات آپ ﷺ کو بیت المقدس سے آسمانِ دنیا تک لے جایا گیا۔ جبریل علیہ السلام نے دروازہ کھلویا۔ آپ ﷺ کے لیے دروازہ کھلوا گیا۔ آپ ﷺ نے وہاں انسانوں کے باپ سیدنا آدم علیہ السلام کو دیکھا اور انہیں سلام کیا۔ انہوں نے آپ ﷺ کو مرحبا کہا۔ سلام کا جواب دیا اور آپ ﷺ کی نبوت کا اقرار کیا۔ اللہ نے آپ ﷺ کو ان کے دائیں جانب سعادت مندوں کی روحیں اور بائیں جانب بدبختوں کی روحیں دکھلائیں۔

پھر آپ ﷺ کو دوسرے آسمان پر لے جایا گیا اور دروازہ کھلوا گیا۔ آپ ﷺ نے وہاں سیدنا یحییٰ بن زکریا علیہ السلام اور سیدنا عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو دیکھا۔ دونوں سے ملاقات کی اور سلام کیا۔ دونوں نے سلام کا جواب دیا، مبارکباد دی اور آپ ﷺ کی نبوت کا اقرار کیا۔

پھر تیسرے آسمان پر لے جایا گیا۔ آپ ﷺ نے وہاں سیدنا یوسف علیہ السلام کو دیکھا اور سلام کیا۔ انہوں نے سلام کا جواب دیا، مبارکباد دی اور آپ ﷺ کی نبوت کا اقرار کیا۔

پھر چوتھے آسمان پر لے جایا گیا۔ وہاں آپ ﷺ نے سیدنا ادریس علیہ السلام کو دیکھا اور انہیں سلام کیا۔ انہوں نے جواب دیا، مرحبا کہا اور آپ ﷺ کی نبوت کا اقرار کیا۔

پھر پانچویں آسمان پر لے جایا گیا۔ وہاں آپ ﷺ نے سیدنا ہارون بن عمران علیہ السلام کو دیکھا اور انہیں سلام کیا۔ انہوں نے جواب دیا، مبارکباد دی اور نبوت کا اقرار کیا۔

پھر آپ ﷺ کو چھٹے آسمان پر لے جایا گیا۔ وہاں آپ ﷺ کی ملاقات سیدنا موسیٰ بن عمران علیہ السلام سے ہوئی۔ آپ ﷺ نے انہیں سلام کیا۔ انہوں نے مرحبا کہا اور آپ کی نبوت کا اقرار کیا۔ البتہ جب آپ ﷺ وہاں سے آگے بڑھے تو وہ رونے لگے۔ اُن سے کہا گیا آپ

کیوں رو رہے ہیں؟ انہوں نے کہا، میں اس لیے رو رہا ہوں کہ ایک نوجوان جو میرے بعد مبعوث کیا گیا اس کی امت کے لوگ میری امت کے لوگوں سے بہت زیادہ تعداد میں جنت میں داخل ہوں گے۔

اس کے بعد آپ ﷺ کو ساتویں آسمان پر لے جایا گیا۔ وہاں آپ ﷺ کی ملاقات سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے ہوئی۔ آپ ﷺ نے انہیں سلام کیا۔ انہوں نے جواب دیا، مبارکباد دی اور آپ ﷺ کی نبوت کا اقرار کیا۔

اس کے بعد آپ ﷺ کو ”سدرۃ المنتہیٰ“ تک لے جایا گیا۔ پھر آپ ﷺ کے لیے بیت معمور کو ظاہر کیا گیا۔

پھر خدائے جبار جل جلالہ کے دربار میں پہنچایا گیا، اور آپ ﷺ اللہ کے اتنے قریب ہوئے کہ دو کمانوں کے برابر یا اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا۔ اس وقت اللہ نے اپنے بندے پر وحی فرمائی جو کچھ کہی فرمائی اور پچاس وقت کی نمازیں فرض کیں۔ اس کے بعد آپ ﷺ واپس ہوئے یہاں تک کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرے، تو انہوں نے پوچھا کہ اللہ نے آپ ﷺ کو کس چیز کا حکم دیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا، پچاس نمازوں کا، انہوں نے کہا، آپ کی امت اس کی طاقت نہیں رکھتی۔ اپنے پروردگار کے پاس واپس جائیے اور اپنی امت کے لیے تخفیف کا سوال کیجئے۔ آپ ﷺ نے سیدنا جبریل علیہ السلام کی طرف دیکھا، گویا ان سے مشورہ لے رہے ہوں۔ انہوں نے اشارہ کیا، ہاں، اگر آپ چاہیں۔ اس کے بعد سیدنا جبریل علیہ السلام آپ ﷺ کو اللہ تبارک و تعالیٰ کے حضور لے گئے، اور وہ اپنی جگہ تھا۔ بعض طرق میں صحیح بخاری کا لفظ یہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دس نمازیں کم کر دیں اور آپ ﷺ نیچے لائے گئے۔ جب سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزر ہوا تو انہیں خبر دی۔ انہوں نے کہا، آپ ﷺ اپنے رب کے پاس واپس جائیے اور تخفیف کا سوال کیجئے۔ اسی طرح سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور اللہ عز و جل کے درمیان آپ ﷺ کی آمد و رفت برابر جاری رہی۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے صرف پانچ نمازیں باقی رکھیں۔ اس کے بعد بھی سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے آپ ﷺ کو واپسی اور طلبِ تخفیف کا

مشورہ دیا، مگر آپ ﷺ نے فرمایا: ”اب مجھے اپنے رب سے شرم محسوس ہو رہی ہے۔ میں اسی پر راضی ہوں اور سر تسلیم خم کرتا ہوں۔“ پھر جب آپ ﷺ مزید کچھ دور تشریف لے گئے تو ندا آئی کہ میں نے اپنا فریضہ نافذ کر دیا اور اپنے بندوں سے تخفیف کر دی۔^❶

اس کے بعد امام ابن قیم رحمہ اللہ نے اس بارے میں اختلاف ذکر کیا ہے کہ نبی ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا یا نہیں؟ پھر امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی تحقیق ذکر کی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آنکھ سے دیکھنے کا تو سرے سے کوئی ثبوت نہیں اور نہ کوئی صحابی اس کا قائل ہے.....

اس دفعہ بھی نبی ﷺ کے ساتھ شق صدر (سینہ چاک کئے جانے) کا واقعہ پیش آیا اور آپ ﷺ کو اس سفر کے دوران کئی چیزیں دکھلانی گئیں۔

آپ ﷺ پر دودھ اور شراب پیش کی گئی۔ آپ ﷺ نے دودھ اختیار فرمایا۔ اس پر آپ ﷺ سے کہا گیا کہ آپ ﷺ کو فطرت کی راہ بتائی گئی۔ یا آپ ﷺ نے فطرت پا لی۔ اور یاد رکھئے کہ اگر آپ ﷺ نے شراب لی ہوتی تو آپ ﷺ کی امت گمراہ ہو جاتی۔

آپ ﷺ نے جنت میں چار نہریں دیکھیں، دو ظاہری اور دو باطنی۔ ظاہری نہریں نیل و فرات تھیں۔ (اس کا مطلب غالباً یہ ہے کہ آپ ﷺ کی رسالت نیل و فرات کی شاداب وادیوں کو اپنا وطن بنائے گی، یعنی یہاں کے باشندے نسلًا بعد نسل مسلمان ہوں گے۔ یہ نہیں کہ ان دونوں نہروں کے پانی کا منبع جنت میں ہے۔ واللہ اعلم)

آپ ﷺ نے مالک داروغہ جہنم کو بھی دیکھا۔ وہ ہنستا نہ تھا اور نہ اس کے چہرے پر خوشی اور بشارت تھی، آپ ﷺ نے جنت و جہنم بھی دیکھی۔

آپ ﷺ نے ان لوگوں کو بھی دیکھا جو یتیموں کا مال ظلماً کھا جاتے ہیں۔ ان کے ہونٹ اونٹ کے ہونٹوں کی طرح تھے، اور وہ اپنے منہ میں پتھر کے ٹکڑوں جیسے انگارے ٹھونس رہے تھے جو دوسری جانب ان کے پاخانے کے راستے سے نکل رہے تھے۔

آپ ﷺ نے سود خوروں کو بھی دیکھا۔ ان کے پیٹ اتنے بڑے بڑے تھے کہ وہ اپنی

جگہ سے ادھر ادھر نہیں ہو سکتے تھے اور جب آل فرعون کو آگ پر پیش کرنے کے لیے لے جایا جاتا تو ان کے پاس سے گزرتے وقت انہیں روندتے ہوئے جاتے تھے۔

آپ ﷺ نے زنا کاروں کو بھی دیکھا۔ اُن کے سامنے تازہ اور فرہہ گوشت تھا اور اسی کے پہلو بہ پہلو سرٹا ہوا چھڑا بھی تھا۔ یہ لوگ تازہ اور فرہہ گوشت چھوڑ کر سرٹا ہوا چھڑا کھا رہے تھے۔ آپ ﷺ نے ان عورتوں کو دیکھا جو اپنے شوہروں پر دوسروں کی اولاد داخل کر دیتی ہیں یعنی دوسروں سے زنا کے ذریعے حاملہ ہوتی ہیں لیکن لاعلمی کی وجہ سے بچہ ان کے شوہر کا سمجھا جاتا ہے، آپ ﷺ نے انہیں دیکھا کہ ان کے سینوں میں بڑے بڑے ٹیڑھے کانٹے چھو کر انہیں آسمان وزمین کے درمیان لٹکا دیا گیا ہے۔

آپ ﷺ نے آتے جاتے اہل مکہ کا ایک قافلہ بھی دیکھا اور انہیں ان کا ایک اونٹ بھی بتایا جو بدک کر بھاگ گیا تھا۔ آپ ﷺ نے ان کا پانی بھی پیا جو ایک ڈھکے ہوئے برتن میں رکھا تھا۔ اس وقت قافلہ سوراہا تھا، پھر آپ ﷺ نے اُسی طرح برتن ڈھک کر چھوڑ دیا اور یہ بات معراج کی صبح آپ ﷺ کے دعویٰ کی صداقت کی ایک دلیل ثابت ہوئی۔^①

رسول اللہ ﷺ نے جب صبح قوم کے سامنے یہ واقعہ بیان کیا تو ان کی تکذیب میں اور بھی شدت آگئی۔ کہا جاتا ہے کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اسی موقع پر صدیق کا خطاب دیا گیا تھا کیونکہ انہوں نے آپ ﷺ کی اس وقت تصدیق کی تھی جب قوم نے تکذیب کی تھی۔

معراج کا فائدہ بیان فرماتے ہوئے جو سب سے مختصر اور عظیم بات کہی گئی وہ یہ ہے کہ

﴿لِنُرِيَهُ مِنْ أَيْتِنَا﴾ (بنی اسرائیل: ۱)

”تا کہ ہم (یعنی اللہ تعالیٰ) آپ کو اپنی کچھ نشانیاں دکھلائیں۔“

اور انبیاء کرام علیہم السلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی یہی سنت ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

﴿وَكَذَلِكَ نُرِي إِبْرَاهِيمَ مَلَكُوتَ السَّمٰوٰتِ وَٱلْأَرْضِ وَلِيَكُوْنَ

مِنَ الْمُوقِنِينَ﴾ (الأَنْعَام: ۷۵)

① ابن ہشام: ۳۹۷/۱، ۴۰۲-۴۰۶۔ اور کتب تفسیر، تفسیر سورة اسراء۔

”اور اسی طرح ہم نے ابراہیم کو آسمان وزمین کا نظام سلطنت دکھلایا، اور تاکہ وہ یقین کرنے والوں میں سے ہو۔“

چنانچہ جب انبیا کرام کے علوم کو اس طرح کے مشاہدات کی سند حاصل ہو جاتی تھی تو انہیں ”عین الیقین“ کا وہ مقام حاصل ہو جاتا تھا جس کا اندازہ لگانا ممکن نہیں کہ ”شہیدہ کے بود مانندیدہ“ اور یہی وجہ ہے کہ انبیا کرام اللہ کی راہ میں ایسی ایسی مشکلات جھیل لیتے تھے جنہیں کوئی اور نہیں جھیل سکتا۔

درحقیقت ان کی نگاہوں میں دنیا کی ساری قوتیں مل کر بھی مچھر کے پر کے برابر حیثیت نہیں رکھتی تھیں، اسی لیے وہ ان قوتوں کی طرف سے ہونے والی سختیوں اور ایذا رسانیوں کی کوئی پرواہ نہیں کرتے تھے۔^①

یوں معراج کی صورت میں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ایک عظیم معجزہ عطا کیا جو دوسرے کسی نبی کو عطا نہیں ہوا۔



① ماخوذ از الرحیق المختوم، ص: ۱۹۸-۲۰۲.

نبی کریم ﷺ کے معجزات کا بیان

شیخ نواب صدیق حسن خان رحمہ اللہ معجزہ کی تعریف یوں فرماتے ہیں:

”معجزہ ایسے خرقِ عادت کام کو کہتے ہیں جس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ نبوت کا دعویٰ کرنے والے شخص کی صداقت ظاہر ہو جائے کہ وہ واقعاً اللہ کا پیغمبر ہے۔“

شیخ عبدالرحمن بن حماد آل عمرہ رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

”علمائے سیر نے محمد ﷺ کی رسالت کی صداقت ثابت کرنے والے معجزات کو شمار کیا ہے، اور ان کی تعداد ایک ہزار سے بھی زیادہ ہے۔“

ان معجزات میں سے چند ایک سے متعلقہ احادیث پیش خدمت ہیں:

قرآن مجزہ رسول اللہ ﷺ:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَا مِنْ الْأَنْبِيَاءِ مِنْ نَبِيٍّ إِلَّا قَدْ أُعْطِيَ مِنَ الْآيَاتِ مَا مِثْلُهُ آمَنَ عَلَيْهِ الْبَشَرُ، وَإِنَّمَا كَانَ الَّذِي أُوتِيَتْ وَحِيًّا أَوْحَى اللَّهُ إِلَيَّ، فَارْجُو أَنْ أَكُونَ أَكْثَرَهُمْ تَابِعًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ.)) ❶

”انبیاء میں سے جو نبی بھی گزرا اس کو جس قدر معجزات دیئے گئے اسی قدر اس پر لوگ ایمان لاتے۔ خوش ہو جاؤ، جو معجزہ مجھے عطا کیا گیا ہے وہ اللہ تعالیٰ کا قرآن ہے، جو مجھ پر نازل کیا گیا ہے۔ اور مجھے امید ہے کہ قیامت کے دن اس پر سب

❶ صحیح بخاری، کتاب فضائل القرآن، رقم: ۴۹۸۱۔ صحیح مسلم، کتاب الایمان، رقم: ۳۸۵۔

سے زیادہ ایمان لانے والے ہوں گے۔“

کفار کی قتل گاہیں..... ایک عظیم معجزہ:

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

((اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ شَاوَرَ حِيْنَ بَلَّغْنَا اِقْبَالَ اَبِي سُفْيَانَ ، وَ قَامَ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ! وَ الَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ لَوْ اَمَرْتَنَا اَنْ نُخِيْضَهَا الْبَحْرَ لَا خَضْنَاهَا ، وَ لَوْ اَمَرْتَنَا اَنْ نُضْرِبَ اَكْبَادَهَا اِلَى بَرِكِ الْغَمَادِ لَفَعَلْنَا قَالَ: فَندَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ النَّاسَ ، فَانْطَلَقُوْا حَتّٰى نَزَلُوْا بَدْرًا ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ هٰذَا مَصْرَعُ فُلَانٍ ، وَيَضَعُ يَدُهُ عَلٰى الْاَرْضِ هُهْنًا وَ هُهْنًا ، قَالَ: فَمَا مَاتَ اَحَدُهُمْ عَنْ مَوْضِعِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ .)) ❶

”رسول اکرم ﷺ نے اوسفیان کے قافلے کی خبر ملنے پر مشورہ فرمایا تو سیدنا سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر عرض کیا، اے اللہ کے رسول! اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر آپ ہمیں اپنی سواریوں کو سمندر میں داخل کرنے کا حکم دیں گے تو ہم ان کو سمندر میں بھی داخل کر دیں گے، اور اگر آپ ہمیں حکم دیں گے کہ اپنی سواریوں کو ہانکتے ہوئے ”برک الغماد“ تک لے جائیں تو ہم یہ بھی کر گزریں گے، چنانچہ اللہ کے رسول ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نکلنے کا حکم دیا تو وہ روانہ ہوئے حتیٰ کہ بدر میں اترے۔ اب رسول محترم ﷺ نے فرمایا، یہ فلاں فلاں کی ہلاکت کی جگہ ہے، اور آپ ﷺ نے زمین پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا کہ یہاں اور یہاں آپ نے اشارہ کیا۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ان میں سے کوئی بھی رسول اللہ ﷺ کے رکھے ہوئے ہاتھ کی جگہ سے ادھر ادھر نہیں مرا۔“

❶ صحیح مسلم، کتاب الجہاد، رقم: ۴۶۲۱۔

تھوڑا سا کھانا اہل خندق کے لیے کافی ہو گیا:

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((إِنَّا يَوْمَ الْخَنْدَقِ نَحْفِرُ فَعَرَضْتُ كُدْيَةً شَدِيدَةً فَجَاؤُا النَّبِيَّ ﷺ فَقَالُوا: هَذِهِ كُدْيَةٌ عَرَضَتْ فِي الْخَنْدَقِ، فَقَالَ: أَنَا نَازِلٌ، ثُمَّ قَامَ وَبَطْنُهُ مَعْصُوبٌ بِحَجَرٍ وَ لَبِثْنَا ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ لَا نَذُوقُ ذَوْاقًا فَأَخَذَ النَّبِيُّ ﷺ الْمِعْوَلَ فَضْرَبَ فِي الْكُدْيَةِ فَعَادَ كَثِيرًا أَهْيَلًا فَانْكَفَأْتُ إِلَى امْرَأَتِي، فَقُلْتُ: هَلْ عِنْدَكَ شَيْءٌ فَاِنِّي ﷺ رَأَيْتُ بِالنَّبِيِّ ﷺ خَمَصًا شَدِيدًا. فَأَخْرَجَتْ جَرَابًا فِيهِ صَاعٌ مِنْ شَعِيرٍ، وَلَنَا بُهْمَةٌ دَاجِنٌ، قَالَ: فَذَبَحْتُهَا، وَ طَحَنْتِ الشَّعِيرَ حَتَّى جَعَلْنَا اللَّحْمَ فِي الْبُرْمَةِ، ثُمَّ جِئْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَسَارَرْتُهُ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! ذَبَحْنَا بُهْمَةً لَنَا وَ طَحَنْتُ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ، فَتَعَالَ أَنْتَ وَنَفَرٌ مَعَكَ، فَصَاحَ النَّبِيُّ ﷺ يَا أَهْلَ الْخَنْدَقِ! إِنَّ جَابِرًا صَنَعَ سُورًا فَحِيهَلَا بِكُمْ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: لَا تُنْزِلَنَّ بُرْمَتَكُمْ وَلَا تَخْبِزَنَّ عَجِينَكُمْ حَتَّى آجِيءَ، وَ جَاءَ فَأَخْرَجْتُ لَهُ عَجِينًا، فَبَصَقَ فِيهِ وَ بَارَكَ، ثُمَّ عَمَدَ إِلَى بُرْمَتِنَا فَبَصَقَ فِيهِ ثُمَّ قَالَ: ادْعِي خَازِنَةَ فَلْتَخْبِزْ مَعَكَ، وَاقْدَحِي مِنْ بُرْمَتِكُمْ وَ لَا تُنْزِلُوها، وَ هُمْ أَلْفٌ فَأُقْسِمُ بِاللَّهِ! لَأَكْلُوا حَتَّى تَرَكَوهُ وَ انْحَرْفُوا، وَ إِنَّ بُرْمَتَنَا لَتَغِطُّ كَمَا هِيَ، وَ إِنَّ عَجِينَنَا لِيُخْبِزُ كَمَا هُوَ.)) ❶

”ہم جنگ خندق میں خندق کھود رہے تھے کہ ایک سخت چٹان آ گئی۔ سب نبی

رحمت ﷺ کی خدمت اقدس میں آئے، اور عرض کیا کہ خندق کے درمیان ایک

❶ صحیح بخاری، کتاب المغازی، رقم: ۴۱۰۱۔ صحیح مسلم، کتاب الأشربة، رقم: ۲۰۳۹،

واللفظ له.

سخت چٹان آگئی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں اسے توڑنے کے لیے آتا ہوں۔ پھر آپ ﷺ کھڑے ہوئے، اور آپ کے پیٹ پر ایک پتھر بندھا ہوا تھا، کیونکہ تین دن سے ہم نے کچھ نہیں کھایا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے گینتی اٹھائی اور ایسی ضرب لگائی کہ وہ چٹان بھر بھری ریت کی مانند ہوگئی۔ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں اپنی بیوی کے پاس آیا، اور پوچھا، کیا تیرے پاس (کھانے کو) کچھ موجود ہے؟ کیونکہ میں نے نبی معظم ﷺ کو سخت بھوک میں مبتلا پایا ہے۔ اس نے ایک تھیلا نکالا جس میں ایک صاع (تقریباً اڑھائی کلوگرام) جو تھے اور ہمارے پاس ایک چھوٹا سا دنبہ تھا۔ چنانچہ ہم نے اسے ذبح کر لیا۔ میری بیوی نے جو پیسے اور ہم نے گوشت ہنڈیا میں چڑھایا۔ میں نبی معظم ﷺ کی خدمت میں آیا اور یوں سرگوشی کی، اے اللہ کے رسول! ہم نے اپنا دنبہ ذبح کیا ہے، اور ایک صاع جو پیسے ہیں، اس لیے آپ اپنے چند رفقا کے ساتھ تشریف لے چلئے۔ نبی کریم ﷺ نے باواز بلند فرمایا، اے اہل خندق! جابر نے ضیافت کا اہتمام کیا ہے۔ فوراً آ جاؤ۔ اور رسول اللہ ﷺ نے ہدایت فرمائی کہ میرے آنے تک نہ اپنی ہنڈیا اتارنا اور نہ اپنے آٹے کی روٹیاں پکانا۔ آپ کی تشریف آوری پر آپ کی خدمت میں آٹا پیش کر دیا۔ آپ نے اپنا لعاب دہن اس میں ڈالا اور برکت کی دعا کی۔ پھر آپ ہنڈیا کی طرف آئے اور اس میں لعاب ڈالتے ہوئے برکت کی دعا کی۔ پھر میری بیوی سے فرمایا، اپنے ساتھ ایک اور روٹی پکانے والی کو بلاؤ، وہ تمہارے ساتھ روٹیاں پکاتی رہے، اور سالن نکالتے رہو، لیکن ہنڈیا کو مت اتارنا۔ کھانے والے ایک ہزار تھے۔ (سیدنا جابر رضی اللہ عنہ نے کہا) میں اللہ تعالیٰ کی قسم اٹھاتا ہوں کہ سب نے سیر ہو کر کھانا کھایا، یہاں تک کہ کھانا بچ گیا، اور وہ سب سیر ہو کر پلٹ گئے، اور ہماری ہنڈیا جوں کی توں بھری ہوئی اور ہمارا پکایا جانے والا آٹا حسب سابق تھا۔“

درخت کا چلنا:

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

((سِرْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، حَتَّى نَزَلْنَا وَادِيًا أَفِيحًا، فَذَهَبَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَقْضِي حَاجَتَهُ، فَلَمْ يَرَ شَيْئًا يَسْتَتِرُ بِهِ، فَإِذَا شَجَرَتَانِ بِشَاطِئِ الْوَادِي، فَانْطَلَقَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِلَيْ أَحَدِهِمَا فَأَخَذَ بَعْضِنِ مَنْ أَغْصَانِهَا، فَقَالَ: انْقَادِي عَلَيَّ بِإِذْنِ اللَّهِ، فَانْقَادَتْ مَعَهُ كَالْبَعِيرِ الْمَخْشُوشِ، الَّذِي يَصْنَعُ قَائِدَهُ، حَتَّى أَتَى الشَّجَرَةَ الْأُخْرَى، فَأَخَذَ بَعْضِنِ مَنْ أَغْصَانِهَا فَقَالَ انْقَادِي عَلَيَّ بِإِذْنِ اللَّهِ تَعَالَى، فَانْقَادَتْ مَعَهُ كَذَلِكَ، حَتَّى إِذَا كَانَ بِالْمَنْصَفِ مِمَّا بَيْنَهُمَا، فَقَالَ التَّيْمَا عَلَيَّ بِإِذْنِ اللَّهِ، فَالتَّيْمَا فَجَلَسْتُ أَحَدْتُ نَفْسِي، فَحَانَتْ مِنِّي لَفْتَةً، فَإِذَا أَنَا بِرَسُولِ اللَّهِ مُقْبِلًا، وَإِذَا الشَّجَرَتَانِ قَدْ افْتَرَقَتَا، فَقَامَتْ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا عَلَى سَاقٍ.)) ❶

”ہم رسول اللہ ﷺ کی معیت میں روانہ ہوئے حتیٰ کہ ایک کھلی وادی میں اترے۔ رسول اکرم ﷺ قضائے حاجت کے لیے تشریف لے گئے۔ پردہ کے لیے کوئی چیز نہیں تھی، البتہ وادی کے کنارے پر دو درخت تھے۔ رسول اللہ ﷺ ان میں سے ایک درخت کے پاس گئے، اور اس کی ایک شاخ کو پکڑ کر یوں فرمایا، اللہ تعالیٰ کے حکم سے میرے ساتھ آؤ۔ درخت اسی طرح حکم بجالایا جس طرح تکمیل والا اونٹ اپنے سوار کا تابع فرمان ہوتا ہے۔ پھر آپ دوسرے درخت کے پاس تشریف لے گئے، اور اس کی شاخ پکڑ کر فرمایا، اللہ کے حکم سے میری پیروی کرو، چنانچہ وہ بھی پہلے درخت کی طرح حکم بجالایا۔ پھر جب آپ ان دونوں کے درمیان

❶ صحیح مسلم، کتاب الزہد، رقم: ۷۵۱۸۔

آگے تو آپ ﷺ نے فرمایا، اللہ کے حکم سے دونوں میرے اوپر آپس میں مل جاؤ۔ چنانچہ وہ دونوں درخت آپس میں مل گئے۔ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں اپنے خیالوں میں گم تھا کہ اچانک میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ میرے سامنے تشریف لے آتے ہیں، اور دونوں درخت جدا ہو گئے ہیں اور ہر ایک اپنے اپنے تے پر قائم ہے۔“

معجزہ شقِ قمر:

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

((اَنَّ اَهْلَ مَكَّةَ سَالَوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَنْ يَّرِيَهُمْ اَيَّةَ فَاَرَاهُمْ الْقَمَرَ شَقَّتَيْنِ ، حَتَّى رَاَوْا حِرَاءَ بَيْنَهُمَا .)) ❶

”اہل مکہ نے رسول اللہ ﷺ سے مطالبہ کیا کہ آپ انہیں کوئی نشانی دکھائیں۔ تو آپ نے انہیں (انگلی کے اشارے سے) چاند کے دو ٹکڑے کر کے دکھائے۔ یہاں تک کہ ان کافروں نے حراء پہاڑ کو چاند کے دونوں ٹکڑوں کے درمیان دیکھا۔“

انگلیوں کے درمیان سے پانی کا ابلنا:

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

((عَطَشَ النَّاسُ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَّةِ وَرَسُولُ اللّٰهِ ﷺ بَيْنَ يَدَيْهِ رَكْوَةٌ فَتَوَضَّأَ مِنْهَا ثُمَّ أَقْبَلَ النَّاسُ نَحْوَهُ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : مَا لَكُمْ؟ قَالُوا: يَا رَسُولَ اللّٰهِ ، لَيْسَ عِنْدَنَا مَا نَتَوَضَّأُ بِهِ وَنَشْرَبُ إِلَّا مَا فِي رَكْوَتِكَ ، فَوَضَعَ النَّبِيُّ ﷺ يَدَهُ فِي الرُّكْوَةِ فَجَعَلَ الْمَاءُ يَفُورُ مِنْ بَيْنِ أَصَابِعِهِ كَأَمْثَالِ الْعِيُونِ قَالَ: فَشَرِبْنَا وَتَوَضَّأْنَا ، قُلْتُ لِحَابِرٍ: كَمْ كُتِّمَ يَوْمَئِذٍ؟ قَالَ: لَوْ كُنَّا مِائَةَ أَلْفٍ لَكَفَّأْنَا ، كُنَّا خَمْسَ عَشْرَةَ مِائَةً)) ❷

❶ صحیح بخاری، کتاب مناقب الأنصار، رقم: ۳۸۶۸۔ صحیح مسلم، کتاب صفات المنافقین، رقم: ۷۰۷۴۔

❷ صحیح بخاری، کتاب المغازی، رقم: ۴۱۵۲۔ صحیح مسلم، کتاب الامارة: ۱۸۵۶۔

”حدیبیہ کے روز لوگوں نے شدت کی پیاس محسوس کی اور رسول محترم ﷺ کے سامنے ایک برتن تھا۔ آپ نے اس سے وضوء کیا۔ اس کے بعد صحابہ کرام آپ ﷺ کی طرف متوجہ ہوئے، اور عرض کیا کہ ہمارے پاس آپ کے اس برتن میں موجود پانی کے سوا کوئی پانی نہیں ہے کہ ہم وضو کر سکیں یا پی سکیں۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ نے اپنا ہاتھ پانی کے برتن میں ڈالا پھر کیا تھا کہ پانی اس چشمہ کی مانند اُبلنے لگا۔ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے سیر ہو کر پیا اور وضوء کیا۔ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ اس وقت آپ کتنے لوگ تھے؟ انہوں نے بتایا کہ ہم پندرہ سو تھے، لیکن اگر ایک لاکھ بھی ہوتے تو وہ پانی ہمیں کفایت کرتا۔“

کھجوروں کا گر کر واپس لگ جانا:

نبی کریم ﷺ کے پاس ایک دیہاتی آیا، اور اس نے آ کر عرض کیا کہ میں کیسے سمجھوں کہ آپ نبی ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا، اگر میں اس درخت کی کھجور بھری شاخ کو حکم دوں تو کیا تم گواہی دو گے یعنی مان لو گے کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ اس نے جواب دیا، ہاں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے کھجور بھری شاخ کو آواز دی تو درخت سے کھجوریں گرنے لگیں، یہاں تک کہ نبی ﷺ تک کھجوروں کا ڈھیر لگ گیا۔ پھر فرمایا، لوٹ جاؤ تو کھجوریں واپس جا کر درخت پر لگ گئیں۔ یہ دیکھ کر دیہاتی نے اسلام قبول کر لیا۔^①

ایک پیالہ دودھ کا بے شمار لوگوں کیلئے کافی ہو گیا:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ایک دن ایک راستے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کا پاس سے گزر ہوا تو آپ ﷺ نے انہیں دیکھ کر تبسم فرمایا، اور یہ سمجھ لیا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے جی میں کیا ہے اور چہرے سے کیا ظاہر ہوتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا، ابو ہریرہ! انہوں نے کہا، حاضر ہوں اے اللہ کے رسول! آپ ﷺ نے فرمایا: آؤ میرے ساتھ، اور آپ چل پڑے۔

① سنن ترمذی، کتاب المناقب، باب فی حنین الجذع، رقم: ۳۶۲۸۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے سوائے ”فاسلم الأعرابی“ کے بقیہ روایت کو صحیح کہا ہے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں بھی پیچھے چل پڑا۔ رسول اللہ ﷺ نے (کسی صحابی کے گھر میں داخل ہونے کی) اجازت طلب کی، میرے لیے بھی اجازت مل گئی۔ آپ ﷺ داخل ہوئے تو دودھ کا ایک پیالہ پایا۔ آپ نے پوچھا، یہ دودھ کہاں سے آیا ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جواب دیا، فلاں مرد کے پاس سے یا فلاں عورت کے پاس سے۔ آپ ﷺ نے مجھے بلایا اور کہا: جاؤ اہل صفہ کے پاس اور انہیں بھی بلاؤ۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ یہ بات مجھے کچھ ناگوار معلوم ہوئی اس لیے میں نے کہا، اتنا دودھ اہل صفہ کے کیا کام آئے گا (بعض روایات کے مطابق ان صحابہ کی تعداد ستر سے کم نہ تھی) جبکہ میں زیادہ مستحق تھا کہ اس دودھ میں سے مجھے بھی کچھ ملے جس سے میں طاقت حاصل کر سکوں۔ جب اصحاب صفہ آگئے تو رسول اللہ ﷺ نے مجھے دودھ پلانے کا حکم دیا، میں انہیں پلانے لگا اور مجھے امید نہیں تھی کہ اس دودھ میں سے مجھے بھی کچھ ملے گا۔ میں ہر مرد کو دینے لگا اور وہ اتنا پیتا کہ سیر ہو جاتا، پھر وہ پیالہ میری طرف لوٹا دیتا۔ یہاں تک کہ میں نبی کریم ﷺ تک پہنچا، جبکہ تمام لوگ سیر ہو چکے تھے۔ آپ ﷺ نے پیالہ لے لیا اور اسے ہاتھ میں پکڑ کر میری طرف دیکھا، پھر مسکرائے اور کہا، ابو ہریرہ! میں نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول! میں حاضر ہوں۔ فرمایا، اب میں اور تم باقی رہ گئے ہیں، میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! آپ ٹھیک کہتے ہیں۔ فرمایا، بیٹھ جاؤ اور پو۔ میں بیٹھ گیا اور پینا شروع کر دیا، آپ مسلسل کہتے رہے کہ پو یہاں تک کہ مجھے کہنا پڑ گیا کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے! اب بالکل گنجائش نہیں ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا، تو لاؤ مجھے دو، میں نے پیالہ رسول اللہ ﷺ کو تنہا دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اللہ کی حمد بیان کی، بسم اللہ پڑھ کر سب کا جھوٹا نوش فرما گئے۔“^①

سراقہ کے گھوڑے کا زمین میں دھنس جانا:

جب رسول اللہ ﷺ نے ہجرت کا ارادہ فرمایا تو مکہ سے نکل کھڑے ہوئے۔ آپ ﷺ کے ساتھ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ آپ ﷺ جبل ثور کے ایک غار میں داخل ہو گئے۔

① مسند احمد: ۵۱۵۲، رقم: ۱۰۷۹۔ شعیب ارناؤوٹ نے اس حدیث کی سند کو بخاری کی شرط پر ”صحیح“ کہا ہے۔

تاکہ قریش سے چھپ جائیں، اور قریش آپ کی تلاش میں تھے۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کا پتا بتانے والے کے لیے سواونٹ انعام رکھا تھا۔ اس لیے اللہ نے آپ ﷺ کے نشانِ قدم کو بھی مٹا دیا، اور غار کے منہ پر کڑیوں کا جالاتن دیا۔ جب آپ ﷺ وہاں سے نکلے تو پیچھے سے سراقہ بن مالک آپہنچا۔ وہ بھی آپ کو تلاش کرنے والوں میں تھا۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ بول اٹھے کہ یہ سراقہ تو بالکل قریب آ گیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی، اے اللہ! ہماری طرف سے سراقہ کے لیے کافی ہو جا، تو زمین نے فوراً اس کے گھوڑے کو بغل تک نگل لیا۔ سراقہ بولا! اے محمد! آپ دعا کیجئے، اللہ مجھے چھوڑ دے، اور میں وعدہ کرتا ہوں کہ جو لوگ آپ کی تلاش میں آ رہے ہیں، میں ان کو واپس بھیج دوں گا۔ اور آپ کے خلاف کبھی ان کی مدد نہیں کروں گا۔ آپ ﷺ نے دعا فرمائی، اے اللہ! اگر سراقہ سچا ہے تو اس کے گھوڑے کو چھوڑ دے۔ اللہ نے اس کے گھوڑے کو چھوڑ دیا۔ پھر سراقہ نے اسلام قبول کر لیا اور اچھے مسلمان بن کر رہے۔^①

سیدنا جبرائیل علیہ السلام کا اونٹ کی شکل میں ابو جہل کی طرف لپکنا:

ایک دن ابو جہل نے کہا، قریشیو! جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو کہ محمد ہمارے دین میں عیب نکالتا ہے، ہمارے باپ دادا کو برا بھلا کہتا ہے، ہمارے عقلمندوں کو احمق کہتا ہے، ہمارے معبودوں کو برا بھلا کہتا ہے، اور میں اب اللہ سے عہد کرتا ہوں کہ میں ایک وزنی پتھر لے کر محمد کے انتظار میں بیٹھوں گا، جب وہ نماز میں سجدہ کرے گا تو میں پتھر سے اس کا سر کچل دوں گا۔ پھر تم چاہے مجھے چھوڑنا یا روکنا، اس کے بعد عبد مناف میرے ساتھ جو مرضی کریں۔

لوگوں نے کہا، اللہ کی قسم! ہم تم کو کبھی نہیں چھوڑیں گے، اس لیے جو چاہو تم کر گزرو۔ پھر جب صبح ہوئی تو ابو جہل نے ویسا ہی پتھر اٹھایا جیسا کہ اس نے بیان کیا تھا، اور رسول اللہ ﷺ کے انتظار میں بیٹھ گیا۔ رسول اللہ ﷺ اسی طرح تشریف لے گئے جس طرح روزانہ جاتے تھے اور نماز پڑھنے لگے۔ رسول اللہ ﷺ جب سجدہ میں گئے تو ابو جہل نے پتھر اٹھایا اور آپ ﷺ کی طرف بڑھا۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ کے قریب ہو گیا۔ پھر

① صحیح بخاری، کتاب المناقب، رقم: ۳۶۱۵۔ صحیح مسلم، کتاب الزہد، رقم: ۲۰۰۹۔

اچانک شکست خوردہ، بدحواس اور خوفزدہ ہو کر پلٹ پڑا۔ پتھر پر اس کے دونوں ہاتھ خشک ہو گئے، یہاں تک کہ اس نے پتھر ہاتھ سے پھینک دیا۔ قریش کے چند لوگ اس کے پاس گئے، پوچھا، ابوالحکم کیا بات ہے؟ ابو جہل نے کہا، کل جو میں نے تم سے کہا تھا، اس کے لیے میں محمد (ﷺ) کی طرف بڑھا۔ لیکن جب میں اس کے قریب ہوا تو دور سے ہی ایک موٹا اونٹ میرے سامنے آ گیا۔ اللہ کی قسم! ویسی کھوپڑی، اتنی موٹی گردن اور ایسے دانتوں والا اونٹ میں نے آج تک نہیں دیکھا۔ وہ مجھے کھانے کے لیے لپکا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وہ سیدنا جبرئیل علیہ السلام تھے۔ اگر ابو جہل قریب آتا تو وہ اسے

پکڑ لیتے۔ ❶



❶ مسند احمد: ۲/۳۷۰، ۸۸۳۱۔ شعیب ارناؤوٹ نے اس حدیث کی سند کو مسلم کی شرط پر ”صحیح“ کہا ہے۔

باب نمبر 21

نبی کریم ﷺ کی پیش گوئیوں کا بیان

پیش گوئی سے مراد ہے ”کسی چیز کے وقوع سے پہلے ہی اس کی اطلاع دے دینا۔“ کسی واقعہ کے بارے میں پیشگی اطلاع دینا لامحالہ دو باتوں پر موقوف ہے، یا تو ایسی اطلاع دینے والے شخص کو اللہ تعالیٰ وحی کے ذریعے مطلع فرمادیتا ہے، یا پھر وحی کے علاوہ آثار و قرائن، کشف والہام، خواب والقاء، شیطانی وحی، علم جادو اور دیگر مادی ذرائع واسباب اور آثار و قرائن سے کسی امر کے وقوع سے پہلے اس کے احوال معلوم کر کے پیشگوئی کر دی جاتی ہے۔

اول الذکر بات تو صرف انبیاء علیہم السلام کے ساتھ مخصوص ہے، جنہیں اللہ تعالیٰ وحی کے ذریعے مختلف باتوں کے متعلق پیشگی اطلاع کر دیتا تھا، جبکہ ثانی الذکر میں مسلم وغیر مسلم سبھی یکساں ہیں۔ البتہ انبیاء علیہم السلام اور غیر انبیاء میں ایک بنیادی امتیاز یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی پیش گوئی سو فیصد مبنی برحقیقت اور سچی ہوتی ہے، جبکہ غیر انبیاء کی مختلف ذرائع کے پیش نظر کی جانے والی پیشگوئی ننانوے فیصد جھوٹی اور متردد ہوتی ہے۔

ذیل میں نبی کریم ﷺ کی چند پیش گوئیاں ذکر کی جا رہی ہیں، جو آج بعینہ اسی طرح ثابت ہو چکی ہیں جیسے کہ آپ ﷺ نے ان کے متعلق آج سے چودہ سو سال پہلے خبر دی تھی۔ یقیناً یہ پیش گوئیاں آپ ﷺ کی صداقت نبوت اور عظمت شان کی بہت بڑی دلیل ہیں۔

قتل عام ہو جائے گا:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ ، لَا تَذْهَبُ الدُّنْيَا حَتَّى يَأْتِيَ عَلَى النَّاسِ يَوْمٌ لَا يُدْرَى الْقَاتِلُ فِيْمَ قَتَلَ ، وَلَا الْمَقْتُولُ فِيْمَ قُتِلَ ؟ فَقِيلَ :

كَيْفَ يَكُونُ ذَلِكَ؟ قَالَ: الْهَرْجُ، الْقَاتِلُ وَالْمَقْتُولُ فِي النَّارِ))^①
 ”اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ دنیا ختم نہیں ہوگی حتیٰ کہ
 لوگ وہ دن نہ دیکھ لیں جب نہ قاتل جانتا ہوگا کہ میں نے کیوں قتل کیا؟ اور نہ
 مقتول کو علم ہوگا کہ اسے کیوں قتل کیا گیا؟ کہا گیا یہ کیسے ممکن ہوگا؟ آپ ﷺ
 نے فرمایا: ”خونریزی ہوگی۔ جس میں قاتل و مقتول دونوں جہنمی ہوں گے۔“

جھوٹے نبی اور دجال ظاہر ہوں گے:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:
 ((لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يُبْعَثَ دَجَالُونَ كَذَّابُونَ ، قَرِيبٌ مِنْ
 ثَلَاثِينَ ، كُلُّهُمْ يَزْعُمُ أَنَّهُ رَسُولُ اللَّهِ! وَفِي رَوَايَةٍ ، كُلُّهُمْ يَكْذِبُ
 عَلَى اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ وَرَسُولِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ))^②
 ”قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک کہ میں نے قریب دجال اور جھوٹے
 (نبی) نہ ظاہر ہو جائیں جن میں سے ہر ایک ”رسول“ ہونے کا دعویٰ کرے گا۔“

ایک روایت میں ہے:

”ہر ایک اللہ عزوجل اور اس کے رسول (محمد ﷺ) پر بہتان باندھے گا۔“

امانداری کم ہو جائے گی اور خیانت بڑھ جائے گی:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

((بَيْنَمَا النَّبِيُّ ﷺ فِي مَجْلِسِهِ يُحَدِّثُ الْقَوْمَ جَاءَهُ أَعْرَابِيٌّ فَقَالَ:
 مَتَى السَّاعَةُ؟ قَالَ: إِذَا ضُيِّعَتِ الْأَمَانَةُ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ ، قَالَ :

① صحیح مسلم، کتاب الفتن، باب لا تقوم الساعة حتى يمر الرجل بغير الرجل فيتمنى ان يكون مكان

الميت من البلاء، رقم: ۲۹۰۸۔

② صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوة في الاسلام، رقم: ۳۶۰۹۔ صحیح مسلم،

کتاب الفتن، رقم: ۷۳۴۲۔

يَا رَسُولَ اللَّهِ! كَيْفَ؟ قَالَ: إِذَا وَسَدَ الْأَمْرُ إِلَىٰ أَهْلِهِ فَانْتَظِرْ
السَّاعَةَ.)) ❶

”رسول کریم ﷺ اپنی مجلس میں لوگوں سے جو گفتگو تھے کہ ایک دیہاتی آیا، اور کہنے لگا: اے اللہ کے رسول! قیامت کب آئیگی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جب امانت ضائع کی جائے، تو قیامت کا انتظار کرنا۔ اس نے کہا: امانت کا ضیاع کیسے ہوگا؟ فرمایا: جب ”کام“ نا اہل لوگوں کے سپرد کر دیئے جائیں تو قیامت کے منتظر رہو۔“

ظالم حکمران ظاہر ہوں گے

سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، میرے بعد ایسے حکمران ہوں گے جو میری ہدایت سے منہ پھیریں گے، اور میری سنت سے اعراض کریں گے اور ان (کی انتظامیہ) میں ایسے لوگ ہوں گے جن کے جسموں میں شیطانوں کے دل ہوں گے۔“ ❷

فحاشی و عمریانی عام ہو جائے گی:

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:
(إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْفَحْشَ وَالْتَفَحْشَ أَوْ يُبْغِضُ الْفَاحِشَ
وَالْمُتَفَحِّشَ، قَالَ: وَلَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّىٰ يَظْهَرَ الْفَحْشُ
وَالْتَفَاحِشُ)) ❸

”یقیناً اللہ تعالیٰ بے حیائی پھیلنے اور پھیلانے کو ناپسند کرتا ہے، یا بے حیائی پھیلانے والے سے بغض رکھتا ہے۔ اور آپ نے یہ بھی فرمایا، قیامت قائم نہیں ہوگی حتیٰ کہ

❶ صحیح بخاری، کتاب العلم، رقم: ۶۵۹، کتاب الرقاق، باب رفع لأمانة، رقم: ۶۴۹۶.

❷ صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوة، رقم: ۳۶۰۶۔ صحیح مسلم، کتاب الامارة،

رقم: ۱۸۴۷.

❸ مسند احمد: ۲/۲۱۷۔ مستدرک حاکم: ۷۵/۱۔ امام حاکم نے اسے ”صحیح“ کہا ہے۔

بے حیائی (خوب) پھیل جائے گی۔“
عورتیں کپڑے پہننے کے باوجود تنگی ہوں گی:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((صِنْفَانِ مِنَ أَهْلِ النَّارِ لَا أَرَاهُمَا بَعْدُ ، نِسَاءٌ كَاسِيَاتٌ عَارِيَاتٌ ، مَائِلَاتٌ ، مُمِيلَاتٌ عَلَى رُؤُوسِهِنَّ أَمْثَالُ أَسْنِمَةِ الْبُخْتِ الْمَائِلَةِ ، لَا يَرَيْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يَجِدْنَ رِيحَهَا ، وَرِجَالٌ مَعَهُمْ أَسْوَاطٌ كَأَذْنَابِ الْبَقَرِ ، يَضْرِبُونَ بِهَا النَّاسَ)) ❶

”دو قسم کے لوگ آگ میں جانے والے ہیں جو ابھی تک مجھے نہیں دکھائے گئے۔ (ایک تو) ایسی عورتیں ہیں جو کپڑے پہننے کے باوجود تنگی رہتی ہیں، یہ مائل ہونے والی اور (لوگوں کو) مائل کرنے والی ہیں، ان کے سروں پر (جوڑے) سختی اونٹوں کے کوبانوں کی طرح حرکت کرتے ہوں گے۔ یہ جنت کو دیکھیں گی نہ اس کی خوشبو پاسکیں گی، اور (دوسرے) کچھ آدمی ہیں جن کے پاس بیلوں کی دموں کی طرح کوڑے (لاٹھیاں) ہیں جن کے ساتھ وہ لوگوں کی پٹائی کرتے ہیں۔“

علم ختم ہو جائے گا اور جہالت بڑھ جائے گی:

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ أَنْ يُرْفَعَ الْعِلْمُ ، وَيُثَبَّتِ الْجَهْلُ ، وَيَكْثُرَ الْهَرَجُ)) ❷

”علم کا اٹھ جانا، جہالت، اور قتل و غارت گری کا بڑھ جانا قیامت کی نشانیوں میں سے ہے۔“

❶ مسند احمد: ۶/۲۶۹-۴۴۰۰۳۵۶۔ السنن الكبرى: ۲/۲۳۴- شرح السنة: ۶/۱۵۳۔ صحیح

ابن حبان، رقم: ۷۴۶۱۔ ابن حبان نے اسے ”صحیح“ کہا ہے۔

❷ صحیح بخاری، کتاب العلم، باب رفع العلم وظهور الجهل، رقم: ۵۵۷۷، ۵۲۳۱، ۸۰۔

بدکاری عام ہو جائے گی:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! لَا تَقْنِي هَذِهِ الْأُمَّةُ حَتَّى يَقُومَ الرَّجُلُ إِلَى الْمَرْأَةِ فَيَقْتَرِ شَهَا فِي الطَّرِيقِ فَيَكُونُ خِيَارَهُمْ يَوْمَئِذٍ مَنْ يَقُولُ: لَوْ وَارَيْتَهَا وَرَاءَ هَذَا الْحَائِطِ)) ❶

”اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! یہ امت اس وقت تک ختم نہ ہوگی جب تک کہ (یہ حالت نہ ہو جائے کہ) آدمی عورت کے ساتھ برسر بازار زنا کرے گا، اور اس وقت بہترین آدمی وہ ہوگا جو یہ بات کہے گا، کاش! تم اسے دیوار کے پیچھے لے جاتے۔“

شراب اور گانے باجے کو حلال سمجھ لیا جائے گا:

سیدنا ابو عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَيَكُونَنَّ مِنْ أُمَّتِي أَقْوَامٌ يَسْتَحِلُّونَ الْحَرَّ، وَالْحَرِيرَ، وَالْحَمَرَ وَالْمَعَارِزَ، وَلَيَنْزِلَنَّ أَقْوَامٌ إِلَى جَنْبِ عِلْمٍ، يَرُوحُ عَلَيْهِمْ بِسَارِحَةٍ لَهُمْ، يَأْتِيهِمْ لِحَاجَةٍ فَيَقُولُونَ: ارْجِعِ الْيَنَا عَدًّا، فَيَبِيتُهُمُ اللَّهُ، وَيَضَعُ الْعِلْمَ، وَيَمَسُخُ آخِرِينَ قِرْدَةً وَخَنَازِيرَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ)) ❷

”میری امت میں کچھ ایسے برے لوگ پیدا ہوں گے جو زنا کاری، ریشمی لباس، شراب اور گانے بجانے کو حلال سمجھیں گے، اور (ان میں سے) کچھ لوگ پہاڑ کی چوٹی پر (اپنے بنگلوں میں رہائش کے لئے) چلے جائیں گے۔ ان کے چرواہے صبح وشام مویشی لائیں گے اور لے جائیں گے۔ ان کے پاس کوئی فقیر اپنی حاجت کی

❶ فتح الباری: ۸۴/۱۳، بسند حسن.

❷ صحیح بخاری، کتاب الاشرية، باب ماجاء فيمن يستحل الخمر ويسميها بغير اسمها، رقم: ۵۵۹۰.

غرض سے آئے گا تو وہ ٹالنے کے لئے اس سے کہیں گے کہ کل آنا، لیکن اللہ تعالیٰ رات ہی انہیں (سرکشی کی وجہ سے) ہلاک کر دے گا، ان پر پہاڑ گرا دے گا اور ان میں سے باقی بچنے والوں کو قیامت تک کے لئے بندر اور خنزیر کی صورتوں میں مسخ کر دے گا۔“

جھوٹ کثرت کے ساتھ بولا جائے گا:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
 ((لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى تَظْهَرَ الْفِتْنُ ، وَيَكْثُرَ الْكُذْبُ ، وَيَتَقَارَبَ
 الْأَسْوَاقُ)) ❶

”قیامت قائم ہونے سے پہلے فتنے ظاہر ہوں گے، جھوٹ بکثرت ہوگا، بازار قریب ہو جائیں گے۔“
جھوٹی گواہیاں دی جائیں گی:

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:
 ((إِنَّ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ شَهَادَةُ الزُّورِ ، وَكُتْمَانُ شَهَادَةِ الْحَقِّ)) ❷
 ”قیامت سے پہلے جھوٹی گواہی دی جائے گی، اور سچی گواہی چھپائی جائے گی۔“
لوگوں میں بخل پھیل جائے گا:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
 ((يَتَقَارَبُ الزَّمَانُ وَيَنْقُصُ الْعَمَلُ ، وَيَلْقَى الشُّحُّ)) ❸
 ”(قیامت کی علامات میں سے ہے کہ) زمانہ قریب آجائے گا، عمل میں نقص واقع ہوگا اور بخیلی پیدا ہو جائے گی۔“

❶ صحیح بخاری، کتاب الفتن، باب ظهور الفتن، رقم : ۷۰۶۱.

❷ الأدب المفرد، رقم: ۱۰۵۳۔ السلسلة الصحيحة، رقم: ۲۴۶/۲.

❸ صحیح بخاری، کتاب الفتن، باب ظهور الفتن، رقم : ۷۰۶۱.

لوگ مساجد کو مزین کر کے فخر کریں گے:

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يَتَبَاهَى النَّاسُ فِي الْمَسَاجِدِ))^①

”قیامت قائم نہ ہوگی، حتیٰ کہ لوگ مسجدوں میں فخر و مباہات کریں گے۔“

حرام خوری عام ہو جائے گی:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَيَأْتِينَ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لَا يُبَالِي الْمَرْءُ بِمَا أَخَذَ الْمَالِ مِنْ حَلَالٍ أَمْ مِنْ حَرَامٍ))^②

”لوگوں پر ضرور ایسا وقت آنے والا ہے کہ آدمی اس بات کی بالکل فکر نہیں کرے گا کہ جو مال اس نے حاصل کیا ہے وہ حلال ہے یا حرام ہے۔“

عورتیں بھی کاروبار میں شریک ہو جائیں گی:

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ تَسْلِيمُ الْخَاصَّةِ، وَفَشْوُ التَّجَارَةِ، حَتَّى تُشَارِكَ الْمَرْأَةُ زَوْجَهَا فِي التَّجَارَةِ))^③

”قیامت سے پہلے صرف خاص لوگوں کو سلام کیا جائے گا۔ اور تجارت پھیل جائے گی حتیٰ کہ عورت اپنے خاوند کے کاروبار میں مشارکت کرے گی۔“

زلزلوں کی کثرت ہو جائے گی:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

① سنن ابی داؤد، رقم: ۴۴۹۔ سنن ابن ماجہ، کتاب المساجد، رقم: ۷۲۴۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ”صحیح“ کہا ہے۔

② صحیح بخاری، کتاب البيوع، رقم: ۲۰۸۳۔ سنن نسائی، رقم: ۴۴۵۹۔

③ مسند احمد: ۵۰۹/۱۔ مستدرک حاکم: ۴۹۳/۴۔ السلسلة الصحيحة: ۲۴۶/۲۔ مسند البزار: رقم: ۴۳۰۷۔ الادب المفرد، رقم: ۱۰۵۳۔

((لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يُقْبَضَ الْعِلْمُ، وَيَتَقَارَبَ الزَّمَانُ، وَتَكْثُرَ الزَّلَازِلُ)) ❶

”قیامت قائم نہیں ہوگی حتی کہ علم قبض کر لیا جائے گا، زمانہ قریب آجائے گا اور زلزلے کثرت سے ہوں گے۔“

صرف جان پہچان کے لوگوں کو سلام کیا جائے گا:

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ تَسْلِيمُ الْخَاصَّةِ)) ❷

”قیامت کے قریب سلام صرف خاص لوگوں کو کہا جائے گا۔“

نشر و اشاعت کا ظہور ہوگا:

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((اِنَّ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ تَسْلِيمُ الْخَاصَّةِ، وَفَشُوَ التَّجَارَةُ، حَتَّى

تُعِينَ الْمَرْأَةُ زَوْجَهَا عَلَى التَّجَارَةِ، وَقَطَعَ الْأَرْحَامُ، وَشَهَادَةُ

الزُّورِ وَكَيْتْمَانُ شَهَادَةِ الْحَقِّ وَظُهُورُ الْقَلَمِ)) ❸

”قیامت کے قریب صرف مخصوص لوگوں کو سلام کیا جائے گا، تجارت اس قدر پھیل

جائے گی کہ عورت تجارت میں اپنے خاوند کا ہاتھ بٹائے گی، رشتہ داری توڑی

جائے گی، جھوٹی گواہی دی جائے گی، حق چھپایا جائے گا اور قلم کا ظہور (پھیلاؤ)

ہو جائے گا۔“

زمانہ سمٹ جائے گا:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

❶ صحیح بخاری، کتاب الاستسقاء، باب ما قبل فی الزلازل والآیات، رقم: ۱۰۳۶.

❷ مسند احمد: ۵۰۹/۱-۵۲۵- السلسلة الصحيحة: ۲/۲۴۶.

❸ مسند احمد: ۵۰۹/۱- السلسلة الصحيحة: ۲/۲۴۶.

((لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يُقْبَضَ الْعِلْمُ ، وَتَكْثُرَ الزَّلَازِلُ ، وَيَتَقَارَبَ الزَّمَانُ)) ❶

”قیامت قائم نہیں ہوگی، یہاں تک کہ علم قبض کر لیا جائے گا، زلزلے بکثرت ہوں گے اور زمانہ قریب آجائے گا۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يَتَقَارَبَ الزَّمَانُ فَتَكُونُ السَّنَةُ كَالشَّهْرِ ، وَيَكُونُ الشَّهْرُ كَالْجُمُعَةِ ، وَتَكُونُ الْجُمُعَةُ كَالْيَوْمِ ، وَيَكُونُ الْيَوْمُ كَالسَّاعَةِ وَتَكُونُ السَّاعَةُ كَالْحَتْرَاقِ السَّعْفَةِ الْخَوْصَةِ)) ❷

”قیامت قائم ہونے سے پہلے (یہ نشانی ظاہر ہوگی کہ) زمانہ قریب آجائے گا۔ اور سال مہینے کی طرح، مہینہ ہفتے کی طرح، ہفتہ ایک دن کی طرح، ایک دن ایک گھنٹے کی طرح اور ایک گھنٹہ آگ کے شعلے کی طرح (تیزی سے گزرنے والا) ہو جائے گا۔“

دنیا سے محبت اور موت سے نفرت کی جائے گی:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

((يَا ثُوبَانُ ! كَيْفَ أَنْتَ إِذَا تَدَاعَتْ عَلَيْكُمْ الْأُمَمُ كَتَدَاعِيكُمْ عَلَى قَصْعَةِ الطَّعَامِ يُصِيبُونَ مِنْهُ قَالَ ثُوبَانُ : بِأَبِي وَأُمِّي يَا رَسُولَ اللَّهِ ! أَمِنْ قَلَّةٍ بِنَا؟ قَالَ : لَا ، أَنْتُمْ يَوْمئِذٍ كَثِيرٌ وَلَكِنْ يُلْقَى فِي قُلُوبِكُمْ الْوَهْنُ قَالُوا : وَمَا الْوَهْنُ يَا رَسُولَ اللَّهِ ؟ قَالَ حُبُّكُمْ الدُّنْيَا وَكَرَاهِيَتِكُمُ الْمَوْتِ)) ❸

❶ صحیح بخاری، کتاب الاستسقاء، باب ما قبل فی الزلازل والایات، رقم: ۱۰۳۶۔ صحیح مسلم،

کتاب العلم، رقم: ۲۶۷۱۔

❷ مسند احمد: ۷۱۱/۲۔ سنن ترمذی، کتاب الزہد، رقم: ۲۳۲۲۔ علامہ البانی رضی اللہ عنہ نے اسے ”صحیح“ کہا ہے۔

❸ مسند احمد: ۴۷۳/۲۔ سنن داؤد، کتاب الفتن والملاحم، رقم: ۴۲۹۷۔ السلسلۃ الصحیحۃ: ۶۴۷/۲۔

”اے ثوبان! اس وقت تمہارا (مسلمانوں کا) کیا حال ہوگا جب (کافر) امتیں تم پر اس طرح ٹوٹ پڑیں گی، جس طرح تم کھانے کے برتن پر ٹوٹ پڑتے ہو؟ ثوبان نے کہا: میرے ماں باپ آپ پر قربان یا رسول اللہ! کیا اس وقت ہم قلت میں ہوں گے؟ آپ نے فرمایا: نہیں بلکہ تم کثرت میں ہو گے، لیکن اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں میں ”وہن“ ڈال دے گا۔ صحابہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! وہن کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ”دنیا سے محبت اور موت سے نفرت۔“

نیک لوگ معدوم ہو جائیں گے:

سیدنا مرداس سلمی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:
 ((يَذْهَبُ الصَّالِحُونَ الْأَوَّلُ فَالْأَوَّلُ وَيَبْقَى حُفَالَةً كَحَفَالَةِ الشَّعِيرِ أَوْ التَّمْرِ ، لَا يُبَالِيهِمُ اللَّهُ بِالَّةَ)) ①
 ”نیک لوگ یکے بعد دیگرے رخصت (فوت) ہوتے جائیں گے۔ اور فضول لوگ باقی رہ جائیں گے، جس طرح جو کا بھوسہ یاردی کھجور باقی رہ جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ ان (فضول لوگوں) کی کچھ پرواہ نہیں کرے گا۔“

مزید برآں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((يَأْتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ يُعْرَبُلُونَ فِيهِ غُرْبَلَةً يَبْقَى مِنْهُمْ حُثَالَةٌ قَدْ مَرَجَتْ عُهُودُهُمْ وَأَمَانَاتُهُمْ ، وَاخْتَلَفُوا فَكَانُوا هَكَذَا وَشَبَّكَ بَيْنَ أَصَابِعِهِ)) ②

”لوگوں پر ایک ایسا وقت آئیگا کہ ان کی خوب چھانٹی، اور صفائی کی جائے گی تو فضول لوگ باقی رہ جائیں گے (جبکہ نیک لوگ معدوم ہو جائیں گے) پھر آپ نے

① صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب ذهاب الصالحين، رقم: ۶۴۳۴.

② مسند احمد: ۲۸۹/۲ - ۲۹۱۔ سنن ابی داؤد، کتاب الفتن والملاحم، رقم: ۴۳۴۲۔ سنن ابن ماجہ، رقم: ۴۰۰۵۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے ”صحیح“ کہا ہے۔

اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو باہم ملا کر فرمایا، اس طرح ان کے وعدے اور امانتیں خلط ملط ہو کر رہ جائیں گی، اور وہ اختلافات کا شکار ہو جائیں گے۔“
مرد کم اور عورتیں زیادہ ہو جائیں گی:

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ أَنْ يُرْفَعَ الْعِلْمُ، وَيَكْثُرَ الْجَهْلُ، وَيَكْثُرَ الزَّيْنَاءُ، وَيَكْثُرَ شُرْبُ الْخَمْرِ، وَيَقِلَّ الرَّجَالُ وَيَكْثُرَ النِّسَاءُ حَتَّى يَكُونَ لِخَمْسِينَ امْرَأَةً الْقِيمُ الْوَاحِدُ)) ❶

”قیامت کی نشانیوں میں سے ہے کہ علم اٹھا لیا جائے گا، جہالت بڑھ جائے گی، زنا کاری عام ہوگی، شراب بکثرت پی جائے گی، آدمی تھوڑے اور عورتیں زیادہ ہو جائیں گی حتیٰ کہ پچاس (50) عورتوں کے لئے ایک (آدمی) ہی نگران ہوگا۔“

سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((لَيَأْتِيَنَّ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ يَطُوفُ الرَّجُلُ فِيهِ بِالصَّدَقَةِ مِنَ الدَّهَبِ ثُمَّ لَا يَجِدُ أَحَدًا يَأْخُذُهَا مِنْهُ، وَيَرَى الرَّجُلُ الْوَاحِدُ يَتَّبِعُهُ أَرْبَعُونَ امْرَأَةً يَلْدُنَ بِهِ، مِنْ قِلَّةِ الرَّجَالِ وَكَثْرَةِ النِّسَاءِ)) ❷

”ضرور لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ ایک شخص سونالے کر صدقہ کرنے نکلے گا لیکن کوئی اسے لینے والا نہیں ملے گا، اور یہ بھی ہوگا کہ ایک مرد کی پناہ میں چالیس چالیس عورتیں ہو جائیں گی کیونکہ مردوں کی قلت اور عورتوں کی کثرت ہو جائے گی۔“

❶ صحیح بخاری، کتاب النکاح، رقم: ۵۲۳۱۔ مسند احمد، ۲۲۲/۳۔ ۲۵۵۔ ۳۶۶۔ صحیح

مسلم، کتاب العلم، رقم: ۲۶۷۱۔

❷ صحیح بخاری، کتاب الزکاة، رقم: ۱۴۱۴۔ صحیح مسلم، کتاب الزکاة، رقم: ۱۰۱۲۔

نااہل لوگ حاکم بن جائیں گے:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

((بَيْنَمَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ جَالِسٌ يَحَدِّثُ الْقَوْمَ فِي مَجْلِسِهِ حَدِيثًا ، جَاءَ أَعْرَابِيٌّ فَقَالَ : يَا رَسُولَ اللَّهِ ! مَتَى السَّاعَةُ ؟ قَالَ : إِذَا ضَيَّعَتِ الْأَمَانَةُ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ ، قَالَ : يَا رَسُولَ اللَّهِ ! كَيْفَ إِضَاعَتُهَا ؟ قَالَ : إِذَا تَوَسَّيَدَ الْأَمْرُ لِعَيْرِ أَهْلِهِ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ)) ❶

”نبی کریم ﷺ اپنی مجلس میں لوگوں کے ساتھ مٹو گفتگو تھے کہ ایک دیہاتی شخص آیا اور عرض کیا، یا رسول اللہ! قیامت کب آئے گی؟..... آپ ﷺ نے فرمایا، جب امانت ضائع کی جانے لگے تو قیامت کا انتظار کرو۔ اس نے کہا: یا رسول اللہ! امانت کیسے ضائع کی جائے گی؟ آپ نے فرمایا: جب ”معاملات“ نااہل لوگوں کے سپرد کئے جائیں تو قیامت کے منتظر ہو۔“

فقیر محتاج لوگ مالدار ہو جائیں گے:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

((كَانَ النَّبِيُّ ﷺ بَارِزًا يَوْمًا لِلنَّاسِ ، فَاتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ : مَتَى السَّاعَةُ ؟ قَالَ : مَا الْمَسْئُولُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ ، وَسَأَخْبِرُكَ عَنْ أَشْرَاطِهَا : إِذَا وَلَدَتِ الْأُمَّةُ رَبَّتَهَا ، وَإِذَا تَطَاوَلَتِ رِعَاةُ الْإِبِلِ الْبُهْمَ فِي الْبُنْيَانِ فِي خَمْسٍ لَا يَعْلَمُهُنَّ إِلَّا اللَّهُ ! ثُمَّ تَلَا النَّبِيُّ ﷺ : ﴿ إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ ... ﴾ (لقمان : ۳۴) .)) ❷

”ایک دن نبی کریم ﷺ لوگوں کے پاس تشریف فرما تھے کہ اچانک ایک آدمی آیا اور پوچھنے لگا کہ قیامت کب آئے گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا، جس سے سوال کیا

❶ صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب رفع الامانة، رقم: ۶۴۹۶.

❷ صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب سؤال جبریل النبی عن الاسلام والایمان والاحسان، رقم: ۵۰.

گیا ہے وہ بھی سوال کرنے والے سے زیادہ نہیں، جانتا، البتہ میں تمہیں قیامت برپا ہونے کی کچھ نشانیاں بتائے دیتا ہوں۔ جب لوٹڈی اپنے آقا کو جنے گی، اور جب اونٹوں کے غیر معروف سیاہ فام چرواہے فلک بوس عمارتیں بنانے میں ایک دوسرے پر بازی لے جائیں گے (تو قیامت قریب ہوگی) درحقیقت قیامت ان پانچ باتوں میں سے ہے، جنہیں اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور کوئی نہیں جانتا۔ پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ”بے شک اللہ کو ہی قیامت کا علم ہے“

دین کو اجنبی سمجھا جائے گا:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
 ((اِنَّ الْاِسْلَامَ بَدَاَ غَرِيْبًا وَسَيَعُوْدُ غَرِيْبًا كَمَا بَدَاَ فَطُوْبِي لِلْغُرَبَاءِ)) ❶

”اسلام اجنبی (حالت میں) شروع ہوا تھا، اور عنقریب اسی طرح اجنبی ہو کر لوٹے گا، جس طرح شروع ہوا تھا، پس اجنبی لوگوں (مسلمانوں) کے لئے خوشخبری ہے۔“



❶ مسند احمد: ۵۱۲/۲۔ صحیح مسلم، کتاب الایمان، رقم: ۳۷۲.

مصطفیٰ ﷺ دنیا کے ممتاز غیر مسلم محققین کی نظر میں

لین پول:

مشہور یورپین محقق اور مبلغ لین پول رقمطراز ہے:
”محمد (ﷺ) نہایت بااخلاق اور رحم دل بزرگ تھے۔ ان کی بے ریا اللہ پرستی اور
عظیم فیاضی مستحق تعریف ہے۔ بے شک آپ مقدس پیغمبر تھے۔“

کاؤنٹ ٹالسٹائی:

مشہور روسی محقق کاؤنٹ ٹالسٹائی نے بارگاہ رسالت میں گہائے عقیدت کچھ اس طرح
پیش کیے ہیں:

”محمد (ﷺ) دنیا میں مصلح بن کر آئے، اور آپ میں ایسی برگزیدہ قوت پائی جاتی
ہے جو کہ قوت بشری سے اعلیٰ وارفع تھی۔ سیدنا محمد (ﷺ) کا طرز عمل اخلاق
انسانی کا حیرت انگیز کارنامہ ہے۔ ہم یقین کرنے پر مجبور ہیں کہ سیدنا محمد (ﷺ)
کی تبلیغ و عبادت خالص سچائی پر مبنی تھی۔“

نیپولین بوناپاٹ:

نیپولین بوناپاٹ محسن انسانیت کی ذات گرامی کے متعلق لکھتا ہے:
”محمد کی ذات ایک مرکز ثقل تھی، جس کی طرف لوگ کھنچے چلے آتے تھے، ان کی
تعلیمات نے لوگوں کو اپنا مطیع اور گرویدہ بنا لیا اور ایک ایسا گروہ پیدا ہوا کہ چند ہی

سالوں میں نصف دنیا میں اسلام کے ان پیروکاروں نے دنیا کو جھوٹے خداؤں سے چھڑالیا، انہوں نے بت سرنگوں کر دیئے۔ موسیٰ و عیسیٰ کے پیروؤں نے پندرہ سو سال میں کفر کی اتنی نشانیاں منہدم نہ کی تھیں جتنی کہ ان متبعین اسلام نے صرف پندرہ سال میں کر دیں، حقیقت یہ ہے کہ محمد ﷺ کی ہستی بہت ہی بڑی چیز ہے۔“

جارج برنارڈ شاہ:

جارج برنارڈ شاہ لکھتا ہے:

”ازمہ سطلی میں عیسائی راہبوں نے اپنی جہالت و تعصب کی وجہ سے بڑی بھیانک تصویر کی صورت میں مذہب اسلام کو پیش کیا۔ بات یہیں ختم نہیں ہوتی، انہوں نے (سیدنا) محمد اور آپ کے مذہب کے خلاف باضابطہ تحریک چلائی، میں نے ان باتوں کا بغور مطالعہ کیا ہے، اور میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ محمد عظیم انسان تھے اور صحیح معنوں میں انسانیت کے نجات دہندہ تھے۔ آنے والے سو سالوں میں ہماری دنیا کا مذہب اسلام ہوگا، مگر موجودہ زمانے کا اسلام نہیں، بلکہ وہ اسلام ہوگا جو محمد (ﷺ) کے زمانہ میں دلوں، دماغوں اور روحوں میں جاگزیں تھا۔“

جی ہگنز:

جی ہگنز اپنے مخصوص انداز میں لکھتا ہے:

”کہاں ہیں وہ یورپ آریج بشپ آف کنٹر بری اور کونسلز آف کانوکیشن؟ اسقف پادری اور مسیحی قوانین بنانے والے کہ جنہوں نے افریقہ میں غلامی کی اجازت دی، جنہوں نے حبشیوں کو غلام بنانا مذہب کے مطابق قرار دیا، آج ان کا کوئی نام نہیں اور وہ تاریخ کی گرد میں لپٹے گمنامی کی نیند سور ہے ہیں۔ کوئی محقق اور مورخ ان کا نام گرد جھاڑ کر تلاش بھی کرتا ہے تو صرف اس لیے کہ وہ انہیں مطعون کر سکے اور ان کے بھیانک جرائم کا اظہار کر سکے۔ اس کے برعکس ایک نام ہے محمد، جس نے انسانیت کو رنگ و نسل کی زنجیروں سے آزادی عطا کی۔ یہ نام روشن سے روشن تر

ہوتا چلا جا رہا ہے اور اس نام کی تجلیات پوری دنیا میں پھیلتی چلی جا رہی ہیں۔“

ایم ایم واٹ:

ایم ایم واٹ لکھتا ہے:

”عیسائی دنیا نے جس شخصیت سے سب سے زیادہ نفرت کا اظہار کیا اور اسے ظلمت کا شہزادہ قرار دیا ہے اصل میں وہی شخص دنیا میں احترام کا زیادہ حقدار ہے۔ آج بھی عیسائیوں کو چاہیے کہ وہ صدیوں کی نفرت ختم کر کے حقائق اور صداقت کی روشنی میں حیاتِ محمد کا مطالعہ کریں۔ اور انہیں بھول جانا چاہیے کہ ایک زمانے میں وہ بازنطینی شہنشاہیت کا حریف بنا تھا۔ انہیں فراموش کر دینا چاہیے کہ ایشیائے کوچک پر مسلمانوں نے قبضہ کر لیا تھا۔ یہ جنگیں کیوں لڑی گئیں۔ یہ تاریخ کا علیحدہ باب ہے، لیکن ان جنگوں کی وجہ سے دنیا کے سب سے قابل احترام برگزیدہ نبی سے نفرت کا جواز ڈھونڈنا ان کی عظمتوں اور خوبیوں کو جھٹلانے کے مترادف ہے، جن کا ہمسر دنیا کا کوئی دوسرا انسان نہیں بن سکا۔“

مسٹر سیل:

مسٹر سیل اپنی برسوں کی تحقیقات کے بعد لکھتا ہے:

”میں نے اپنی تحقیقات میں کوئی ثبوت ایسا نہیں پایا کہ جس سے سیدنا محمد کے دعویٰ

رسالت میں شبہ ہو سکے یا آپ کی مقدس ذات پر مکرو فریب کا الزام لگایا جاسکے۔“

اکبر الہ آبادی نے اس مشہور غیر مسلم انشاء پرداز مسٹر سیل کے بارے میں کیا خوب لکھا ہے:

مصنف سیل کو لکھنا پڑا اپنے رسالے میں

وہ یوں اصحاب میں تھے افضل جیسے چاند ہالے میں

مورخ ولیم ڈاؤ:

مورخ ولیم ڈاؤ ”صادق المصدوق“ (ﷺ) کی شان میں بطور دلیل فتح مکہ کا حوالہ دیتا

ہے اور لکھتا ہے:

”آپ کا وہ کمال جو آپ نے فتح مکہ کے بعد منافقوں اور کافروں کے حق میں ظاہر کیا، اخلاق انسانی کا حیرت انگیز نمونہ ہے۔“

ریورنڈ آرمیکوئیل:

یہ لکھتا ہے:

”اگر آپ کی تعلیم پر انصاف و ایمان داری سے تنقیدی نظر ڈالی جائے تو یہ کہنا پڑتا ہے کہ وہ رسول اور مامور من اللہ تھے۔“

پروفیسر باسور اسمتھ:

پروفیسر باسور اسمتھ نے لکھا ہے:

”بلاشک محمد اللہ کے رسول ہیں، اگر پوچھا جائے کہ افریقہ بلکہ تمام دنیا کو مسیحی مذہب نے فائدہ پہنچایا یا اسلام نے؟ تو جواب میں کہنا پڑے گا کہ اسلام نے۔ اگر محمد کو قریش ہجرت سے پہلے شہید کر ڈالتے تو مشرق و مغرب دونوں ناقص و ناکارہ رہ جاتے، اگر آپ نہ آتے تو دنیا کا ظلم بڑھتے بڑھتے اس کو تباہ کر دیتا، اگر آپ نہ ہوتے تو یورپ کے تاریک زمانے دوچند بلکہ سہ چند تاریک تر ہو جاتے اور اگر آپ نہ ہوتے تو انسان ریگستانوں میں پڑے بھٹکتے پھرتے۔ جب میں محمد کے ملہ صفات اور کارناموں پر بحیثیت مجموعی نظر ڈالتا ہوں کہ آپ کیا تھے اور کیا ہو گئے اور آپ کے تابع درغلاموں نے جن میں آپ نے زندگی کی روح پھونک دی تھی، انہوں نے کیا کیا کارنامے کر دکھائے، تو آپ مجھے سب سے بزرگ، سب سے برتر اور اپنی مثال آپ دکھائی دیتے ہیں۔“

اسٹینلے لین پول:

یہ لکھتا ہے:

”کسی نبی پر ان کے گھر والوں کا ایمان لے آنا اس کے اخلاص کی سب سے بڑی دلیل ہے۔ اس صحرائشیں کی سیرت و کردار کا صحیح صحیح اور متوازن جائزہ لینا بہت

مشکل ہے، ان کے اخلاق میں شرافت و متانت اور حیا و جرات اور عزم کے ساتھ ساتھ اس انداز سے ملے ہوئے ہیں کہ انسان کے لیے سوائے ان کے احترام کرنے کے اور کوئی چارہ نہیں رہتا، وہ ذاتِ مقدس، جس نے کئی برسوں تک اکیلے لوگوں کی نفرت و استبداد کا مقابلہ کیا۔ وہی شخص تھا کہ جس نے کسی سے مصافحہ کرتے وقت بھی پہلے کبھی اپنے ہاتھ کو کھینچنے کی کوشش نہیں کی، وہ بچوں کا محبوب اور منظور نظر تھا، وہ کبھی مسکرا ہٹوں سے نوازے بغیر ان کے پاس سے نہیں گزرا، وہ ہمیشہ انہیں محبت بھری نظروں سے دیکھتا اور مشفقانہ انداز سے انہیں خطاب کرتا، وہ بے تکلفی،

اخلاص اور ہمت کا ایک نہایت ہی حسین امتزاج تھا۔“

کارلائل :

کارلائل ایک منصف مزاج انگریز اہل قلم ہے، جس کو ہیروز میں بڑی دلچسپی ہے، اس نے بڑی عرق ریزی سے ہر میدان کے ہیر و تلاش کر کے ہیروز نامی کتاب تالیف کی ہے، اس کتاب کا ایک مستقل باب آپ ﷺ کے متعلق ہے جس میں اس نے اسلام کے بارے میں من گھڑت باتوں اور صاحبِ اسلام ﷺ کے متعلق بے بنیاد جھوٹ و افسانوں کی سختی سے تردید کر کے ان سے بچنے کی اپیل کرتے ہوئے لکھا ہے:

”جناب رسالت مآب (ﷺ) کی لائی ہوئی رسالت صدیوں سے لاکھوں لوگوں کے لیے چراغِ ہدایت بنی آرہی ہے۔ کیا ایسا سوچنا درست ہوگا کہ یہ رسالت جس پر یہ لاکھوں لوگ جئے اور مرے، جھوٹ و دھوکہ ہو سکتی ہے؟“

پھر وہ استفسار و سوال کرنے کے انداز میں لکھتا ہے:

”کیا آج تک کسی جھوٹے انسان نے دینِ تخلیق کر کے دیا اور اس کی اشاعت کے لیے وہ اہتمام کیا جو اسلام کی اشاعت کے لیے کیا گیا؟“

پھر وہ خود ہی کہتا ہے:

محمد کی رسالت حق و سچ تھی، اس کی آواز سچے انسان کی تھی جو انہیں ”عالمِ غیب“ سے

ملی تھی اور وہ ایک ایسا چراغ تھا، جس نے پوری دنیا کو روشن کر دیا جو کہ دراصل پیغام اللہ تھا۔ اور یہ ایسا اللہ کا فضل ہے جسے چاہے وہ اس سے نوازتا ہے۔“
وہ آپ سے محبت کے بارے میں لکھتا ہے:

”مجھے آپ سے اس لیے محبت ہوئی کہ آپ ریا کاری و منافقت سے دور، تکلف و بناوٹ، لالچ اور دنیا کی محبت سے مبرا تھے اور آپ عظمتِ نفس میں اپنی مثال آپ تھے۔ جناب محمد ﷺ کی آواز صحرا کی قدرتی اور پاک و صاف فضا کے وسط سے اٹھی، کانوں کے ذریعے دلوں تک پہنچی اور اس کے کلمات ان کے دلوں پر منقش ہو گئے۔ محمد نہ تو متکبر تھے اور نہ گھٹیا پن کا شکار، جھوٹ سے آپ کو نفرت تھی اور توہمات کا خوف آپ کے قریب تک نہیں پھٹکا تھا۔ آپ نے اپنے متواضع مقام اور پیوند لگے کپڑوں سے بادشاہت اور قیصر و کسریٰ کو خطوط لکھے جن میں ترغیب و ترہیب دونوں طریقوں سے اسلام قبول کرنے کی دعوت دی۔ آپ حق کے معاملہ میں کسی کے طعن و تشنیع کی ذرہ بھر پرواہ نہ کرتے۔ جناب محمد ﷺ کو مال و منال اور اقتدار پیش کیا گیا، مگر آپ نے اسے حقارت سے ٹھکرا دیا۔ آپ نے اپنی پوری زندگی دنیا سے بے نیاز و بے پرواہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں، آنے والے خطرات و مشکلات سے صرف نظر کرتے ہوئے گزاری اور اس کی اشاعت میں لگے رہے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس سچے دین کو غالب کر دیا اور یہ ہر سو پھیل گیا۔“

لارڈ ہائیڈلی:

یہ مفکر ان لوگوں میں سے ہے، جنہوں نے اسلام کو پڑھا اس کی تعریف کی اور اس کے نبی ﷺ کے متعلق سچ کہا اور لکھا۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے:

”میں چالیس برس یکسو ہو کر حقیقت کی تلاش میں رہا، بالآخر میں یہ اعتراف کر رہا ہوں کہ مسلم مستشرق کی زیارت نے میرے دل میں دین محمدی جیسے آسان دین کا بڑا احترام پیدا کیا، ایسا دین جو کہ انسان کی تربیت کرتا ہے کہ اس کی ساری زندگی

عبادت سے عبارت ہو اور وہ صرف اتوار کے دن عبادت تک محدود نہ رہے، میں اللہ کا شکر گزار ہوں کہ اس نے مجھے اسلام سے آشنا کیا جو کہ میرے دل میں نقش ہو چکا ہے اور اسلام سے مجھے وہ سعادت و اطمینان حاصل ہوا ہے، جس سے میں پہلے محروم تھا، میں اندھیری غار میں تھا، اسلام مجھے وہاں سے نکال کر وسیع زمین پر لے آیا جسے آفتاب نے روشن کر رکھا تھا، اور میں سمندر کی صاف اور خالص ہوا سے مستفید ہونا شروع ہوا۔“

مائیکل ہارٹ:

یہ خلائی اُمور کا ماہر معروف عالم ہے، اس کو عظیم لوگوں کی زندگی کے مطالعہ اور ان کی تلاش کا بڑا شوق تھا، اس نے ایک کتاب لکھی جس کا عنوان تھا ”سویا دگار شخصیات“ اور ان میں سرفہرست سیدنا محمد ﷺ ہیں۔ مائیکل مسلمان نہیں، وہ ایک امریکی عیسائی اسکالر ہے، اس نے ان سو شخصیات کا انتخاب کیا، جنہوں نے حیاتِ انسانیت پر گہرے اثرات چھوڑے ہیں، اس نے جناب محمد ﷺ کی برتری اور اسلام کی انسانیت و تہذیب پر عنایت کا اعتراف کس انداز میں کیا ہے، آئیے دیکھیں مائیکل اپنی کتاب میں کیا کہتا ہے؟

”یقیناً محمد ﷺ تاریخ میں وہ تنہا انسان ہیں جو دینی و دنیاوی میدان میں کلی اور مطلق طور پر کامیاب ہوئے۔ محمد ﷺ نے لوگوں کو اسلام کی دعوت دی، کیونکہ یہ سب سے اونچا دین ہے، محمد ﷺ ایسے سیاسی و عسکری اور دینی قائد قرار پائے کہ آج آپ کی وفات پر صدیاں گزر جانے کے باوجود ان کا اثر تازہ ہے، آپ اپنی دعوت پر ایمان رکھنے والوں کو ساتھ ملا کر ایسی سلطنت قائم کرنے میں کامیاب ہو گئے جو کہ حدودِ ہندوستان سے لے کر بحرِ اٹلس تک پھیلی ہوئی تھی، اور یہ سلطنت آج کی تاریخ تک قائم ہونے والی سلطنتوں میں سب سے بڑی سلطنت تھی۔ آپ کے ماننے والے جہاں بھی گئے وہاں اسلام پھیلا۔ یہ صرف اور صرف آپ کی ذمہ داری تھی کہ قواعدِ اسلام یا اجتماعی زندگی سے متعلق اصولِ شریعت اور

معاملات سے متعلق ضابطوں کو لوگوں کی دینی زندگی میں نافذ کرتے، کیونکہ قرآن پاک صرف اور صرف آپ ﷺ پر ہی نازل ہوا تھا جس میں مسلمانوں کے لیے ان کی دنیا و آخرت کے تمام مسائل کا حل موجود تھا۔“

ڈاکٹر گرینیہ

یہ اپنے اسلام قبول کرنے کا ذکر بڑے سعادت مند انداز میں کرتے ہوئے لکھتا ہے:

”میں نے علوم طب، صحت اور طبیعیات سے متعلق قرآن پاک کی آیات کو پڑھا اور تحقیق کی، پھر میں نے ان کا یونیورسٹی میں طب و صحت اور طبیعیات سے متعلق حاصل کی ہوئی معلومات سے موازنہ کیا، جس سے میں اس نتیجے پر پہنچا کہ قرآن پاک کی آیات مکمل طور پر ان پر منطبق ہوتی ہیں اور میں اسلام لے آیا۔ کیونکہ مجھے یقین ہو گیا کہ محمد (ﷺ) واضح حق لے کر تشریف لائے، جس کو ہم ایک ہزار سال بعد جان رہے ہیں۔ اور میں پورے وثوق سے کہتا ہوں کہ اگر کوئی ماہر فن و علم اس فن و علم کے متعلق قرآنی آیات اور جدید معلومات کا موازنہ کرے، جیسا کہ میں نے کیا تو وہ اسلام قبول کیے بغیر نہیں رہ سکتا، جس طرح کہ میں کر چکا ہوں۔ ہاں! یہ الگ بات ہے کہ کوئی عناد اور دلی مرض کی وجہ سے اسلام قبول نہ کرے۔“

رینیہ گینو:

جس نے اسلام قبول کرنے کے بعد خود اپنا نام عبد الواحد یحییٰ رکھا، وہ کہتا ہے:

”میں نے چاہا کہ مجھے کوئی مقدس الہی نص مل جائے جو باطل کی آمیزش سے صاف ہو لیکن جستجو اور انتھک و طویل تحقیق کے بعد قرآن پاک کے سوا کچھ نہ مل سکا، صرف اور صرف یہی کتاب ہے جس نے مجھے قائل کیا، اور میرے دل میں موجود اضطراب کو ختم کیا۔ اور پیغمبر اسلام ہی وہ رسول ﷺ ہیں جن کو میں نے پسند کیا اور ان کے علم تلے چلنے میں اپنی سعادت سمجھی۔ آپ ﷺ کے فرمودات و اعمال نے مجھے نفسیاتی سعادت اور روحانی سکون بخشا۔ اگر آپ نہ ہوتے تو انسانیت مادیت

و بے دینی، اخلاقی انحطاط اور روحانی تباہی کے سمندروں میں غرق ہو جاتی۔“

اسلامی ثقافت کے یورپ پر اثرات کے حوالہ سے کہتا ہے:

”اسلامی ثقافت اور علوم ہدایات و نور کا سرچشمہ ہیں، اگر مسلمان فلاسفر اور علما نہ

ہوتے تو آج یورپین جہالت و ظلمت کے اندھیروں میں ٹامک ٹوئیاں مار رہے

ہوتے۔“

الفونس ڈینیا:

یہ ایک عالمی آرٹسٹ تھا جو طویل عرصہ غور و فکر کے بعد حلقہ بگوش اسلام ہوا۔ اس نے خود اپنا نام ناصر الدین رکھا۔ یہ شخص واقعتاً اللہ کے دین کا مددگار ثابت ہوا، اسلام کے متعلق مستشرق مفکرین نے جو غلط افکار و مفاہیم پھیلا رکھے تھے، اس نے ان کی تصحیح میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ پھر اس نے رسالت مآب ﷺ کی سیرت پر ایک کتاب لکھی جس کو جنگ عظیم میں مرنے والوں کی ارواح کے نام منسوب کیا، اس کتاب میں وہ لکھتا ہے:

”محمدی عقیدہ غور و فکر پر پہرے نہیں بٹھاتا، لہذا یہ عین ممکن ہے کہ ایک انسان بیک

وقت صحیح مسلمان بھی ہو اور حریت فکر کا علمبردار بھی۔“

وہ ایک جگہ لکھتا ہے:

”دین اسلام میں اللہ تعالیٰ نے انسانی یا کوئی اور شکل اختیار نہیں کی جبکہ ”یہوداہ“ جو

یہود کا اللہ ہے وہ اس کو طہارت کے لیے اس کی تصویر بنا کر ردی اور گندے مقامات

پر رکھتے ہیں، اس طرح ہم انجیل کے نسخوں میں اللہ تعالیٰ کی شبیہ دیکھتے ہیں، لیکن

اسلام کا اللہ تو اس بارے میں قرآن پاک اور جناب رسول اکرم (ﷺ) نے

صاف بتایا ہے، کسی مصور یا سنگ تراش نے آج تک یہ جرات نہیں کی کہ اپنے قلم کی

نوک کو حرکت دے یا چھینی سے اس کو تراش سکے! یہ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کی نہ معین

صورت ہے، نہ متعین حدود، اور نہ ہی کوئی اس کے مشابہ ہے اور نہ ہی اس جیسا کوئی

اور ہے۔ بلکہ وہ تنہا و یکتا اور بے نیاز ہے، نہ اس کی کوئی اولاد ہے، اور نہ وہ کسی کی

اولاد ہے اور نہ ہی اس کا کوئی ہمسر ہے۔“

ٹولسٹ دی:

یہ ایک مشہور روسی ادیب ہے جسے یہ بات ناگوار گزری کہ اسلام کے دشمن اسلام اور صاحبِ اسلام محمد (ﷺ) کی طرف اپنے زہریلے تیروں کا رخ کریں، چنانچہ وہ لکھتا ہے:

”بلاشبہ یہ نبی ان عظیم مصلح انسانوں میں سے ایک ہے، جنہوں نے انسانیت کے لیے بیش بہا خدمات سرانجام دیں، آپ کے لیے یہی اعزاز کافی ہے کہ آپ نے اپنی ساری امت کو نورِ حق سے منور کیا اور اس کو ایسی راہ پر گامزن کیا، جس پر چل کر وہ سلامتی کی علمبردار بنے اور خوزریزی سے بچے۔ نیز آپ کے لیے یہ بھی اعزاز کی بات ہے کہ آپ نے ترقی و تقدم کا راستہ کھول دیا جو کہ ایسا عظیم کارنامہ ہے جو فقط وہی شخص سرانجام دے سکتا ہے جسے انسانی بساط سے ماوراء قوت و دانائی اور علم عطا کیا گیا ہو، لہذا آپ تعریف و احترام اور عظمت کے حق دار ہیں۔“

مہاتما گاندھی:

ہندوؤں کے مہاتما گاندھی نے لکھا ہے:

”مغربی دنیا اندھیرے میں تھی کہ ایک روشن ستارہ (سراج منیر) افقِ مشرق سے چمکا اور اس نے بے قرار دنیا کو روشنی اور تسلی کا پیغام دیا، سیرت النبی کے مطالعہ سے میرے اس عقیدے میں مزید پختگی اور استحکام آ گیا کہ اس نے تلوار کے بل پر کائنات پر رسوخ حاصل نہیں کیا، بلکہ پیغمبر اسلام (ﷺ) کی انتہائی بے نفسی، عہد و مواثیق کا انتہائی احترام اور اپنے رفقاء و متبعین کے ساتھ گہری وابستگی، جرأت، بے خونی، اللہ تعالیٰ پر کامل ایمان، اور بھروسہ اور اپنے مقصد و نصب العین کی حقانیت پر کامل اعتماد اسلام کی کامیابی کے حقیقی اسباب تھے۔ یہ خصائص ہر رکاوٹ اور ہر مشکل کو اپنی ہمہ گیر رو میں بہا کر لے گئے۔“

دلورام کوثری:

ہندوستان کے معروف شاعر نے کیا خوب لکھا:

محمد مصطفیٰ افضل ہیں یوں سارے رسولوں میں
کہ ہے جیسے گلاب افضل زمانے بھر کے پھولوں میں

ہری چند اختر:

ہندو شاعر ہری چند اختر لکھتا ہے:

رخِ مصطفیٰ ہے وہ آئینہ کہ اب ایسا دوسرا آئینہ نہ

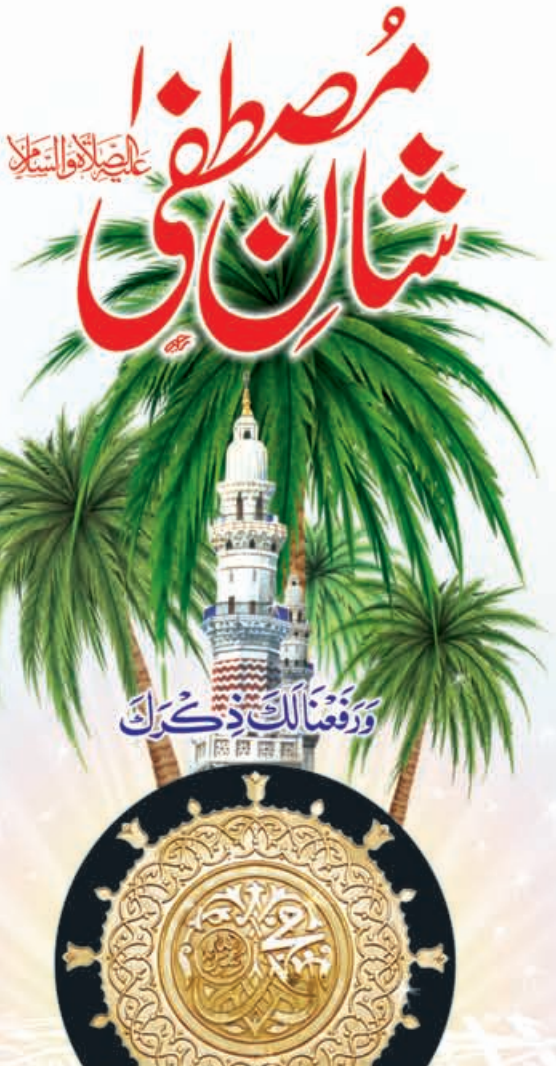
ہماری بزمِ خیال میں نہ نگاہ آئینہ ساز میں ❶

قارئین کرام! آخر میں ہم بارگاہِ ایزدی میں دست بدعا ہیں کہ وہ ہمیں نبی آخر الزمان ﷺ کی
درخشاں تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر دین و دنیا کی سعادتوں سے بہرہ یاب فرمائے۔ اور اس کتاب کو
ہمارے لیے توشہ آخرت اور ذریعہ نجات بنائے۔ آمین!

وصلی اللہ علی نبینا محمد وعلی آلہ وصحبہ أجمعین .



❶ ماخوذ از اُردو ڈائجسٹ، رحمة للعالمین نمبر، جلد دوم، ص: ۳۲۶-۳۴۰.



شانِ مصطفیٰ

تالیف: ابو محمد عبدالعزیز صدیقی

انصار السنہ

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ
كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى
آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ
اللَّهُمَّ بَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ
كَمَا بَارَكْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى
آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ